منہاج الاصفیاء

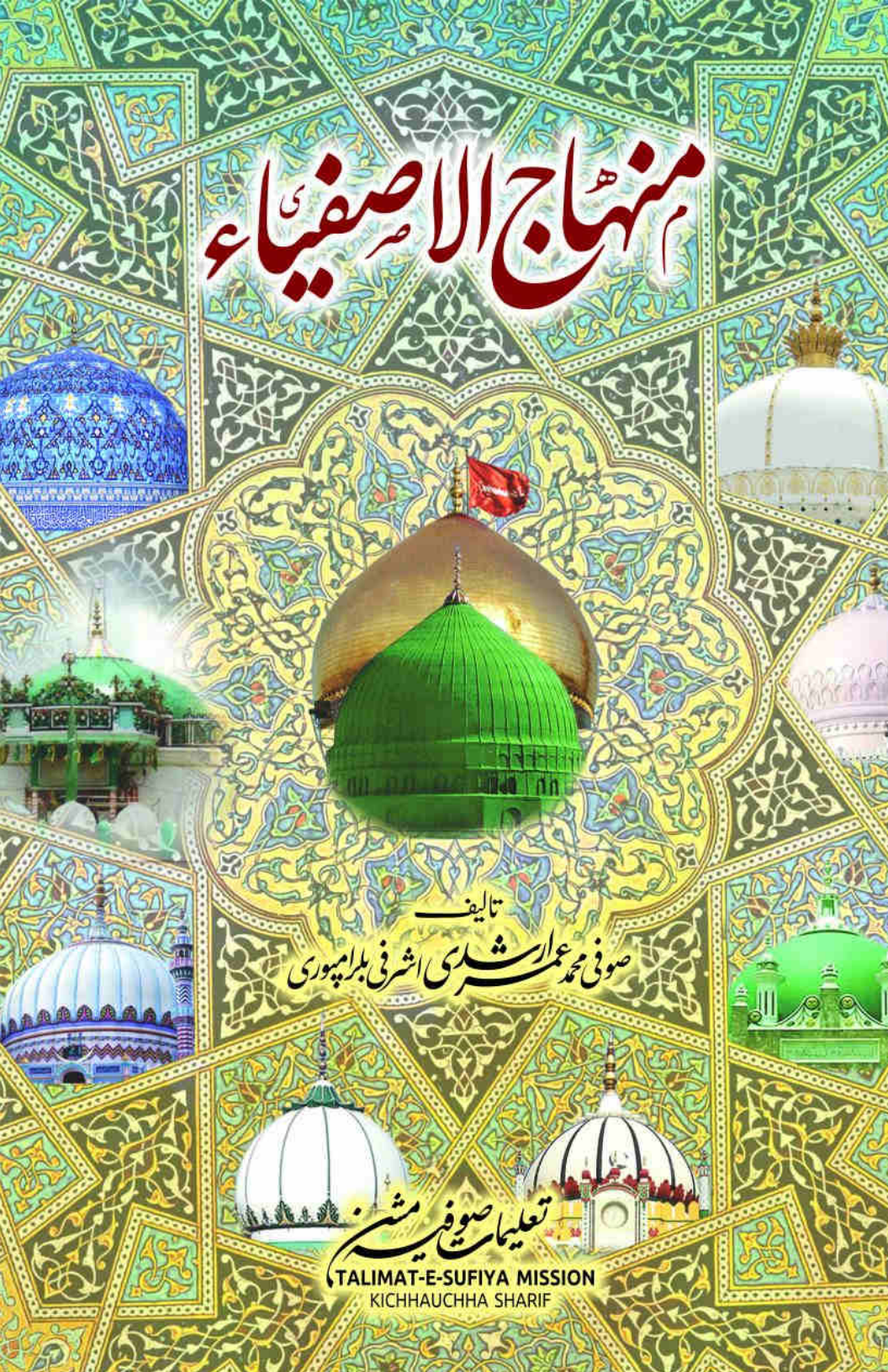

تالیف

صوفی محمد عمر ارشدی اشرفی بلرامپوری

تعلیمات صوفیہ مشن

TALIMAT-E-SUFIYA MISSION

KICHHAUCHHA SHARIF

منہاج الاصفیاء

تالیف

محمد عمار ارشدی اشرفی بلرامپوری

(محمد میاں)

ناشر

تعلیمات صوفیہ مشن

خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سید المشائخ

کچھوچھہ شریف ضلع امبیڈکر نگر، یوپی

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : منہاج الاصفیاء
مصنف : محمد عمار ارشدی اشرفی بلرامپوری (محمد میاں)
خلیفہ حضور نورالعارفین خواجہ ارشد میاں صاحب قبلہ عظمتی علیگڑھ،
وخلیفہ حضور اشرف العلماء علامہ سید حامد اشرف اشرفی الجیلانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ
سال اشاعت : جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ (جنوری ۲۰۲۲ء)
صفحات : 300
تعداد : 500
ڈیزائننگ : صوفیانہ میگزین www.sufiyana.com
پیش کش : تعلیماتِ صوفیہ مشن، خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سید المشائخ
کچھوچھہ شریف ضلع امبیڈکر نگر، یوپی
قیمت : -/270 روپے

MINHAJ-UL-ASFIYA
By
Muhammad Umar Arshadi

Published by:
TALIMAT-E-SUFIYA MISSION
Khanquah Ashrafia Hasnia Sayedul Mashaikh
Kichhauchha Sharif, Dist. Ambedkar Nagar (U.P.)
Email- khanqah.arshadia@gmail.com
mobile.no.- 9021103267/ 8806624535

First Edition - January 2022

فہرست مضامین

انتساب.....6
اظہار تشکر.....7
حمد باری تعالیٰ.....8
نعت پاک.....9
نعت مصطفیٰ ﷺ.....10
تقریظ.....11
صدائے دل.....12
مقدمہ.....13
۱. ارشادِ نبوی اور صحابہ کرام.....15
۲. فضائل حضرت صدیق اکبر.....18
۳. فضائل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ.....23
۴. فضائلِ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ.....27
۵. فضائلِ حضرت علی علیہ السلام.....30
۶. فضائلِ حضرتِ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام.....35
۷. فضائلِ حضرت امام حسین علیہ السلام.....38
۸. حضرت سجاد زین العابدین علی علیہ السلام.....42
۹. حضرت ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام.....43
۱۰. حضرت امام جعفر بن محمد علیہ السلام.....45
۱۱. فضائلِ اولیاء.....47
۱۲. محبت الٰہی کی وضاحت.....51
۱۳. صوفیاء کرام اور تصوف.....55
۱۴. ایمان کا بیان.....63
۱۵. توبہ کی فضیلت.....66
۱۶. اللہ کی ذات پر یقین کا بیان.....70
۱۷. وضو کا بیان.....73

۱۸. نماز کا بیان 76
۱۹. روزہ کا بیان 80
۲۰. دنیا اور آزمائش 82
۲۱. حلال کھانا اور اس کے فوائد 86
۲۲. محبت کا بیان 90
۲۳. زُہد وورَع کا بیان 96
۲۴. اخلاص کا بیان 98
۲۵. اللہ کی بارگاہ میں شکر کا بیان 101
۲۶. رضا کا بیان 105
۲۷. صبر اور صابرین کا بیان 108
۲۸. حُسنِ اخلاق 111
۲۹. رِجاء (اُمّید) کا بیان 114
۳۰. جود وسخاء کا بیان 118
۳۱. صحبت وخدمت کا بیان 121
۳۲. حیاء کا بیان 125
۳۳. صدق کا بیان 128
۳۴. دعا کا بیان 131
۳۵. مقام کا بیان 135
۳۶. حال کا بیان 136
۳۷. سُکر وصحو کا بیان 137
۳۸. فقر اور درویشی 139
۳۹. علم اور علماء کی فضیلت 144
۴۰. موت اور آخرت یاد کرنے کی فضیلت 152
۴۱. خوفِ خدا کا بیان 161
۴۲. غلبۂ نَفس اور اس کی خرابیاں 165
۴۳. خدا سے حُسنِ ظن رکھنے اور اس سے ڈرنے کا بیان 174
۴۴. تکبر کا بیان 179

۴۵. ذکرِ الٰہی اور ذاکرین 190
۴۶. فنـاء اور بقـاء کا بیان 202
۴۷. حقوقِ شیخ (پیر) اور مرید 207
۴۸. تقویٰ و پرہیز گاری 219
۴۹. سمـاع اور صوفیاء کرام 222
۵۰. معـرفت باللہ 232
۵۱. فضـائل خواجہ بایزید بسطامی 236
۵۲. فضـائلِ درود پاک 238
۵۳. شانِ ابوذر غفـاری 251
۵۴. شہـداء کی فضیلت 254
۵۵. بنی اسرائیـل کے حالات 256
۵۶. شـانِ حضرتِ ابراھیم بن ادہم 260
۵۷. فضـائلِ سورۂ اخلاص 263
۵۸. فضـائلِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام 265
۵۹. توکل علی اللہ کا بیان 269
۶۰. مراقبـہ کا بیان 273
۶۱. فـراست کا بیان 276
۶۲. قنـاعت کا بیان 280
شجـرہ طیبہ قادریہ، جہانگیریہ، حسنیہ 283
شجـرہ شریف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ 286
شجـرہ شریف سلسلہ عالیہ چشتیہ قلندریہ جہانگیریہ 289
شجـرہ مشائخ سلسلۂ عالیہ قادریہ جلالیہ اشریہ 291
شجـرہ خواجگان عالیہ چشتیہ نظامیہ سراجیہ اشرفیہ 293
شجـرۂ سلسلۂ عالیہ قادریہ منوریہ معمّریہ اشرفیہ 296
عـرض مؤلف 298
صوفی محمد عمـار شدّی کی تصنیفات 299

انتساب

نہایت خلوص و صد ہزار عقیدت و محبت کے ساتھ ہم اپنی اس کاوش کو مرشد گرامی وقار سیدی و مرشدی آقائی حضور نور العارفین خواجہ صوفی الحاج ڈاکٹر محمد ارشد میاں صاحب قبلہ عظمتی دامت برکاتہٗ زاکر نگر علیگڑھ یوپی کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کرتے ہیں، جن کی نگاہ کیمیاء اثر نے اس کم علم نکمے حقیر (محمد عمر ارشدی اشرفی) کو جامِ علم و عمل پلا کر اولیاء و اصفیاء کا گرویدہ بنایا، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے، آمین،

جب تک بکا نہ تھا تو کوئی پوچھتا نہ تھا
مرشد نے خرید کر مجھے انمول کر دیا
ارشدی آپ کا جب سے منگتا بنا
مل گیا ہے خدا خواجہ ارشد میاں

آپ نے ہر لمحہ میرے ظاہر و باطن کی رہنمائی فرمائی، آج میں جو کچھ بھی ہوں، چاہے قطرہ ہی سہی، یہ سب آپ کی عنایت اور کرم سے ہے،

اور

دوسری ذات حضور اشرف العلماء علامہ الحاج سید حامد اشرف اشرفی الجیلانی قدس اللہ العزیز کی ہے جنہوں نے اپنے روحانی فیض سے ہماری روح کو زندگی عطا فرمائی اور سلسلۂ اشرفیہ کی نسبت و خلافت سے مالا مال فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کے قبر انور پر رحمت و نور کی بارش فرمائے، آمین،

اِل غوثِ اعظم، اِل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی
مظہرِ مخدوم اشرف ہو حامد میاں میرے

نیاز کیش
محمد عمر غفرلہٗ

اظہار تشکر

حضور اعجاز العلماء حضرت علامہ و مولانا اعجاز احمد خان صاحب قبلہ نعیمی صدر المدرسین
مدرسہ غوث العلوم جونیئر ہائی اسکول نئی بازار پرواتلشی پور ضلع بلرامپور یوپی انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لك الحمد یا اللہ

والصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ ﷺ

زیر نظر کتاب منہاج الاصفیاء علم تصوف میں معلومات کا عظیم خزانہ ہے جس کے مصنف عزیزم قدر و منزلت صوفی محمد عمر ارشدی اشرفی ہیں۔

یہ کتاب معلومات کا عظیم سرمایہ ہے اس میں اللہ کے محبوب بندوں کے حالات و معمولات اور وہ واقعات ہیں جس سے ہر انسان فیضیاب ہوگا، اور جو شخص اس کتاب کو پڑھے گا وہ خاص خدا کی طرف اپنے دل کو متوجہ رکھے گا، اور پھر اسی طرح بندہ کو قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے۔

اس کتاب کے انداز بیان سے ظاہر ہے کہ عزیزم موصوف، علم دانائی، علم دوست، خدا ترس، کتاب مستطاب کریں جس سے ان کا دل روشن ہے، اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنے آخری نبی محبوب پروردگار سرکار مصطفی ﷺ کے صدقہ و طفیل میں اس کتاب منہاج الاصفیاء کو خاص و عام سب میں مقبول عام فرمائے، اور عزیزم کے دل و ایمان کی حفاظت فرمائے، آمین، بجاہ سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

دعاگو:

اعجاز احمد خاں نعیمی

صدر المدرسین مدرسہ غوث العلوم
جونیئر ہائی اسکول نئی بازار پرواتلشی پور ضلع بلرامپور یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد باری تعالیٰ

مولیٰ تیری الفت میں یوں عمر گزر جائے
عشق رسول سے میرا عقبیٰ بھی سنور جائے
صدقے میں تو نے ان کے یہ دنیا بنائی
اس در کو چھوڑ کر کے تیرا بندہ کدھر جائے
مل جائے اگر ہم کو حسنین کا صدقہ
شاید تو میرے آقا کی کچھ مجھ پہ نظر جائے
کیا خوب بنایا ہے محبوب کو تو اپنے
چاہیں جسے اس کو ہی تیرا جلوہ نظر آئے
جب گور میں سب مجھ کو دفنا کے چلے آئیں
رحمت کے فرشتوں سے میری قبر تو بھر جائے
جب پوچھیں ارشدی سے کیا دین ہے تیرا
انگلی میرے کلمے کی آقا کی طرف جائے ﷺ

ارشدی بلرامپوری

نعت پاک

آقائے نامدار مدنئی تاجدار احمد مختار محبوب پروردگار
سرور عالم نور مجسم رسول محتشم احمد مجتبی محمد مصطفیٰ ﷺ

محشر میں کافی ہے لوائے محمد ﷺ ..... کبھی رد نہ ہوگی دعائے محمد ﷺ

کرتے ہیں سب ہی بعد از خدا ..... جن و انساں ملائک ثنائے محمد ﷺ

خدا کہ رہا ہے اٹھو میرے پیارے ..... سجدے میں جب سر جھکائے محمد ﷺ

رو رو کے رب سے امت کی خاطر ..... جہنم کی آتش بجھائے محمد ﷺ

نفسی نفسی کا محشر میں عالم ..... کون بخشوائے سوائے محمد ﷺ

معطی ہے خود رب قاسم ہیں آقا ..... ملی ہے سبھی کو عطائے محمد ﷺ

عمر کو بنایا ہے فاروق اعظم ..... گرتوں کو سارے اٹھائے محمد ﷺ

بخشش کا مژدہ جب تک نہ پائے ..... سجدے سے سر نہ اٹھائے محمد ﷺ

لامکاں جا کے آئے رب نے بلایا ..... خدا دیکھ آئے بتائے محمد ﷺ

مری جان ہیں وہ مری شان ہیں وہ ..... میری جان و تن ہے فدائے محمد ﷺ

مرشد کے صدقے نسبت پنجتن ہے ..... ارشدی ہے ازل سے گدائے محمد ﷺ

ارشدی بلرامپوری

نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے دو جہاں میں جو کچھ میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے
اس رنگ و بُو کی عظمت میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے

ہے شمس کی مجال کیا کہ نظریں ملا سکے
اس کی چمک دمک میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے

حور و ملک ہیں انبیاء اور لوح و قلم نثار
ان سب کی شان دیکھئے میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے

بجز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی پاتا نہیں خدا کو
رسائی خدا تلک بھی میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے

لوا الحمد بھی ان کا شفاعت کا تاج بھی
میزان و پل و حشر بھی میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے

ایمان کی ہیں جان اور ہیں شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
ایماں کی یہ مٹھاس میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے

علم و عمل ہے چیز کیا دنیا کی دولتیں
اس ارشدی کی آن میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے

ارشدی بلرامپوری

تقریظ

حضرت علامہ و مولانا المفتی عبد السلام صاحب قبلہ رضوی مصباحی
مفتی و شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم تلشی پور ضلع بلرام پور یوپی انڈیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
حامداً، ومصلیاً، و مُسَلِّمًا۔

زیر نظر کتاب، منہاج الاصفیاء، علم تصوف میں معلومات کا عظیم خزانہ ہے، جس کے مصنف عزیز گرامی قدر و منزلت مولانا محمد عمر ارشدی اشرفی ہیں، میں نے اس کتاب کے اکثر ابواب کو بنظر غائر دیکھا بفضلہ تعالیٰ جل جلالہٗ یہ کتاب معلومات کا عظیم سرمایہ ہے اس میں قرآن عظیم کے آیات و سورہ اور ان کا سلیس انداز میں ترجمہ، احادیث نبویہ علیہ السلام اور ان سے جاذب نظر استدلال، اور مقتدر، مایہ ناز، بافیض بزرگ ہستیاں اللہ کے محبوب بندوں کے معمولات اور ایسے واقعات جن سے وہ بافیض ہوئے نہایت دلکش دلفریب انداز اور قلب میں اثر ڈالنے والے کیفیات کے ساتھ مناسب و موزوں جگہ پر اس طرح بیان کیا ہے کہ بندہ اس کو پڑھ کر اپنی عملی زندگی میں چار چاند لگا سکتا ہے، کہ اس کی توجہ خالص خدا کی طرف ہو جائے۔

اس سے بندہ پروردگار عالم کا قرب حاصل کریگا، اور خاصان خدا میں اس کا شمار ہوگا، انسان کی زندگی کا مقصد خاص تزکیہ نفس، اور توجہ الی اللہ ہے، جس سے بندہ بافیض ہوتا ہے اور بندہ کو قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے، جو بحمدہٖ تعالیٰ اس کتاب مستطاب سے حاصل ہے، انداز بیان سے ظاہر ہے کہ مولانا موصوف باذوق، علم دوست، خدا ترس، مرد قلندر ہیں، کہ انہوں نے نہایت دل جمعی اور عرق ریزی کے ساتھ علم تصوف میں یہ کتاب مستطاب تحریر فرمایا ہے، اندازہ ہوتا ہے کہ تزکیہ نفس کیا جس سے ان کا قلب روشن ہے کہ حضور شمس العارفین حضرت خواجہ صوفی عظمت اللہ شاہ حسنی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ خلیفہ، حضور نور العارفین خواجہ صوفی ڈاکٹر محمد ارشد میاں صاحب قبلہ مدظلہٗ النورانی نے ان کو خلافت عظمیٰ سے نوازا، خداوند قدوس کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنے پیارے محبوب صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل میں اس کتاب کو مقبول عوام و خواص فرمائے اور مصنف زید مجدہ کی بخشش کا ذریعہ بنائے، آمین، بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

دعاگو: فقیر عبد السلام رضوی المصباحی
مفتی و شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم تلشی پور ضلع بلرامپور یوپی
۲۷/ ربیع الغوث ۱۴۳۵ھ ۲۸/ فروری ۲۰۱۴ء

صدائے دل

از، حضور نور العارفین حضرت العلام خواجہ صوفی ڈاکٹر محمد ارشد میاں صاحب قبلہ عظمتی مدظلہٗ
النورانی خانقاہ ارشدیہ وبصیر کلینک مین روڈ ذاکر نگر علی گڑھ یوپی الھند

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ (تم میرا ذکر کرو میں تمھارا ذکر کروں گا)

بیشک اللہ والوں کا ذکر اور ان کی یاد کرنا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور جب بندہ کسی اللہ والے کا ذکر کرتا، یا پڑھتا، لکھتا، یا سنتا ہے، تو اس وقت اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب، منہاج الاصفیاء، جو کہ ہمارے مرید و خلیفہ عزیزم صوفی محمد عمار رشدی سلمہٗ کی تصنیف کردہ ہے، اس کتاب میں اہل اللہ کا ذکر اور ان کے معاملات وواقعات، اور یہ کتاب تصوف کا عظیم الشّان ذخیرہ ہے، جسے پڑھ کر لوگ فیضیاب ہوں گے۔ واقعی اس پرفتن دور میں ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جس سے عوام النّاس کو فائدہ پہونچے، الحمد للہ موصوف نے یہ کتاب مستطاب کرکے بہت ہی عظیم کام انجام دیا ہے، الحمد للہ اس کتاب میں جو کچھ ہے مدلل، دلنشین، اور تحقیقی و معیاری باتیں ہیں۔

اس کی ترتیب بڑے اچھے انداز میں ہے، اس میں تقریباً ساٹھ ابواب ہیں، اور ہر باب میں پہلے قرآن پاک، حدیث، اور پھر بزرگان دین کے اقوال اخذ کئے ہیں، اس کتاب کو دیکھ کر موصوف کے علم وذہانت، اور عملِ صالح، وتقویٰ پرہیزگاری کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے، کہ موصوف پر واقعی بزرگان دین کا فیض اور خصوصی اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرم ہے، اس سے پہلے بھی انہوں نے کئی کتابیں لکھ کر عوام تک پہونچایا، جن میں قابلِ ذکر، تحفۂ ابوالعلاء، ہے جو کہ سیرت پر لکھی گئی ہے۔

دوم، یادِ عظمت، جس میں مشائخِ چشتیہ کے ملفوظات ہیں۔

سوم، نورالعارفین، اس کتاب میں انہوں نے آقائے نامدار محبوب پروردگار ﷺ سے لیکر سلسلہ بسلسلہ اپنے مرشد تک جتنے بزرگوں کے نام پاک شجرہ شریف میں ہیں ان سبھی کی سیرت طیبات اور ان سب نے جن جن بزرگوں سے فیض حاصل کیا ان سب کے سیرتِ پاک بڑے ہی اچھے انداز میں بیان کیا ہے۔

آپ کی نعت ومنقبت کی بھی کئی کتابیں انشاءاللہ تعالیٰ بہت جلد منظر عام پر آجائیں گی، مولیٰ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاگو ہوں کہ مولائے کریم جلّ جلالہٗ اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کے صدقہ وطفیل ان کے علم و عمل وعمر میں برکت عطا فرمائے، اور فیضان کا دریا بنائے، عوام وخواص کو اس کتاب سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اس کتاب کو موصوف کے لئے باعثِ مغفرت اور ہر خاص وعام کے لئے فیض بخش بنائے، آمین، بجاہ سید المرسلین ﷺ دعاگو؟

ارشد بصیر عظمتی
خانقاہ ارشدیہ وبصیر کلینک زاکر نگر علی گڑھ یوپی

مقدمہ

مجدد سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ مفکر اسلام شہزادہ حضور غوث اعظم شیخ طریقت
حضرت علامہ الشاہ سید شمیم الدین احمد منعمی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ منعمیہ میٹن گھاٹ۔ پٹنہ۔ بہار انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صلی وسلم علی سیدنا و مولانا محمد و علی آل سیدنا و مولانا محمد بعدد کل ذرۃ الف الف مرۃ

بات کسی عالم کی ہو، راستے کی بڑی اہمیت ہے۔ راستہ انسان کو منزل مقصود تک پہونچانے کا ذریعہ ہے، خواہ یہ منزل دنیوی ہو یا اخروی۔ قرآن کریم میں راہ کے لیے متعدّد الفاظ استعمال ہوئے ہیں صراط، منہاج، سبیل، مذہب اور مسلک بھی اسی کے ترجمان ہیں۔ اہل طریقت کے یہاں راہ سلوک سالک اور طریق کی اصطلاح کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ ربّ العزت نے قرآن کریم میں سورہ فاتحہ کو جو عظمت و برکت اور اہمیت بخشی ہے وہ شب و روز کے عمل سے اچّھی طرح واضع ہے۔ اور اس مہتم بالشان سورہ میں جس چیز کی سب سے زیادہ اہمیت ہے وہ بھی صراط ہے اور اس کی تشریح میں صراط مستقیم کی اللہ سبحانہ تعالیٰ نے خود متن کے درمیان یہ وضاحت کردی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ صراط مستقیم پر چلنے کے لیے توفیق اور ہدایت مانگتے رہو۔ اور صراط مستقیم انعام یافتگان کا راستہ ہے۔ یہ راستہ اگر درست ہے تو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہے اور اسی خلافت کو خلافت راشدہ کہتے ہیں۔ کسی سالک کی راہ اگر درست ہے یعنی انعام یافتگان کی راہ پر وہ چل رہا ہے تو وہ ہدایت یافتہ ہے۔ اور اس کی پیروی بھی ہدایت تک پہونچانے والی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک صوفیاء کرام و مشائخ عظام نے جو کتابیں لکھی ہیں ان میں بھی راستے کی وضاحت ملتی ہے۔

عزیز گرامی وقار محمد عمار ارشدی اشرفی بلرامپوری جو محمد میاں کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔ نہایت مخلص اور راہ سلوک کے خوب اچھے راہی ہیں۔ اچھا مطالعہ رکھتے ہیں، اچّھی سوچ رکھتے ہیں، اچّھی صحبت کے متلاشی رہتے ہیں اور انہیں حضور نور العارفین خواجہ ارشد میاں صاحب قبلہ عظمتی علی گڑھ اور حضور اشرف العلماء حضرت علامہ سید شاہ حامد اشرف اشرفی الجیلانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت اور خلافت بھی حاصل ہے۔ گویا یہ ذو بحرین ہیں۔ اکثر و بیشتر ان کی تحریریں نظر سے گزرتی رہتی ہیں۔ ایک تحریر ان کی **منہاج الاصفیا** کے نام سے میرے سامنے ہے اور اپنی اس تحریر میں انہوں نے بڑی خوبی کے ساتھ صوفیاء کرام کے منہاج کو واضع کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی اس تحریر میں ان کی اس کتاب میں صحت مند عقیدے کے ساتھ ساتھ ان ضروریات کی طرف بھی اچّھی رہنمائی ہے جس کے بغیر کوئی سالک، راہ سلوک کے طے کرنے کا ارادہ نہیں کر سکتا۔ سرسری طور پر میں نے جو نظر ڈالی اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے بڑی محنت اور اخلاص کے ساتھ ان بھلی باتوں کو مرتب کیا ہے اور خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کوشش کا اجر عطا فرمائے اور اس کو ہر مخلص کے لئے مفید فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان کی یہ کوشش عام لوگوں کو بھلائی کی طرف راغب کرنے والی، نیکیوں میں مشغول کرنے والی اور اپنے بزرگوں کی روش پر قائم و دائم رکھنے والی ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

فقیر سید شمیم الدین احمد منعمی عفی عنہ

باب ۱

ارشادِ نبوی اور صحابہ کرام

فرمانِ الٰہی

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿النساء: ۶۵﴾

تو اے محبوب! تمھارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿الأنفال: ۲۴﴾

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تمہیں اس کی طرف اٹھنا ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ صحابہ کا خاص احتمام

آپ اندازہ فرمائیں کہ جہاں عشق و محبت اور ادب احترام اور جاں بازی و سرفروشی کا یہ عالم ہو، کیا ایسے دلربا محبوب کے الفاظ فراموش ہو سکتے ہیں، صحابہ کو حضور ﷺ کے ارشادات کی اہمیت کا پورا احساس تھا، وہ ہر ممکن کوشش کرتے کہ حضور ﷺ کا کوئی حکم ایسا نہ ہو جس کا انہیں علم نہ ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینے سے دو تین میل باہر ایک جگہ ایک انصاری بھائی حضرت عتبان بن مالک کے ساتھ رہتا تھا، ہم نے باری مقرر کر دی تھی، ایک روز میں بارگاہ رسالت میں حاضر رہتا اور حضور ﷺ کے ارشادات سنتا اور شام کو واپس آکر اسے سنا دیتا، دوسرے روز وہ حاضر ہوتے اور میں کام دھندا کرتا، اکثر صحابہ رضی اللہ عنہ جو ہر روز حاضر نہ ہو سکتے تھے ان کا یہی دستور تھا، اس کے علاوہ صحابہ کا ایک خاص گروہ تھا، جنہیں اصحاب صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ان کا کام بجز تعلیم و تعلم اور حاضریٔ بارگاہ اقدس کے کچھ نہ تھا، وہ فقر و فاقہ کی سختیاں خوشی سے برداشت کرتے، پھٹے پرانے کپڑے پہنتے، انہوں نے دنیا کے

لزائز کو بطیب خاطر ترک کرر کھا تھا، اور شب و روز مسجد نبوی میں رہتے، اور حضور ﷺ کے ارشادات سنتے اور یاد رکھتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسی گروہ میں سے تھے، ایک دفعہ انہوں نے اپنی کثرت روایات کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ تم یہ خیال کرتے ہو کہ ابو ہریرہ بہت کثرت سے حدیثیں حضور ﷺ سے بیان کرتے ہیں ہم سب کو بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونا ہے، (اس لئے میں جھوٹ کیسے بول سکتا ہوں) اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ایک مسکین آدمی تھا، اور جو کچھ کھانے کو مل جاتا اسی پر قناعت کرتا، اور ہمیشہ بارگاہِ رسالت میں حاضر رہتا، اور مہاجرین بازاروں میں تجارت کی وجہ سے اور انصار اپنے اموال کی حفاظت کی وجہ سے مشغول رہتے، ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص جب تک میں اپنی بات ختم نہ کرلوں اپنی چادر بچھائے رکھے اور پھر اسے اکٹھا کرے تو پھر اس کے بعد جو کچھ مجھ سے سنے گا وہ اسے نہیں بھولے گا، پس میں نے اپنی چادر بچھائی جو میں اوڑھے ہوئے تھا، مجھے اس خدا کی قسم جس نے میرے نبی ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اس کے بعد میں نے حضور انور ﷺ کی زبان مبارک سے جو کچھ بھی سنا وہ مجھے فراموش نہیں ہوا۔ (سنتِ خیر الانام، صفحہ ۱۱۰ تا ۱۰۲/ از پیر کرم شاہ ازہری)

اتباعِ سنت

حضور حجتہ الاسلام امام محمد غزالی قدس اللہ سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ، مسلمان کے لئے سعادت مندی کی معراج یہی ہے کہ اس کی تمام حرکات و سکنات میں سرکار دوعالم ﷺ کی اتباع نمایاں ہو، اس لئے جان لو کہ سرور کائنات ﷺ کے افعال یعنی سنتوں کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) عبادات، یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، وغیرہ۔

(۲) عادات، یعنی کھانا، پینا، سونا، اُٹھنا، بیٹھنا، وغیرہ۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ دونوں قسم کے افعال میں آقا ﷺ کی اقتداء و پیروی کریں کیوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس آیت کریمہ میں رسول اکرم ﷺ کی پیروی کا حکم فرمایا ہے اس میں اتباع کے لئے کسی قسم کی کوئی شرط عائد نہیں فرمائی، بلکہ ارشاد فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو کچھ بھی تمہیں عنایت فرمائیں اسے لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے باز آجاؤ۔

حضرت شیخ محمد بن اسلم قدس اللہ سرہ العزیز نے عمر بھر صرف اس وجہ سے تربوز نہیں کھایا کہ انھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربوز کھانے کا انداز معلوم نہ تھا، اسی طرح ایک بزرگ نے ایک مرتبہ غلطی سے بائیں پاؤں میں موزہ پہن لیا، (جب کہ دائیں پاؤں میں پہلے موزہ پہننا مسنون ہے) تو اس غلطی کے کفارے میں جب تک ایک گون گیہوں خیرات نہ کرلئے اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے، معلوم ہوا کہ کامل اتباع اور پوری سعادت مندی یہی ہے کہ عادتوں میں بھی سرکار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے، کیوں کہ اس میں بے شمار فائدے ہیں اور ذرا سی سستی کی وجہ سے ایسی عظیم نعمت دارین کو کھونا بے وقوفی اور بد نصیبی ہے، اب اس کا سبب اور کامل اتباع کے چند فوائد بیان کئے جاتے ہیں۔ (خطبات غزالی صفحہ ۶۵/ از امام غزالی)

اتباع سنت کے فوائد

دل اور اعضاء کا آپس میں بڑا گہرا اور خاص تعلق ہوتا ہے، اور اعضائے بدن کے تمام افعال کا اثر دل کے اندر پہونچتا ہے، لہٰذا جب تک اعضاء کی حرکات و سکنات حدّ اعتدال پر نہ ہوں گے، تب تک دل کو کبھی بھی صلاحیت اور نور حاصل نہ ہوگا، کیوں کہ انسانی دل مثل آئینہ ہے اور آئینہ سورج کی روشنی سے اس وقت روشن ہو سکتا ہے جب کہ اس میں تین باتیں موجود ہوں اوّل یہ کہ اس کو صاف کیا جائے، دوم یہ کہ اس کا جسم صاف وشفاف ہو اور تیسرا یہ کہ اس میں ٹیڑھاپن ہرگز نہ ہو، اسی طرح جب دل کے اندر تینوں اوصاف موجود ہوں گے کہ خواہش نفسانی کے ترک کردینے سے اس کی صفائی ہوجائے، ذکر الٰہی کی وجہ سے اس میں پاکیزگی پیدا ہوجائے، اور افعال اعضاء کو اعتدال پر رکھنے کی وجہ سے اس میں ٹیڑھاپن نہ آسکے تو اس وقت بے شک اس میں تجلّیات الٰہی کا عکس ظہور پزیر ہوگا۔ (خطبات غزالی صفحہ ۶۵/ تا ۶۶/ از امام غزالی)

باب ۲

فضائل حضرت صدیقِ اکبر

فرمانِ الٰہی

وَالَّذِی جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿الزمر: ۳۳﴾

اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی پرہیز گار ہیں۔

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جنگ ذات السلاسل کا امیر لشکر بنا کر روانہ فرمایا، جب میں واپس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں میں آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ کے ساتھ، میں نے پھر عرض کیا، مردوں میں سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کے والد ابوبکر کے ساتھ، میں نے عرض کیا، پھر ان کے بعد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عمر بن خطاب کے ساتھ، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بعد چند دوسرے حضرات کے نام لئے، (صحیح بخاری، کتاب الفضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف تریسٹھ (۶۳) سال تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو ان کی عمر مبارک بھی (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں) تریسٹھ سال تھی۔ (صحیح مسلم، اردو، کتاب الفضائل)

(۳) حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ دینے کا حکم فرمایا، اس حکم کی تعمیل کے لئے میرے پاس مال تھا، میں نے (اپنے آپ سے) کہا، اگر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کبھی سبقت لے جا سکا تو آج سبقت لے جاؤں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنا نصف مال لیکر حاضر خدمت ہوا، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو، میں نے عرض کیا، اتنا ہی مال ان کے لئے چھوڑ آیا ہوں، اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو کچھ ان کے پاس تھا وہ سب کچھ لیکر حاضر

خدمت ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا، اے ابوبکر ص اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو، انہوں نے عرض کیا، میں ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول ﷺ چھوڑ آیا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (دل میں) کہا، میں ان سے کسی شئے میں آگے نہ بڑھ سکوں گا۔ (جامع ترمذی، کتاب المناقب)

(۴) حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور میرے ساتھی ہیں۔ (صحیح بخاری)

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک چیز کا جوڑا خرچ کرے گا تو اسے جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا، اے اللہ کے بندے، یہ خیر ہے پس جو اہلِ صلوٰۃ (نمازیوں) میں سے ہوگا، اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا، اور اہلِ جہاد میں سے ہوگا اسے باب الجہاد سے بلایا جائے گا، اور اہلِ صدقہ سے ہوگا اسے باب الصدقہ سے بلایا جائے گا، اور جو اہلِ صیام (روزہ داروں) سے ہوگا اسے باب الصیام اور باب الریّان سے بلایا جائے گا، پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، جو ان سارے دروازوں سے بلایا جائے اسے تو خدشہ ہی کیا ہے، پھر عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جو ان تمام دروازوں میں سے بلایا جائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں، اے ابوبکر، مجھے امید ہے کہ تم ان ہی لوگوں میں سے ہو۔ (جنہیں تمام دروازوں میں سے بلایا جائے گا)، (صحیح بخاری)

حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ

صحابہ کرام میں سب سے افضل شیخ الاسلام بعد از انبیاء خیر الانام علیہم السلام خلیفہ و امام تارک دنیا کے سردار، صاحبان خلوت کے شہنشاہ، آفات دنیا سے پاک و صاف امیر المومنین سیدنا ابوبکر عبد اللہ بن عثمان بن ابی قحافہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

آپ کی کرامتیں اور بزرگیاں بہت مشہور ہیں، اور معاملات و حقائق میں آپ کے نشانات و دلائل واضح ہیں، تصوف کے سلسلے میں آپ کے کچھ حالات کتابوں میں مذکور ہیں، مشائخ طریقت نے ارباب مشاہدہ اور صاحبان علم و عرفان میں آپ کو مقدّم رکھا، چونکہ آپ کی مرویات بہت کم ہیں، اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ارباب مجاہدہ میں مقدم رکھا ہے، کیوں کہ آپ کے معاملات اور حق پر صلابت، صحیح روایتوں میں مرقوم اور اہل علم کے درمیان معروف ہیں۔

چناچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رات میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو نرم و آہستہ آواز میں کرتے، اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تو تلاوت بلند آواز سے کرتے تھے، ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تم کس وجہ سے نرم و آہستہ آواز میں تلاوت کرتے ہو، انہوں نے عرض کیا، **اسمع من انا جیبہ**، میں جس سے مناجات کرتا ہوں وہ خوب سنتا ہے، چونکہ میں جانتا ہوں وہ مجھ سے دور نہیں ہے اور اسکی سماعت کے لئے نرم یا بلند آواز سے پڑھنا دونوں برابر ہیں، اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا تو آپ نے عرض کیا، **اوقظ الوسنان ای النائم و اطرد الشیطان**، سوتے ہوئے کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں، یہ مجاہدے کی علامت ہے، اور مشاہدے کا نشان، مجاہدے کا مقام مشاہدے کے پہلو میں ایسا ہے جیسے قطرہ دریا میں، یہ اس لئے ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، **ھل انت الا حسنۃ من حسنات ابی بکر**، اے عمر تم ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہو، جب کہ سیدنا فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے بطل جلیل جن سے اسلام کی عزت و رفعت ملی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں، تو غور کرو کہ سارے جہان کے لوگ کس درجہ میں ہوں گے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ، **دارنا فانیتہ و احوالنا عاریتہ و انفاسنا معدودۃ و کسلنا موجودۃ**، ہمارا گھر فانی ہے ہمارے احوال عاری ہیں، ہمارے سارے سانس گنتی کے ہیں، اور سستی و کاہلی موجودہ ظاہر ہے، لہٰذا فانی گھر کی تعمیر کرنا جہالت، عاریتی حال پر اعتماد کرنا نادانی، گنتی کے سانسوں پر دل لگانا غفلت، اور کاہلی کو دین سمجھ لینا سراسر نقصان و خسارا ہے، اس لئے کہ جو چیز عاریتہ لی جاتی ہے اسے واپس کرنا ہوتا ہے، اور جو چیز واپس جانے والی ہوتی ہے، وہ باقی نہیں رہتی، اور جو چیز گنتی میں آئے وہ محدود ہوتی ہے، اور سستی و کاہلی کا تو کوئی علاج ہی نہیں اس ارشاد میں آپ نے ہمیں تلقین فرمائی کہ یہ دنیا اور اس کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے اس کے جانے کا اندیشہ نہ کرنا چاہئے اور نہ اس کی خاطر اس سے دل لگانا چاہئے، کیوں کہ جب تم فانی سے دل لگاؤ گے، تو باقی سے پوشیدہ اور حجاب میں رہ جاؤ گے، حالانکہ یہ دنیا اور یہ نفس، طالب حق اور اس کے محبوبوں کے لئے حجاب و پردہ ہے، وہ دونوں سے پرہیز کرتے ہیں، جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ دنیا اور اس کا تمام سازوسامان سب عارضی اور عاریت کی چیزیں ہیں، ان کو اپنی ملک سمجھ کر ان میں مالک حقیقی کی اجازت اور اس کی مرضی کے خلاف تصرّف کرنا کتنی نادانی ہے۔ (کشف المحجوب صفحہ ۱۰۸ تا ۱۰۹/ از خواجہ داتا گنج بخش)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی مناجات میں عرض کیا کرتے کہ، **اللّٰھم البسط لی الدنیا و زھدنی عنھا**، اے خدا دنیا کو میرے لئے کشادہ فرما، لیکن مجھے اس

میں مبتلا ہونے سے محفوظ فرما، دنیا کی فراخی کی دعا کے بعد اس سے محفوظ رکھنے کی التجا میں ایک لطیف اشارہ ہے۔

وہ یہ کہ دنیا دے تاکہ تیرا شکر بجالاؤں پھر یہ توفیق دے کہ اسے تیری راہ میں خرچ کروں اور اپنا رخ تیری طرف پھیروں، تاکہ شکر اور خیرات فی سبیل اللہ کا درجہ پاؤں، اور مقام صبر بھی حاصل کروں تاکہ فقر میں پریشاں نہ ہوں، اور فقر پر میرا اختیار ہو اس مفہوم سے اس قول کی تردید بھی ہوجاتی ہے، جس نے یہ کہا ہے کہ، جس کا فقر اضطراری ہو وہ فقر اختیاری سے زیادہ کامل ہوتا ہے، اگر اضطراری ہو تو یہ فقر کی صفت ہے اور اگر اختیاری ہو تو یہ فقر بندے کی صفت ہے، جب اس کا عمل کشش فقر سے منقطع ہوجائے تو اس سے بہتر ہے کہ تکلیف سے اپنا درجہ بنائے۔

حضرت سیدنا داتا گنج بخش قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ صفت فقر کا اس وقت زیادہ ظہور ہوتا ہے کہ جب تونگری کی حالت میں اس کے دل پر فقر کا ارادہ ہو پھر وہ ایسا عمل کرے جو اسے ابن آدم کی محبوب چیزوں سے یعنی دنیاوی مال و متاع کو دور کردے نہ کہ فقر کی حالت میں اس کا دل تونگری کی خواہش سے بھرپور ہو، اور ایسا عمل و کام کرے کہ جس کی بنا پر تونگروں، بادشاہوں اور درباریوں کے دروازوں پر نہ جانا پڑے، صفت فقر تو یہ ہے کہ انسان تونگری چھوڑ کر فقر اختیار کرے نہ یہ کہ فقر مال و منال اور جاہ و حشم کا طالب ہو۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر کا مرتبہ انبیاء علیہم السلام کے بعد ساری مخلوق سے افضل و مقدّم ہے، اور یہ جائز نہیں کہ کوئی ان سے آگے قدم رکھے اور معنوی اعتبار سے مقدم ہوجائے، کیوں کہ آپ نے فقر اختیاری کو فقر اضطراری پر مقدم و افضل رکھا ہے، یہی تمام مشائخ طریقت کا مذہب ہے۔ (کشف المحجوب صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۰/ از حضرت داتا گنج بخش لاہوری)

حضرت زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بیعت خلافت لی تو آپ نے ممبر پر کھڑے ہوکر خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

وَاللّٰہُ مَا کُنْتَ حریصا علی الامارۃ یوما ولا لیلۃ ولا کنت فیھا راغبا ولا سئالتھا اللہ قط فی سرّ و علانیتہ و مالی فی الامارۃ من راحتہ

(ترجمہ، خدا کی قسم ایک دن یا ایک رات کے لئے بھی میں امارت کا خواہاں نہیں ہوا، اور نہ مجھے اس کی رغبت ہے اور نہ ظاہر و باطن میں خدا سے اس کا سوال کیا ہے اور نہ میرے لئے امارت میں راحت ہے)۔

اللہ جب بندہ کو کمال صدق پر فائز کرتا ہے اور عزت و منزلت کے مقام پر متمکّن فرماتا ہے، تو بندۂ صادق منتظر رہتا ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے کیا حکم ہوتا ہے، جیسا بھی اس پر حکم وارد ہوتا ہے وہ اس پر قائم و برقرار رہتا ہے، اگر فرمان آئے کہ فقیر ہو تو فقیر ہوجاتا ہے اگر

فرمان ہے کہ امیر ہوجاتو امیر بن جاتا ہے، اس میں وہ اپنے تصرف و اختیار کو کام میں نہیں لاتا، یہی صورت حال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تھی۔

آپ نے ابتداء میں بھی ویسی ہی تسلیم و رضا کو اختیار فرمایا تھا، جس طرح انتہا میں اختیار فرمایا، صوفیاء کرام نے ترک دنیا اور حرص و منزلت کے چھوڑنے کو فقر پر اور ترک ریاست کی تمنا کو اس لئے پسند کیا کہ دین میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام مسلمانوں کے امامِ عام ہیں، اور طریقت میں آپ تمام صوفیاء کے امام خاص ہیں۔ (کشف المحجوب صفحہ ۱۱۰/ از حضرت داتا گنج بخش لاہوری)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق کا پہلا خطبہ

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہ شہرۂ آفاق خطبہ (جو آپ نے اپنی خلافت کے پہلے روز دیا تھا) کے الفاظ اوراق تاریخ سے کون نکال سکتا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے۔

ترجمہ، اے لوگو مجھے تمھاری امارت سونپی گئی ہے، اور میں اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہیں سمجھتا، اے لوگو، میں قرآن و سنت کا پابند ہوں اور اپنی طرف سے خلاف قرآن و سنت کوئی قانون نافذ کرنے والا نہیں ہوں، پس اگر میں حسن و خوبی سے اتباع قرآن و سنت کرتا رہوں تو میری امداد کرنا اگر مجھ میں ذرا سا میل اور ٹیڑھا پن پاؤ تو مجھے درست کرو۔ (سنت خیر الانام صفحہ ۸۵/ از پیر کرم شاہ ازہری)

اس سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوگئی کہ جو شخص قرآن و سنت پر عمل کرتا ہے وہی کامیابی اور سیدھی راہ پر ہے، اور وہ شخص قرب الٰہی پانے کا مستحق ہے، قرآن و سنت کو چھوڑ کر نہ کوئی کامیاب ہوا نہ ہوسکتا ہے۔ (مؤلف)

باب ۳

فضائل حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

فرمانِ الٰہی

وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿الصف: ۱۳﴾
اور ایک نعمت تمہیں اور دے گا جو تمہیں پیاری ہے اللہ کی مدد اور جلد آنے والی فتح اور اے محبوب مسلمانوں کو خوشی سنادو

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی، اے اللہ، تو ابوجہل یا عمر بن الخطاب دونوں میں سے اپنے ایک پسندیدہ بندے کے ذریعے اسلام کو غلبہ اور عزت عطا فرما، راوی کہتے ہیں کہ ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کو محبوب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، (جن کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کی دعا قبول ہوئی اور آپ مشرف بہ اسلام ہوئے)، (جامع ترمذی اردو، کتاب المناقب)

(۲) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔ (جامع ترمذی اردو، کتاب المناقب)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، تم سے پہلی امتوں میں محدّث (جن پر الہام کیا جاتا تھا) ہوا کرتے تھے اگر میری امت میں کوئی محدّث ہے تو وہ عمر ہے۔ (صحیح بخاری اردو، کتاب فضائلِ صحابہ)

(۴) حضرت محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے گھر کے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور اس وقت آپ ﷺ کے پاس قریش کی کچھ عورتیں اونچی آواز سے گفتگو کر رہی تھیں، جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور پردے میں چلی گئیں، اس پر حضور نبی اکرم ﷺ مسکرانے لگے، حضرت عمر نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ آپ کے دندانِ مبارک تبسم ریز رکھے، حضور نبی اکرم ﷺ

نے فرمایا، میں ان عورتوں پر حیران ہوں جو میرے پاس تھیں، (، اور خوب باتیں کررہی تھیں) کہ جب انہوں نے تمھاری آواز سنی تو پردے میں چھپ گئیں، حضرت عمر نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ، آپ زیادہ حق دار ہیں کہ یہ آپ سے ڈریں پھر حضرت عمر نے فرمایا، اے اپنی جان کی دشمنو، تم مجھ سے ڈرتی ہو اور حضور نبی اکرم ﷺ سے نہیں ڈرتیں، عورتوں نے جواب دیا، ہاں، آپ حضور نبی اکرم ﷺ کے مقابلہ میں سخت گیر اور سخت دل ہیں، پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، اے ابن خطاب، اس بات کو چھوڑو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جب شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتے ہوئے دیکھتا ہے تو تمھارے راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرلیتا ہے۔ (صحیح بخاری اردو، کتاب، فضائل صحابہ)

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، میں سویا ہوا تھا کہ میں نے خود کو جنت میں پایا، وہاں میں نے ایک محل کے کونے میں ایک عورت کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، میں نے پوچھا، یہ محل کس کا ہے، جواب ملا عمر فاروق کا، (میں نے اندر جانے کا ارادہ کیا) پس مجھے عمر فاروق کی غیرت یاد آگئی، اس لئے میں الٹے پاؤں لوٹ آیا، پس حضرت عمر رونے لگے، اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ، کیا میں آپ پر بھی غیرت کر سکتا ہوں۔ (صحیح بخاری اردو، کتاب، فضائل صحابہ)

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

دوسرے خلیفۂ راشد سرہنگ اہلِ ایمان، مقتدائے اہلِ احسان امام اہلِ تحقیق، دریائے محبت کے غریق، سیدنا ابو حفص عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپکے فضائل و کرامات اور فراست و دانائی مشہور و معروف ہیں، آپ فراست و صلابت کے ساتھ مخصوص ہیں، طریقت میں آپ کے متعدّد لطائف و دقائق ہیں، اسی معنیٰ و مراد میں حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ،۔

الحق ینطق علی لسان عمر

ترجمہ، حق عمر کی زبان پر بولتا ہے۔

یہ بھی فرمایا کہ،

کان فی الامم محدثون فان یك منهم فی امتی فعمر

گذشتہ امتوں میں محدثین گزرے ہیں، اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہیں،

طریقت کے بکثرت رموز و لطائف آپ سے مروی ہیں اس کتاب میں ان سب کا جمع کرنا دشوار ہے، البتہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے فرمایا،

العزلته راحته من خلفاء السوء۔

ترجمہ، (بدوں کی ہم نشینی سے گوشہ نشینی میں چین وراحت ہے)۔

گوشہ نشینی کے دو طریق

گوشہ نشینی دو طریقہ سے ہوتی ہے، ایک خلقت سے کنارہ کشی کرنے پر، دوسرے ان سے تعلق منقطع کرنے پر، خلقت سے کنارہ کشی کی صورت یہ ہے کہ ان سے منھ موڑ کر خلوت میں بیٹھ جائے، اور ہم جنسوں کی صحبت سے ظاہری طور پر بیزار ہوجائے، اور اپنے اعمال کے عیوب پر نگاہ رکھنے سے راحت پائے، خود کو لوگوں کے ملنے جلنے سے بچائے، اور اپنی برائیوں سے ان کو بچائے رکھے، اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خلقت سے الگ ہوجائے، اس کی صورت یہ ہے کہ اس کے دل کی کیفیت یہ ہوجائے، کہ وہ ظاہر سے کوئی علاقہ نہ رکھے، جب کسی کا دل خلق سے الگ ہوجائے، تو اسے کسی مخلوق کا اندیشہ نہیں رہتا، اور کوئی خطرہ نہیں رہتا کہ کوئی اس کے دل پر غلبہ پاسکے گا اس وقت ایسا شخص اگرچہ خلقت کے درمیان ہوتا ہے لیکن وہ خلقت سے جدا ہوتا ہے اور اس کے ارادے ان سے الگ ہوتے ہیں یہ درجہ اگرچہ بہت بلند ہے لیکن بعید از قیاس نہیں مگر یہی طریقہ سیدھا اور مستقیم ہے، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسی مقام پر فائز تھے، ظاہر میں تو سریر آرائے خلافت اور خلقت میں ملے جلے نظر آتے تھے، لیکن حقیقت میں آپ کا دل عزلت و تنہائی سے راحت پاتا تھا، یہ دلیل واضح ہے کہ اہلِ باطن اگرچہ خلق کے ساتھ ملے جلے ہوتے ہیں، لیکن ان کا دل حق کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے، اور ہر حال میں خدا کی ہی طرف رجوع ہوتا ہے، اور جس قدر وقت خلق سے ملنے جلنے میں صرف ہوتا وہ اسے حق کی جانب سے بلاء و امتحان شمار کرتے ہیں، وہ خلق کی ہم نشینی سے حق تعالیٰ کی طرف بھاگتے ہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ دنیا خدا کے محبوبوں کے لئے ہرگز پاک و صاف نہیں ہوتی، کیوں کہ احوال دنیا مکدر ہوتے ہیں، جیسا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

دار اُسّست علی البلوی بلا بلوی محال۔

(دنیا ایسا گھر ہے جس کی بنیاد بلاؤں پر رکھی گئی ہے، محال ہے کہ بغیر بلا کے وہ رہ سکے)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص صحابہ میں سے ہیں، اور بارگاہ الٰہی میں آپ کے تمام افعال قبول ہیں حتّٰی کی ابتداً جب مشرف بااسلام ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر عرض کیا،

قد استبشر یا محمد ﷺ اھل السمآء باسلام عمر۔

ترجمہ، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان والے آج عمر کے مشرف بااسلام ہونے پر بشارت و تہنیت دیتے ہیں اور وہ خوشیاں منارہے ہیں۔

صوفیاء کرام گدڑی پہنتے اور دین میں صلابت وسختی اختیار کرنے میں آپ کی پیروی کرتے اس لئے کہ آپ تمام امور میں سارے جہان کے امام ہیں۔(کشف المحجوب صفحہ ۱۱۱تا۱۱۲/)

باب ۴

فضائلِ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

فرمانِ الٰہی

مَّثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿البقرۃ: ۲۶۱﴾

ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

احادیث کریمہ

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نماز پڑھیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز نہیں پڑھی، عرض کیا گیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو کسی کی نماز جنازہ چھوڑتے نہیں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ شخص عثمان سے بغض رکھتا تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بھی اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ (جامع ترمذی اردو، کتاب المناقب)

(۲) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے، جہاں پانی تھا، اور (ٹانگیں پانی میں ہونے کے باعث) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں گھٹنوں سے یا ایک گھٹنے سے کپڑا ہٹا ہوا تھا، پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ڈھانپ لیا۔ (صحیح بخاری اردو، کتاب، فضائل صحابہ)

(۳) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمان رضی اللہ عنہ ہے۔ (جامع ترمذی اردو، کتاب المناقب)

(۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعتِ رضوان کا حکم دیا تو اس وقت حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر بن کر مکہ والوں کے پاس گئے تھے، راوی کہتے ہیں کہ لوگوں نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ

مبارک پر بیعت کی تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، عثمان، اللہ اور اس کے رسول کے کام میں مصروف ہے، یہ فرما کر آپ ﷺ نے اپنا (حضرت عثمان کی بیعت کے لئے) ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا پس حضرت عثمان کے لئے حضور اکرم ﷺ کا دستِ مبارک لوگوں کے اپنے ہاتھوں سے (کئی گنا) اچھا تھا۔ (جامع ترمذی، کتاب، المناقب)

(۵) حضرت عبد الرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اسوقت آپ ﷺ جیش عسرہ کے متعلق لوگوں کو ترغیب دے رہے تھے، حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ میں سو اونٹ مع سازو سامان اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے ذمہ لیتا ہوں، حضور نبی اکرم ﷺ نے پھر ترغیب دلائی، حضرت عثمان پھر اٹھے اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ میرے ذمہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دو سو اونٹ مع سازو سامان اور غلّہ کے ہیں، حضور نبی اکرم ﷺ پھر ترغیب دلائی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر کھڑے ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ میرے ذمّہ تین سو اونٹ مع سازو سامان کے اللہ کی راہ میں ہیں، راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ منبر پر سے اترے اور فرمایا، اس عمل کے بعد عثمان جو کچھ بھی آئندہ کرے گا، اس سے کوئی جواب طلبی نہیں ہوگی، یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین بار دہرائے۔ (جامع ترمذی اردو، کتاب، المناقب)

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

تیسرے خلیفہ راشد، مخزنِ حیاء، اعبدِ اہلِ صفا، متعلق بدر گاہ رضا، مجلّٰی بطریق مصطفیٰ، سیدنا ابو عمر عثمان بن عفّان ذوالنّورین رضی اللہ عنہ ہیں، ہر لحاظ سے آپ کے فضائل واضع اور آپکے مناقب ظاہر ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن ربّاح اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما، بیان فرماتے ہیں کہ جس دن بلوائیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کیا، ہم امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے، بلوائی جب دروازے کے سامنے پہونچے، تو آپ کے غلاموں نے ہتھیار اٹھالئے، آپ نے ارشاد فرمایا جو ہتھیار نہ اٹھائے وہ میری غلامی سے آزاد ہے، راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنے خوف کے سبب باہر نکل آئے، اثنائے راہ میں حضرت امام حسن ابن علی مرتضیٰ علیہ السلام آتے ہوئے ملے، ہم ان کے ہمراہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آگئے، تاکہ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کیا فرماتے ہیں، جب امام حسن اندر داخل ہوئے تو سلام عرض کیا پھر بلوائیوں کی حرکت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا، اے امیر المومنین میں آپ کے حکم کے بغیر مسلمانوں پر تلوار بے نیام نہیں کر سکتا، آپ امام

برحق ہیں آپ حکم دیجئے تاکہ آپ سے اس قوم کو دور کروں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا۔

یاابن اخی ارجع واجلس فی بیتك حتّٰی یاتی اللہ بامرہ فلا حاجتہ لنا فی اھراق الدماء

(ترجمہ، اے میرے بھائی علی کے فرزند جاؤ اپنے گھر آرام کرو یہاں تک کہ اللہ کا کوئی حکم وارد ہوجائے ہمارے لئے لوگوں کے خون بہانے کی ضرورت نہیں)۔

فرماتے ہیں مقام خلعت و دوستی میں بلا و مصیبت کے درمیان تسلیم و رضا کی یہ روشن علامت ہے، آپ کا یہ طرز عمل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس طرز عمل کے بالکل مماثل ہے جو ان سے آتش نمرود کی آزمائش کے وقت ظہور میں آیا تھا، چنانچہ نمرود ملعون نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خاتمہ کرنے کے لئے آگ جلائی تھی، اور ان کو گوبھن (منجنیق) میں رکھا تھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور عرض کیا، ھل لك من حاجتہ، کیا آپ کو کوئی حاجت ہے، حضرت خلیل علیہ السلام نے فرمایا، اما الیك فلا، بندہ سراپا محتاج ہے، لیکن تم سے کوئی حاجت نہیں، جبرائیل علیہ السلام نے کہا پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کیجئے، فرمایا۔ حسبی من سوالی علمہ بحالی، حق تعالیٰ میرے سوال سے بے نیاز ہے وہ میری حالت کو جانتا ہے مطلب یہ کہ مجھے اپنا حال عرض کرنے کی کیا ضرورت ہے، وہ جانتا ہے کہ مجھ پر کیا بیت رہی ہے، وہ میرے معاملے کو مجھ سے بہتر جانتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ میری درستگی وصلاح کس چیز میں ہے، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا معاملہ بھی بالکل اسی کے مشابہ اور حضرت خلیل علیہ السلام کے منجنیق میں رکھے جانے کے مقام پر تھے، اور بلوائیوں کا اجتماع، آتش نمرود کے قائم مقام، اور امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام حضرت جبرائیل علیہ السلام کی جگہ تھے، لیکن ان دونوں واقعہ میں فرق یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس بلا میں نجات ملی تھی، اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو اس بلا میں شہادت ملی، کیوں کہ نجات کا تعلق بقا سے ہے، اور ہلاکت کا تعلق فناء سے ہے۔

الغرض صوفیاء کرام جو مال و جان خرچ کرتے ہیں، اور بلاؤں میں تسلیم و رضا اور عبادت میں اخلاص برتتے ہیں، وہ سب انھیں کی اقتداء میں ہے، در حقیقت آپ حقیقت و شریعت کے امام برحق ہیں، اور آپ کی طریقت میں ترتیب یا تربیت درستی میں ظاہر ہے۔ (کشف المحجوب صفحہ ۱۱۳/ از حضرت خواجہ داتا گنج بخش لاہوری)

باب ۵

فضائلِ حضرت علی علیہ السلام

فرمانِ الٰہی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿المجادلة: ۱۲﴾

اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمھارے لیے بہت بہتر اور بہت ستھرا ہے، پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت علی بن ابی طالب قرشی ہاشمی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو الحسن ہے، ان کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہے کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وصال فرمایا تو ان (حضرت علی علیہ السلام) سے راضی تھے۔ (صحیح بخاری اردو، کتاب المناقب)

(۲) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے، کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہمیں ان کے نام بتا دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ علی بھی انہیں میں سے ہے، اور باقی تین ابوذر، مقداد، اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم ہیں، راوی کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں۔ (جامع ترمذی، کتاب المناقب)

(۳) حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ کوئی منافق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں کر سکتا اور کوئی مومن ان سے بغض نہیں رکھ سکتا۔

(۴) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم انصار لوگ، منافقین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کیساتھ ان کے بغض کی وجہ سے پہچانتے تھے۔ (جامع ترمذی، کتاب المناقب)

(۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔ (جامع ترمذی ادو، کتاب المناقب)

حضرت علی کرم اللہ وجہٗ الکریم

چوتھے خلیفہ راشد، اخیٔ مصطفیٰ، غریق بحر بلاء، حریق نار ولا مقتدائے جملہ اولیاء و اصفیاء حضرت سیدنا ابوالحسن علی مرتضیٰ شیر خدا ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ الکریم ہیں۔

طریق میں آپ کی شان عظیم اور مقام رفیع ہے، اصول حقائق کی تشریح و تعبیر میں آپ کو دسترس حاصل تھی، یہاں تک کہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ، **شیخنا فی الاصول والبلاء علی المرتضیٰ**، اصول و بلاء میں ہمارے رہنما و پیشوا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، اور آپ علم طریقت اور اس کے معاملات میں ہمارے امام ہیں، علم طریقت کو اہل طریقت اصول کہتے ہیں، معاملات طرقت دراصل بلاؤں کا تحمل ہے۔ منقول ہے کہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا اے امیر المومنین مجھے کوئی وصیت فرمائیے، آپ نے ارشاد فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

اپنے اہل و عیال سے انہماک تیرا سب سے مشغلہ نہ بن جائے اگر تیرے اہل و عیال اولیاء میں سے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں کو ضائع نہیں کرتا، اور اگر وہ دشمن خدا ہیں تو اس کے دشمن سے تیرا کیا سروکار، فرماتے ہیں وہ اپنے بندوں کو جیسا چاہتا ہے رکھتا ہے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اہلیہ کو جو کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی دختر تھیں، انتہائی نازک (دردزہ) میں چھوڑ کر تسلیم و رضائے الٰہی اختیار فرمائی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بے آب و گیاہ میدان میں چھوڑ کر رضائے الٰہی پر شاکر ہوگئے، انہوں نے ان کو اپنا سب سے بڑا مشغلہ نہ جانا اور ہمہ تن ہو کر دل کو حق سے واصل کر لیا، بالآخر انھیں دونوں جہان میں سرفرازی حاصل ہوئی۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک اور موقعہ پر کسی نے دریافت کیا کہ سب سے اچھا عمل کونسا ہے آپ نے ارشاد فرمایا، غناء القلب باللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل تونگر بنانا، جو دل خدا کے ساتھ غنی ہوتا ہے، اسے نہ تو دنیا کی نیستی پریشان کر سکتی ہے اور نہ دنیا کی ہستی خوش کر سکتی ہے، در حقیقت یہ فقر و تصوف کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ لہٰذا اہل طریقت کو چاہئے کہ عبادات کے حقائق، اشارات کے دقائق، دنیا و آخرت کے مال سے

انقطاع اور تقدیر الٰہی کے نظارہ میں آپ کی اقتداء کرے۔ (کشف المحجوب صفحہ ۱۱۴ تا ۱۱۵/ از حضرت خواجہ داتا گنج بخش لاہوری)

حضرت امام محمد غزالی رضی اللہ عنہ مکاشفۃ القلوب میں لکھتے ہیں، کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ یہ حدیث مرفوع بیان فرماتے ہیں، کہ جب تم کسی ضرورت یا کام کا ارادہ کرو تو اسے جمعرات کے دن شروع کرو اور جب اپنے گھر سے نکلو تو سورۃ آل عمران کا آخری حصہ، آیتہ الکرسی، سورۃ قدر اور سورۃ فاتحہ پڑھو کیوں کہ ان میں دنیا اور آخرت کی بہت سی حاجتیں ہیں۔ (مکاشفۃ القلوب صفحہ ۴۶۶/ از امام غزالی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے، ربّ ذوالجلال کی قسم، جو ہر آواز کو سنتا ہے، کوئی شخص ایسا نہیں ہے، جو اپنے دل میں مسرت کو جگہ دیتا ہے، مگر اللہ اس سرور سے لطف عطا فرماتا ہے پھر جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ اس سرور کو اس طرح بہالیجاتی ہے، جیسے پانی سمندر میں بہتا ہے، یہاں تک کہ اسے اجنبی اونٹ کی طرح ہنکا دیا جاتا ہے، نیز آپ نے فرمایا کہ ناہنجار لوگوں سے حاجت طلب کرنے سے حاجت کا پورا نہ ہونا بہتر ہے، آپ نے مزید ارشاد فرمایا اپنے بھائی کے پاس بہت زیادہ ضرورتیں لیکر نہ جاؤ کیونکہ بچھڑا جب تھنوں کو بہت زیادہ چوسنے لگتا ہے تو اس کی ماں اسے سینگ سے مارتی ہے۔ (مکاشفۃ القلوب صفحہ ۴۶۷/ از امام غزالی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وادیٔ حزن یا حزن کی گھاٹی سے پناہ مانگو پوچھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا چیز ہے، آپ نے ارشاد فرمایا، وہ جہنم کی ایک ایسی وادی ہے جس سے ہر روز جہنم بھی ستر مرتبہ پناہ مانگتا ہے، یہ وادی اللہ تعالیٰ نے ریاکار قاریوں کے لئے تیار کی ہے، یہ جہنم کی وسعت اس کی وادیوں کی گھاٹیاں، زندگی کے نشیب و فراز اور خواہشات نفسانی کی تعداد کے برابر ہیں، اور جہنم کے دروازے انسانی جسم کے ان اعضاء کی تعداد کے برابر ہیں، جن سے انسان جرائم کا ارتکاب کرتا ہے، وہ ایک دوسرے کے اوپر ہیں، اوپر والا، جہنم، پھر، سَقَر، پھر، لظیٰ، پھر، حطمہ، پھر، سعیر، پھر، جحیم، اور سب سے نیچے ہاویہ ہے، ذرا ہاویہ کی گہرائی کا تصور کرو، جس قدر انسان کی خواہشات نفسانی گہری ہوگی اسی قدر اسے ہاویہ کی گہرائی میں جگہ و ٹھکانہ ملے گا، اور جیسے انسان کی ہر امید ایک دوسری بڑی امید پر ختم ہوتی ہے اسی طرح ہاویہ کی ہر گہرائی دوسری گہرائی پر جاکر رکتی ہے۔ (مکاشفۃ القلوب صفحہ ۳۰۲/ از امام غزالی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کا قول ہے کہ امام سے مراد امام عصر ہے، جس کے روکنے سے وہ رک جاتے تھے، اور جس کے حکم پر وہ عمل کرتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ سب سے زیادہ

محبوب ہے جو فقیر ہو، اللہ کی رضا پر راضی ہو، اور اس کے عطا کردہ رزق پر قناعت کرے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب کوئی فقراء سے دشمنی رکھے دنیاوی شوکت و حشمت کا اظہار کرے، اور روپیہ جمع کرنے پر حریص ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ اس پر چار مصیبتیں نازل فرماتا ہے۔ قحط سالی، ظالم بادشاہ، خائن حاکم، اور دشمنوں کی ہیبت۔ (مکاشفۃ القلوب صفحہ ۲۶۸/ از امام غزالی)

صاحب مکاشفۃ القلوب فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے اپنے خطبہ میں فرمایا میں تمہیں، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور دنیا کو چھوڑنے کی وصیت کرتا ہوں، دنیا تمہیں چھوڑنے والی ہے، مگر تم اس سے چمٹے ہوئے ہو، وہ تمھارے جسموں کو بوسیدہ کرتی جارہی ہے، تم اسے نیا کرنے کی کوشش و فکر میں ہو، تمھاری مثال ایک مسافر کی ہے، تم دنیا میں سفر آخرت کے لئے زادراہ تیار کرنے آئے ہو، جس طرح مسافر کو سفر کے درمیان آرام نہیں ہوتا، اور وہ شب و روز طے منازل کے لئے قدم مارتا چلا جاتا ہے، اسی طرح دنیا میں قرار نہیں لینا چاہئے، اور شب و روز اعمال صالحہ کے قدموں سے سفر آخرت طے کرنا چاہئے، بہت سے انسان ایسے ہیں جن کی موت قریب آگئی، اور کچھ ایسے ہیں جن کی زندگی میں سے ابھی ایک ہی دن باقی ہے، اسے تلاش کرنے والا اس کی تمنا میں اسے چھوڑ جاتا ہے، لہٰذا اس دکھ تکلیف پر واویلا مت کرو، کیوں کہ یہ سب چیزیں عنقریب ختم ہونے والی ہیں، اس کے مال و دولت پر خوشی نہ مناؤ، کیونکہ یہ عنقریب زائل ہونے والی ہے، طالب دنیا پر حیرانگی ہے، وہ دنیا کو تلاش کر رہا ہے، اور موت اس کی تلاش میں ہے، وہ موت سے غافل ہے، مگر موت اس سے غافل نہیں ہے۔ (مکاشفۃ القلوب صفحہ ۲۵۰/ از امام غزالی)

لکھتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے ایک دن خطبہ ارشاد فرمایا، خبردار ہو جاؤ، تم مرنے والے ہو، موت کے بعد پھر اٹھائے جاؤ گے اور اپنے اعمال کی جزاء و سزا پاؤ گے، تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں مبتلا نہ کردے، یہ مصائب میں لپٹی ہوئی، ناپائیداری میں مشہور، دھوکے سے مشہور و موصوف اور اس کی ہر چیز زوال پزیر ہے، یہ اپنے چاہنے والوں میں ڈول کی طرح ہے، ہمیشہ ایک حالت میں نہیں رہتی، اس میں اترنے والا مصائب سے نہیں بچ سکتا، کبھی تو یہ اپنے چاہنے والوں پر خوشی و مسرت بکھیرتی ہے، اور کبھی غم و اندوہ سے ہم کنار کر دیتی ہے اسکی حالتیں مختلف ہیں، یہ اُدلتی بدلتی رہتی ہے، اس میں آرام قابل مذمت اور وسعت مال ناپائیدار ہے، یہ اپنے بسنے والوں کو تیروں کی طرح کمان سے نکل کر نشانوں پر مارتی رہتی ہے، اور انھیں موت سے ہم کنار کرتی رہتی ہے۔ (مکاشفۃ القلوب صفحہ ۲۴۷/ از امام غزالی)

ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے دنیا کی تعریف پوچھی آپ نے ارشاد فرمایا، میں اس گھر کی کیا تعریف کروں جس کا صحت مند اصل میں بیمار، جس کا بے خوف اصل

میں خوف زدہ، جس کا مفلس غمگین، جس کا مالدار مصائب میں مبتلا ہو، اور جس کا حلال کا حساب ہو، حرام پر عذاب ہو، اور مشکوک پر ملامت ہو، یہی بات آپ سے دوسری مرتبہ پوچھی گئی، تو آپ نے فرمایا، وضاحت سے بیان کروں یا مختصر جواب دوں، عرض کیا گیا مختصراً فرمائیے، آپ نے فرمایا اس کے مال حلال کا حساب ہے اور حرام پر عذاب ہے۔ (مکاشفتہ القلوب صفحہ ۲۳۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس شخص میں چھ عادتیں پائی جاتی ہیں، وہ نارِ جہنم سے دور اور جنت کا مطلوب ہے۔

(۱) جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان کر اس کی عبادت کی، (۲) جس نے شیطان کو پہچان کر اس کی مخالفت کی (۳) جس نے حق کو پہچان کر اس کی اتباع کی (۴) جس نے باطل کو پہچان کر اس سے دوری اختیار کی، (۵) جس نے دنیا کو پہچان کر اسے ترک کر دیا، (۶) جس نے آخرت کو پہچانا اور اس کا طلب گار رہا۔ (مکاشفتہ القلوب صفحہ ۲۲۸/ از امام غزالی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دوسرا نکاح حرام تھا، آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا کے وصال کے بعد کئی نکاح فرمایا، آپ کی کل نو بیویاں ہوئیں، (۱) حضرت سیدہ فاطمہ زہراء (۲) ام البنین (۳) لیلیٰ بنت ام سعود (۴) اسماء بنت عمیص (۵) امامہ بنت ابی العاص (۶) خولہ بنت جعفر (۷) صہبا بنت ربیعہ (۸) ام سعید بنت عروہ (۹) محیاء بنت امراء القیس۔

ان بیویوں سے بارہ بیٹے اور نو لڑکیاں ہوئیں، جن میں سے حضرات حسنین کریمین، سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم حضرت فاطمتہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم میں بے شمار خوبیوں اور اوصاف کے ایک صفت یہ بھی تھی کہ آپ کو بحالت جنابت مسجد میں آنے کی اجازت تھی۔

حضرت حسنین میاں برکاتی قدس اللہ العزیز اپنی تصنیف (کیا آپ جانتے ہیں) میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد آپ کو غسل دیا، اس پر صحابہ کرام نے اعتراض کیا آپنے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اے علی، فاطمہ تمھاری دنیا و آخرت میں بیوی ہیں، سو میرا نکاح ان کی وفات سے نہیں ٹوٹا، یہ حضرت مولا علی علیہ السلام کی خصوصیت تھی، آپ نے اپنی اور کسی بیوی کو غسل نہیں دیا۔ (کیا آپ جانتے ہیں)

باب ۶

فضائلِ حضرتِ امامِ حسن مجتبیٰ علیہ السلام

فرمانِ الٰہی

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿الأحزاب: ۳۳﴾

اللہ تو یہی چاہتا ہے، اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امامِ حسن علیہ السلام سینہ سے سر تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل مشابہ ہیں، اور امام حُسین علیہ السلام سینہ سے نیچے پاؤں تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل مشابہ ہیں۔ (جامع ترمذی اردو، کتاب المناقب)

(۲) حضرت مسیّب بن نجبہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر نبی کو سات نجیب یا نقیب عطا کئے گئے جب کہ مجھے چودہ نقیب عطا کئے گئے، راوی کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کہ وہ کون ہیں، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرے دونوں بیٹے (امام حسن اور امام حسین) جعفر، حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، مقداد، حذیفہ، عمار، اور عبد اللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ۔ (جامع ترمذی اردو، کتاب المناقب)

(۳) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادی حضرت سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد محترم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال کے دوران امام حسن اور امام حُسین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا، اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حسن میری ہیبت و سرداری کا وارث ہے اور حسین میری جرأت و سخاوت کا وارث ہے۔ (طبرانی)

(۴) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، حضرت امّ یمن رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا، حسن و

حسین علیہما السلام کہیں گم ہو گئے ہیں، راوی کہتے ہیں دن خوب نکلا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا، چلو میرے بیٹوں کو تلاش کرو، راوی کہتے ہیں ہر ایک نے اپنا اپنا راستہ لیا، اور میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ چل پڑا، آپ ﷺ مسلسل چلتے رہے حتیٰ کہ پہاڑ کے دامن تک پہونچ گئے، (دیکھا کہ) حسن اور حسین علیہما السلام ایک دوسرے کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں، اور ایک اژدہا اپنی دم پر کھڑا تھا، جس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں، (شہزادوں پر پہرے دے رہا تھا)، آپ ﷺ اس کی طرف تیزی سے بڑھے تو وہ اژدہا حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر سکڑ گیا پھر کھسک کر پتھروں میں چھپ گیا، پھر آپ ﷺ حسنین کریمین علیہما السلام کے پاس تشریف لائے اور دونوں کو الگ الگ کیا اور ان کے چہروں کو پونچھا اور فرمایا، میرے ماں باپ تم پر قربان، تم اللہ کے ہاں کتنی عزت والے ہو۔ (طبرانی)

(۵) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ﷺ چار ٹانگوں (گھٹنوں اور دونوں ہاتھوں کے بل) پر چل رہے تھے اور آپ ﷺ کی پشت مبارک پر حسنین کریمین علیہما السلام سوار تھے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے تمھارا اونٹ کیا خوب اونٹ ہے اور تم دونوں کیا خوب سوار ہو۔ (طبرانی)

حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام

ائمہ اہل بیت اطہار میں سے جگر بندِ مصطفیٰ، ریحان دلِ مرتضیٰ، قرۃ العین سیدہ زہراء، ابو محمد سیدنا امام حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما ہیں۔ طریقت میں آپ کی نظر کامل اور تعبیرات حقائق میں اعلیٰ درجہ کی دسترس حاصل تھی، یہاں تک کہ آپ نے اپنی وصیت میں فرمایا۔

علیکم بحفظ السرائر فان اللہ تعالیٰ مطلع علی الضمائر۔

تم اسرار ربانی کی حفاظت میں محکم رہنا، کیوں کہ اللہ دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے

اس کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اسرار ربانی کی حفاظت ایسی ہی کرتا ہے، جس طرح دلوں کے بھیدوں کو وہ دوسروں سے پوشیدہ رکھتا ہے، لہٰذا حفظ اسرار یہ ہے کہ غیروں کی طرف متوجہ نہ ہو اور حفظ ضمائر یہ ہے کہ اسکے اظہار میں حیاء مانع ہو۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے تحمل و بردباری کا اندازہ اسی واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے، کہ ایک روز امام حسن کوفہ کے دارالخلافہ کے دروازے پر تشریف فرما تھے، صحراء سے ایک دیہاتی آیا، اور اس نے آتے ہی آپ کو اور آپ کے والدین کو گالیاں دینا شروع کر دیں، آپ

نے اس سے پوچھا کیا تو بھوکا پیاسا ہے، یا تجھ پر کوئی مصیبت پڑی ہے اس نے پھر کہا آپ ایسے ہیں، اور آپ کے والدین ایسے ہیں، امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے فرمایا طشت میں چاندی بھر کر لاؤ، اور اسے دے دو، پھر فرمایا اے دیہاتی ہمیں معذور سمجھنا، گھر میں اس کے سوا اور کچھ نہ تھا، ورنہ اس کے دینے سے انکار نہ کرتا، جب دیہاتی نے آپ کا یہ صبر و تحمل دیکھا تو کہنے لگا، میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً آپ فرزند رسول ہیں، حقیقت یہ ہے کہ تمام مشائخ و اولیاء بھی آپ کی اس صفت کی اتباع کرتے ہیں، کیوں کہ ان کے نزدیک بھی لوگوں کا برا بھلا کہنا برابر ہے، اور ان کے ظلم و ستم سے وہ کوئی اثر نہیں لیتے۔ (کشف المحجوب صفحہ ۱۱۷ تا ۱۱۸/ از خواجہ گنج بخش لاہوری)

باب ۷

فضائلِ حضرت امامِ حُسین علیہ السلام

فرمانِ الٰہی

وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿آل عمران: ۱۵۷﴾

اور بیشک اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت ان کے سارے دھن دولت سے بہتر ہے۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿الأحزاب: ۳۳﴾

اللہ تو یہی چاہتا ہے، اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت عبد الرحمٰن بن ابی نعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کپڑے پر مچھر کا خون لگ جائے تو کیا حکم ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اس کی طرف دیکھو، مچھر کے خون کا مسئلہ پوچھتا ہے حالانکہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے (امام حسین علیہ السلام) کو شہید کیا ہے، اور میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، حسن اور حسین ہی تو میرے گلشنِ دنیا کے دو پھول ہیں۔ (جامع ترمذی اردو، کتاب فضائل صحابہ)

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، آپ کو اپنے اہلِ بیت میں سے سب سے زیادہ کون محبوب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حسن اور حسین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا کرتے تھے، کہ میرے بیٹوں کو بلاؤ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چومتے اور انہیں اپنے ساتھ لپٹا لیتے۔ (جامع ترمذی، کتاب المناقب)

(۳) حضرت ابوبریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہمیں خطبہ دے رہے تھے، اتنے میں حسنین کریمین علیہما السلام تشریف لائے، انہوں نے سرخ رنگ کی قمیضیں پہنی ہوئی تھیں، اور وہ (کم عمر ہونے کی وجہ سے) لڑکھڑا کر چل رہے تھے، حضور نبی اکرم ﷺ (انہیں دیکھ کر کہ کہیں شہزادے گر نہ پڑیں) منبر سے نیچے تشریف لے آئے، دونوں شہزادوں کو اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھالیا، پھر فرمایا، اللہ کا فرمان کتنا سچ ہے، تمھارے مال اور تمھاری اولاد محض آزمائش ہی ہیں۔ (التغابن، ۶۴، ۱۵) میں نے ان بچوں کو لڑکھڑا کر چلتے دیکھا تو مجھ سے رہا نہ گیا حتیٰ کہ میں نے اپنی گفتگو کاٹ کر انہیں اٹھالیا۔ (جامع ترمذی اردو، کتاب المناقب)

(۴) حضرت یزید بن ابو زیاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے باہر تشریف لائے اور سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر کے پاس سے گزرے تو امام حسین علیہ السلام کی رونے کی آواز سنی، آپ ﷺ نے (سیدۂ کائنات سلام اللہ علیہا سے) فرمایا، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس کا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے۔ (طبرانی)

(۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، حسن اور حسین دونوں شہزادے جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ (جامع ترمذی اردو، کتاب المناقب)

حضور سید الشہداء سیدنا امام حسین علیہ السلام

ائمہ اہل بیت اطہار میں سے شمع آل محمد ﷺ تمام دنیاوی علائق سے پاک و صاف اپنے زمانے کے امام و سردار، ابو عبد اللہ سیدنا امام حسین بن علی مرتضیٰ علیہم السلام ہیں۔ آپ اہل ابتلا کے قبلہ ورہنما اور شہید دشت کرب وبلا ہیں، اور تمام اہل طریقت آپ کے حال کی درستگی پر متفق ہیں، اس لئے کہ جب تک حق ظاہر و غالب رہا آپ حق کے فرمانبردار رہے، اور جب حق مغلوب و مفقود ہوا تو تلوار کھینچ کر میدان میں نکل آئے اور جب تک راہ خدا میں اپنی جانِ عزیز قربان نہ کردی، چین و آرام نہ لیا، آپ میں حضور اکرم ﷺ کی بہت ساری نشانیاں تھیں۔

چنانچہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک روز حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت امام حسین کو آپ نے اپنی پشت مبارک پر سوار کر رکھا ہے، ڈوری کا ایک حصہ حضور نے اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے، اور دوسرا حصہ امام

حسین علیہ السلام کے ہاتھ میں ہے، امام حسین آپ کو چلاتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زانو کے ذریعہ چلتے ہیں، میں نے جب یہ حال دیکھا تو کہا۔ **نعم الجمل جملك يا عبد الله**، اے ابو عبداللہ کتنی اچھی سواری ہے آپ کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، **نعم الراكب يا عمر**، یہ سوار بھی تو کتنا عمدہ ہے، سیدنا امام حسین علیہ السلام سے طریقت میں بکثرت کلام لطیف اور اس کے رموز و معارف منقول ہیں، چنانچہ آپ نے فرمایا، **اشفق الا خوان عليك دينك**، تمھارے لئے سب سے زیادہ رفیق و مہربان تمھارا دین ہے، اس لئے کہ بندے کی نجات دین کی پیروی میں ہے، اور اس کی ہلاکت اس کی مخالفت میں ہے، صاحبِ عقل و خرد وہی شخص ہے، جو مہربان کے حکم کی پیروی کرے، اور اس کی شفقت کو ملحوظ رکھے، اور کسی حالت میں اس کے فرمان سے منھ نہ پھیرے، برادر مشفق وہی ہوتا ہے جو اس کی خیر خواہی کرے، اور شفقت و مہربانی کا دروازہ اس پر بند نہ کرے، ایک روز ایک شخص نے حاضر ہو کر آپ سے عرض کیا کہ اے فرزند رسول، میں ایک مفلس و نادار شخص ہوں میں صاحب اہل و عیال ہوں مجھے اپنے پاس سے رات کے کھانے میں سے کچھ عنایت فرمائیے، حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا، بیٹھ جاؤ میرا رزق ابھی راہ میں ہے، کچھ دیر بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے دیناروں کی پانچ تھیلیاں آئیں، ہر تھیلی میں ایک ہزار دینار تھے، لانے والوں نے عرض کیا، کہ حضرت امیر معاویہ معذرت خواہ ہیں، اور عرض کرتے ہیں کہ فی الحال ان کو اپنے خدام پر خرچ فرمائیں، مزید پھر حاضر کئے جائیں گے، حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس نادار و مفلس شخص کو پانچوں تھیلیاں عنایت کرتے ہوئے معذرت کی کہ تمہیں بہت دیر انتظار کرنا پڑا، صرف اتنا ہی کمتر عطیہ تھا، اگر میں جانتا کہ اتنا کم ہے تو تمہیں انتظار کی زحمت نہ دیتا، مجھے معذور سمجھنا، ہم اہل ابتلاء سے تعلق رکھتے ہیں، ہم نے تو تمام دنیاوی ضرورتوں کو چھوڑ کر اپنی راحتوں کو فنا کر دیا ہے، دوسروں کی بھلائی کے لئے، آپ کے فضائل و مناقب اس قدر مشہور ہیں کہ کوئی بھی امتی اس سے بے خبر نہیں ہے۔ (کشف المحجوب صفحہ ۱۱۸ تا ۱۱۹/ از خواجہ گنج بخش لاہوری)

فضیلتِ اہلِ بیت اور مباہلہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد، پھر (اے رسول مکرم) جو لوگ علم حاصل ہو جانے کے بعد بھی آپ سے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق حجت و بحث کریں، تو آپ کہدیں آؤ ہم بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمھارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمھاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو اور تمہیں، پھر ہم مباہلہ (عاجزی کے ساتھ دعا) کریں، اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔ (آل عمران، ۶۱)

جب نجران کے وفد آئے تو پہلے آقائے کریم ﷺ نے ان کے سوالات پر دلائل پیش فرمائے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے ہیں، اور اس مسئلہ میں عیسائیوں کے تمام شبہات کو مکمل طور پر زائل فرمایا، اور جب نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ وہ ہٹ دھرمی سے کسی دلیل کو نہیں مان رہے ہیں تو انہیں عاجز کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان سے مباہلہ کرنے کا حکم دیا۔

روایت ہے کہ جب نجران کے وفد کو مباہلہ کرنے کے لئے بلایا گیا، نبی کریم ﷺ حضرت امام حسین کو گود میں اٹھائے ہوئے اور حضرت امام حسن کو انگلی پکڑائے ہوئے نکلے اور حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنھما آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے، اور آپ فرمارہے تھے، جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا، نصاریٰ کے سردار اسقف نے کہا اے نصاریٰ کی جماعت، میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ سے یہ دعا کریں کہ وہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹادے تو اللہ ان کی دعا قبول کرکے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹادے گا، سو تم ان سے مباہلہ نہ کرو، ورنہ تم ہلاک ہوجاؤ گے، اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہیں بچے گا، پھر انہوں نے جزیہ دینا قبول کرلیا، اور اپنے علاقہ میں واپس چلے گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، اللہ کا عذاب اہلِ نجران کے نزدیک آچکا تھا، اور اگر یہ مباہلہ کرتے تو انہیں بندر اور خنزیر بنادیا جاتا اور ان کی وادی میں آگ بھڑکتی رہتی اور اہلِ نجران کو ملیامیٹ کردیا جاتا حتیٰ کہ درختوں پر پرندے بھی ہلاک ہوجاتے اور سال ختم ہونے سے پہلے تمام عیسائی فنا کے گھاٹ اتر جاتے۔ (تفسیر تبیان القرآن، ج، ۲/ص، ۱۸۷/)

باب ۸

حضرت سجاد زین العابدین علی علیہ السلام

ائمہ اہل بیت اطہار میں سے وارث نبوت، چراغ امت، سید مظلوم، زین العباد، شمع اوتاد سیدنا ابوالحسن علی المعروف بہ زین العابدین بن امام حسین علیہم السلام ہیں، آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے زاہد و عبادت گزار اور کشف و حقائق و نطق دقائق میں مشہور ہیں، کسی نے آپ سے دریافت کیا، دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ نیک بخت اور سعید کون شخص ہے۔ آپ نے فرمایا، من اذا رضی لم یحملہ رضاہ علی الباطل و اذا سخط لم یخرجہ سخطہ من الحق، وہ شخص جب راضی ہو تو اس کی رضا اسے باطل پر آمادہ نہ کرے، اور جب ناراض ہو تو اس کی ناراضگی اسے حق سے بھٹکنے نہ دے، یہ وصف راست رو لوگوں کے اوصاف کمال میں سے ہے، اس لئے کہ باطل سے راضی ہونا بھی باطل ہے، اور غصہ کی حالت میں حق کو ہاتھ سے چھوڑنا بھی باطل ہے، مومن کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو باطل میں مبتلا کرے۔

آپ کے بارے میں منقول ہے کہ میدان کربلا میں جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنے اہل و عیال اور رفقاء سمیت شہید کر دیا گیا، اور حضرت امام زین العابدین کے سوا مستورات حرم کا کوئی محافظ و نگہبان نہ بچا آپ اس وقت بیمار و علیل تھے، چنانچہ اہل بیت اطہار کو اونٹوں کی ننگی پشت پر سوار کر کے دمشق لے جایا گیا، یزید بن امیر معاویہ کے دربار میں کسی نے آپ سے پوچھا، کیف اصبحت یا علی و یا اھلِ بیت الرحمہ، اے علی اے رحمت کے گھر والو، کس حال میں ہو۔

قال اصبحنا من قومنا بمنزلتہ قوم موسیٰ من آل فرعون، یذبحون ابناءھم و یستحیون نسآءھم فلا ندری صباحنا من مساءنا من حقیقتہ بلاءنا۔

ترجمہ، آپ نے فرمایا، ہماری حالت اپنی قوم کے ہاتھوں ایسی ہے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی حالت فرعونیوں کے ہاتھوں ہوئی تھی، کہ وہ ان کے فرزندوں کو قتل کرتے اور ان کی عورتوں کو چھوڑ دیتے تھے، لہٰذا ہم نہیں جانتے کہ اس امتحان گاہ میں ہماری صبح، ہمارے شام کے مقابلے میں کیا حقیقت رکھے گی، ہم خدا کی نعمتوں پر شکر بجالاتے ہیں، اور اس کی ڈالی ہوئی مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں۔ (کشف المحجوب، از خواجہ گنج بخش لاہوری)

باب ۹

حضرت ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام

ائمہ اہل بیت اطہار میں سے، طریقت میں حجت و دلیل، ارباب مشاہدہ کے برہان امام اولاد نبی، برگزیدۂ نسل علی، سیدنا امام ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنھم ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی، علوم کی باریکیوں اور کتاب الٰہی کے رموز و اشارات اور اس کے لطائف واضح طور پر بیان کرنے میں آپ کو کما حقہٗ دسترس حاصل تھی، آپ کی کرامتیں اور روشن دلائل اور دلائل قاطعہ زبان زد خاص و عام ہیں، بادشاہ وقت نے آپ کو شہید کرنے کے ارادے سے کسی کے ذریعہ بلوایا، جب اس کے قریب پہونچے تو وہ معذرت کرنے لگا، اور تحائف پیش کرکے عزت و احترام کے ساتھ واپس کیا، درباریوں نے حیرت و تعجب سے پوچھا، آپنے تو انھیں شہید کرنے کے لئے بلایا تھا، لیکن سلوک اس کے برعکس کیا، بادشاہ نے جواب دیا، جب وہ میرے قریب آئے تو میں نے دو شیروں کو ان کے داہنے اور بائیں کھڑے دیکھا، اور وہ زبان حال سے گویا تھے، کہ اگر تو نے امام کے ساتھ بد سلوکی کی تو ہم تجھے مار ڈالیں گے۔

منقول ہے کہ آپ نے آیتہ کریمہ، فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ، (جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان رکھا) کی تفسیر میں فرمایا) مَنْ شغلك عن مطالعته الحق فهو طاغوتك ترجمہ۔ جو تجھے حق تعالیٰ کے مطالعہ سے غافل کرے وہی تیرا طاغوت ہے۔

تو اے طالب حق، اب تمہیں یہ دیکھنا چاہئے کہ کون سی چیز حجاب بن رہی ہے، جو معرفت الٰہی میں مانع ہے، اور یاد خدا سے تمہیں غافل بنا رہی ہے، اسے ترک کردو تاکہ مکاشفہ ربانی حاصل ہو، اور کوئی حجاب و رکاوٹ درمیان میں حائل نہ رہے، کیوں کہ جو ان چیزوں کو ترک نہیں کرتا اس شخص کو زیب نہیں دیتا کہ وہ قرب کا دعویٰ کرے، آپکے ایک خادم خاص بیان کرتے ہیں کہ جب رات کا ایک پہر گزر جاتا ہے اور آپ ورد و وظائف سے فارغ ہوجاتے ہیں، تو بلند آواز سے مناجات کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں، اے میرے خدا، اے میرے مالک، رات آگئی ہے، اب بادشاہوں کا تصرف و اختیار ختم ہوچکا ہے، آسمان پر ستارے جھلملا رہے ہیں، خلقت گھروں میں جاچکی ہے، اور لوگ سوگئے ہیں، آوازیں خاموش ہوگئی ہیں، خلقت لوگوں کے دروازوں سے ہٹ چکی ہے، بنوامیہ بھی محو خواب و خور ہیں، انہوں نے اپنے خزانوں کو مقفل کرکے پہریدار کھڑے کردئے ہیں، جو لوگ ان

سے طمع ولالچ رکھتے تھے، وہ بھی ان سے دور ہو چکے ہیں، اے خدا تو زندہ و تابندہ ہے، اور دیکھنے اور جاننے والا ہے، تیرے لئے خواب و بیداری برابر ہے، جو تجھے ایسا نہ جانے وہ کسی نعمت کا مستحق نہیں ہے، اے خداوند کریم تجھ کو کوئی چیز کسی چیز سے روک نہیں سکتی، اور رات و دن تیری بقا میں اثر انداز نہیں ہوتے، تیری رحمت کے دروازے ہر دعا کرنے والے کے لئے کھلے ہوئے ہیں، اور تیرے خزانے تیری حمد و ثناء کرنے والوں کے لئے وقف ہیں، تو ایسا مالک حقیقی ہے کہ کسی سائل کو محروم رکھنا تیری شایان شان نہیں ہے، تو ہر مومن کی دعا قبول فرماتا ہے کسی کی دعا رد نہیں فرماتا، اور زمین و آسمان میں کسی سائل کو محروم نہیں رکھتا۔

اے میرے خدا جب موت، قبر، حساب، اور حشر کو یاد کرتا ہوں، تو دنیا میں یہ دل کسی طرح چین و قرار نہیں پاتا، لہٰذا جو بھی حاجت مجھے لاحق ہوتی ہے، میں تجھی سے عرض کرتا ہوں، اور تجھی کو فریاد رس جان کر تجھی سے مانگتا ہوں، اب میری عرض یہ ہے کہ بوقت موت عذاب سے محفوظ رکھنا، اور بوقت حساب بے عتاب راحت عطا فرمانا، آپ کا معمول تھا کہ اس دعا میں تمام رات گزار دیتے، اور برابر آہ و فغاں میں مشغول رہا کرتے تھے، ایک رات میں نے عرض کیا، اے میرے اور میرے ماں باپ کے آقا، یہ گریۂ زاری کا اور سینہ فگاری کا سلسلہ کب تک جاری رہے گا، آپ نے فرمایا، اے دوست، حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک فرزند حضرت یوسف علیہ السلام نظروں سے روپوش ہوئے تھے، اس پر وہ اتنا روئے تھے، کہ ان کی آنکھوں کی بصارت جاتی رہی تھی، اور آنکھیں سفید ہو گئی تھیں، لیکن میرے آبا واجداد دیگر خاندان کے اٹھارہ نفوس حضرت امام حسین کی رفاقت میں میدان کربلا کے اندر گم ہوئے ہیں، یہ غم کیا اس سے کچھ کم ہے، میں ان کے غم و فراق میں اپنے رب کے حضور فریاد کر کے کیوں آنکھیں سفید نہ کروں۔ (کشف المحجوب صفحہ ۱۲۵ تا ۱۲۶/ از خواجہ گنج بخش لاہوری)

باب ۱۰

حضرت امام جعفر بن محمد علیہ السلام

ائمہ اہل بیت اطہار میں سے یوسف سنت، جمال طریقت، حامل معرفت، مزین صفوف سیدنا ابو محمد امام جعفر بن محمد المقلب امام باقر بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنھم اجمعین ہیں، آپ کا حال بلند، سیرت پاکیزہ، ظاہر و باطن آراستہ و پیراستہ اور شمائل و خصائل شستہ و منور تھے، آپ کے ارشادات تمام علوم میں خوبی اور رقت کلام کی بنا پر مشہور ہیں، اور مشائخ طریقت میں باعتبار لطائف و معانی معروف ہیں، جن سے کتابیں بھری پڑی ہیں، آپ کا ارشاد ہے کہ، من عرف اللہ اعرض عما سواہ، جسے اللہ کی معرفت حاصل ہوگئی، وہ ماسوا اللہ سے کنارہ کش ہوگیا۔

اس لئے کہ جو شخص خدا سے واصل ہوجاتا ہے، اس کے دل میں کسی غیر کی کوئی قدر و منزلت باقی نہیں رہتی ہے، دراصل خدا کی معرفت اس کے غیر سے دور ہونے کا ہی نام ہے، اور اس علاحدگی سے ہی معرفت الٰہی واصل ہوتی ہے، جب تک غیر اللہ سے لگاؤ اور تعلق رہے گا، معرفت الٰہی سے محروم ہی رہے گا، چنانچہ عارف باللہ، مخلوق اور اس کی فکر سے بے نیاز ہوتا ہے، اور اس کا دل ماسوا اللہ سے جدا ہوکر خدا کے ساتھ واصل ہوجاتا ہے اس کے دل میں مخلوق کی کوئی قدر و منزلت نہیں رہتی، نہ وہ کسی حال میں ان کی طرف استقامت کرتا ہے، اور نہ ان سے کوئی علاقہ رکھتا ہے، آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ توبہ کے بغیر عبادت صحیح نہیں ہوتی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم فرمایا، چنانچہ فرماتا ہے، توبہ کرنے والے ہی عبادت کرنے والے ہوتے ہیں، کیوں کہ توبہ مقامات کی ابتداء اور عبودیت اس کی انتہا ہے، اللہ نے جب گناہگار بندوں کا ذکر فرمایا، تو توبہ کے حکم سے یاد کیا، چنانچہ فرماتا ہے، خدا کی بارگاہ میں تم گناہوں سے توبہ کرو اے مسلمانو۔ لیکن اللہ نے جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد فرمایا تو عبودیت و بندگی سے یاد فرمایا، چنانچہ فرمایا، فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ، ہم نے اپنے بندۂ خاص پر جو وحی چاہی نازل فرمائی، (کشف المحجوب اردو، از داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ)

حکایت

ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی قدس اللہ العزیز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور عرض کیا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی نصیحت فرمائیے، میرا دل سیاہ ہوگیا ہے، آپ نے فرمایا اے ابا سلیمان، تم تو اپنے زمانے کے مشہور عابد و زاہد ہو، تمہیں میری

نصیحت کی حاجت ہی کیا، انہوں نے عرض کیا اے فرزند رسول ﷺ آپ کو ساری مخلوق پر فضیلت حاصل ہے، اور آپ پر سب کی نصیحت فرمانا واجب ہے، آپ نے ارشاد فرمایا اے ابا سلیمان، میں ہمیشہ اس بات سے خائف رہتا ہوں کہ کل روز قیامت میرے جد کریم حضور اکرم ﷺ اس پر میری گرفت نہ فرمائیں کہ، تم نے کیوں میری اتباع کا حق ادا نہ کیا، کیوں کہ اتباع نبوی کا تعلق نہ نسب صحیح سے ہے نہ نسب قوی سے بلکہ پیروی کرنے سے ہی متعلق ہے، یہ سن کر حضرت داؤد طائی قدس اللہ سرہ العزیز رو کر عرض کرنے لگے، خداوندا جس کی خمیر ہی نبوت کی خاک سے ہے اور جس کی طبع نشو ونما اپنے جد کریم علیہ السلام کے برہان و حجت کے اصول سے ہے، اور جس کی مادرِ معظمہ حضرت فاطمہ زہراء ہیں، جو کہ خاتون جنت ہیں، وہی جب بذات خود اس حیرانی و پریشانی میں ہیں، تو داؤد کس گنتی و شمار میں ہے، وہ زہد و ورع پر کیسے بھروسہ کر سکتا ہے، (کشف المحجوب، از داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ)

حکایت

ایک دن آپ اپنے غلاموں کے ساتھ تشریف فرما تھے، آپ نے ان سے فرمایا آؤ، ہم سب مل کر عہد و پیمان کریں کہ ہم میں سے جو بھی بخشا جائے، وہ روز قیامت دوسرے کی شفاعت کرے، تمام غلام عرض کرنے لگے، اے فرزند رسول ﷺ آپ کو ہماری شفاعت کی کیا حاجت ہے، آپ کے جد کریم ﷺ تو خود ساری مخلوق کے شفیع ہوں گے، آپ نے فرمایا میں اپنے رب تعالیٰ پر شرمسار ہوں اور روز قیامت اپنے جد کریم ﷺ کے روبرو کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔

آپ کی یہ کیفیت اپنے نفس کی عیب گیری پر مبنی تھی، کیوں کہ یہ صفت اوصاف کمال سے متعلق ہے، اور اسی صفت پر خدا کے تمام مقبول بندے ہیں، خواہ وہ انبیاء و مرسلین ہوں، یا اولیاء و اصفیاء کیوں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ

اذا ارادالله بعبدہٖ خیر البصرہ بعیوب نفسہٖ

اللہ جب اپنے کسی بندے پر بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے نفس کے عیوب دکھا دیتا ہے

جو بندہ بارگاہ صمدیت میں تواضع و بندگی سے سر جھکاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دونوں جہان میں سربلند رکھتا ہے، (کشف المحجوب اردو، از داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ)

باب ۱۱

فضائلِ اولیاء

فرمانِ الٰہی

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿یونس: ۶۲﴾
سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم

إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿الأنفال: ۳۴﴾
اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں مگر ان میں اکثر کو علم نہیں۔

احادیث کریمہ

(۱) حضرت ابوہیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اسے اعلان جنگ کرتا ہوں، اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعے میرا قرب نہیں پاتا جو مجھے فرائض سے زیادہ محبوب ہو اور میرا بندہ مسلسل نفلی عبادات کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان (کی سماعت) بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ (کا نور) بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ (کی گرفت) بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں (کی توانائی) بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں، مجھے جو کام کرنا ہوتا ہے میں اس میں کبھی اس طرح متردد نہیں ہوتا جیسے مومن بندے کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہوں (ایسے کہ) اسے موت پسند نہیں اور مجھے اس کی تکلیف پسند نہیں، اسے امام بخاری اور ابن حبان نے روایت کیا۔ (صحیح بخاری اردو، کتاب الرقاق)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کتنے ایسے لوگ ہوتے ہیں جو پراگندہ حال ہوتے ہیں جنہیں دروازوں (کے باہر) سے ہی دھتکار دیا جاتا ہے (مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا یہ مقام ہوتا ہے کہ) اگر وہ کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھالیں تو وہ اسے ضرور پورا فرما دیتا ہے، (صحیح مسلم، کتاب، البر والصلۃ والاداب)

(۳) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں جنت کے بادشاہوں کے بارے میں نہ بتاؤں، میں نے عرض کیا، کیوں نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، وہ کمزور و ناتواں، پھٹے پرانے کپڑے والا، جس کی پرواہ نہیں کی جاتی مگر (اس کی شان یہ ہے کہ) اگر اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر وہ کسی شئے کی قسم کھا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اسے پورا فرما دیتا ہے، (سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد)

(۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کے راستوں میں سے کسی ایک راستے پر جا رہے تھے، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیاہ رنگت کا ایک مرا ہوا آدمی دیکھا جسے لوگوں نے اس راستے پر پھینکا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں پر موجود بعض لوگوں سے اس شخص کے بارے میں پوچھا، یہ کس کا غلام ہے، لوگوں نے عرض کیا، یہ آل فلاں کا غلام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا تم اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے، لوگوں نے عرض کیا، ہم اسے دیکھتے تھے کہ کبھی نماز پڑھتا تھا اور کبھی نہیں پڑھتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اٹھو اسے غسل دو، اور کفن پہناؤ، پس وہ اٹھے، اسے غسل دیا اور کفن پہنایا، پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جنازہ کے لئے کھڑے ہوئے، پس جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی تو فرمایا، سبحان اللہ، سبحان اللہ، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے سنا کہ جب آپ نے تکبیر کہی تو آپ یہ فرما رہے تھے، سبحان اللہ، سبحان اللہ، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سبحان اللہ، سبحان اللہ، کیوں فرما رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اس لئے کہ قریب تھا کہ فرشتے اس پر کثرت سے نماز جنازہ پڑھنے کے لئے حائل ہو جاتے۔ (تو میں نے اس کے مقام و مرتبے کو دیکھ کر سبحان اللہ کہا)۔ (طبرانی)

(۵) حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بیشک آخرت کے بادشاہوں میں بعض لوگ وہ بھی ہیں کہ اگر وہ بات کریں تو ان کی بات نہ سنی جائے، اگر غائب ہو جائیں تو انہیں تلاش نہ کیا جائے، اگر وہ شادی کے خواہاں ہوں تو انہیں رشتہ نہ ملے اور اگر وہ بادشاہ سے ملنے کے لئے اجازت طلب کریں تو انہیں اجازت نہ ملے (مگر ان کا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام و مرتبہ یہ ہے کہ) اگر روزِ قیامت ان کا نور تمام اہلِ دنیا پر تقسیم کیا جائے تو وہ نور سب کے سب کو پورا ہو جائے گا۔ (طبرانی)

(۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے تو عرض کیا، اے میرے رب، تجھے اپنے بندوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو سب سے زیادہ میرا ذکر کرنے والا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے اللہ، تیرے بندوں میں سے

زیادہ امیر کون ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو میری عطا پر راضی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا، اے اللہ، تیرا کون سا بندہ سب سے زیادہ حکمت و دانش والا ہے، اللہ نے فرمایا، جو اپنی ذات کے بارے میں بھی وہی فیصلہ کرے جو وہ دوسرے لوگوں کے لئے کرتا ہے، اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ (بیہقی، شعب الایمان)

(۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، علم دو طرح کے ہیں، ایک علم دل میں ہوتا ہے اور یہ علمِ نافع ہے اور ایک علم زبان پر ہوتا ہے یہ علم، ابن آدم پر اللہ تعالیٰ کی حجّت ہے۔ (بیہقی، شعب الایمان، و دارمی)

(۸) اور ایک روایت میں ہے کہ علم دو طرح کے ہیں، ایک علم دل میں راسخ ہوتا ہے، اور ایک علم زبان پر جاری ہوتا ہے، پس یہ علم اللہ تعالیٰ کے بندوں پر حجت ہے (یعنی اگر صحیح عمل نہیں کریں گے تو یہ ان کے خلاف گواہ ہوگا) اسے امام بیہقی اور دیلمی نے روایت کیا ہے۔ (بیہقی، شعب الایمان)

(۹) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک طویل روایت میں بیان فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جہنم پر ایک پُل (صراط) ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے، اس پل پر ٹیڑھے منھ والے لوہے کے سخت کانٹے ہوں گے، اللہ تعالیٰ جسے عذاب دینا چاہے گا، وہ اس کو پکڑ لیں گے، اور کچھ لوگ اس پل پر سے آنکھ جھپکنے کی دیر میں گزر جائیں گے، اور کچھ بجلی کی سی تیزی سے اور کچھ ہوا کی رفتار سے اور طاقتور تیز رفتار گھوڑوں کی رفتار سے اور کچھ عام سواریوں کی رفتار سے اس پر سے گزر جائیں گے، فرشتے اس دوران، رَبِّ سَلِّم رَبِّ سَلِّم، کی صدائیں لگا رہے ہوں گے، پس پل صراط سے نجات پانے والے عذاب سے بچ جائیں گے، اسی طرح جو تھوڑا بہت زخمی ہوگا، وہ بھی جہنم سے نجات پا جائے گا، اور کوئی آگ میں منھ کے بل اوندھا گر پڑے گا۔ اس حدیث کو امام احمد، ابن ابی الدنیا، ابن مندہ، ابن مبارک، اور اسی طرح بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (بیہقی، شعب الایمان)

(۱۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگوں میں سے بعض لوگ خیر کی کنجیاں اور شر کے تالے ہیں، اور لوگوں میں سے بعض لوگ شر کی کنجیاں اور خیر کے تالے ہیں، سو مبارک باد ہو ان لوگوں کو جن کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ نے خیر کی کنجیاں تھما دیں، اور ہلاکت ہو ان لوگوں کے لئے جن کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ نے شر کی کنجیاں تھما دیں، اس حدیث کو امام ابن ماجہ، ابو نعیم، ابن ابی عاصم، ابن مبارک اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ (بیہقی، شعب الایمان)

(۱۱) حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص

خلوص دل سے (لاالہ الااللہ) کہتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا، اور اگر تم نے اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کیا جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تمہیں اس طرح رزق دیا جائے گا، جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے وہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہوکر (اپنے گھروں کو) لوٹتے ہیں، اسے امام ابوحنیفہ، ترمذی، اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ (عرفان السنۃ، کتاب المناقب)

اقوال

فتوح الغیب میں لکھا ہے کہ حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنین میں سے ایک گروہ کو جو احباب (محبان خدا) اہل ولایت و معرفت سے ہیں، انہیں بلا میں مبتلا کرتا ہے، مگر اس لئے کہ ان کو بلا کی وجہ سے سوال (دعا) کی طرف لوٹائے، پھر جب وہ سوال کرتے ہیں تو اللہ ان کے سوال کو پسند کرتا ہے، اور ان کے سوال کے بعد پھر ان کی سوال کی قبولیت کو دوست رکھتا ہے، تاکہ کامل جود و کرم کی ان پر عطا اور بخشش کرے، کیوں کہ خود جود و کرم، جب کہ مومن سوال کرتا ہے، اللہ سے اجابت و قبولیت دعائے مومن کی استدعا کرتے ہیں، کبھی دعا قبول ہوجاتی ہے، مگر مقصود عدم اجابت و حرمان نصیبی کی وجہ سے نہیں بلکہ تاخیر قدر کی وجہ سے فوراً حاصل نہیں ہوتا، بس چاہئے کہ بندہ بلا نازل ہونے کے وقت ادب کرے، اور ترک اوامر اور ارتکاب نواہی کے اندر اپنے ظاہر و باطن گناہوں کو تلاش کرے، اور دیکھے کہ کہیں تقدیر پر تو چون و چرا نہیں کہ تھی۔

کیوں کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی گناہ کے مقابلے بلا میں مبتلا کیا جاتا ہے، پھر اگر بلا دور ہوگئی تو مقصود حاصل ہوگیا، ورنہ چاہئے کہ دعا اور تفرع اور عذر خواہی کرنے میں ہمیشہ مشغول رہے، اور اس پر مداومت کرے، کیوں کہ ممکن ہے کہ اس کا ابتلا اسی لئے ہو کہ وہ خدا سے سوال کرتا رہے، اور قبولیت دعا میں تاخیر ہونے پر ایسا نہ کرے کہ خدا پر تہمت لگائے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ (فتوح الغیب ترجمہ اردو، از حضور غوث اعظم، مترجم، سیدنا علامہ حکیم سکندر شاہ جہانگیری قدس اللہ العزیز)

باب ۱۲

محبت الٰہی کی وضاحت

فرمانِ الٰہی

تُحِبُّونَ اللّٰہَ اور یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ ﴿آل عمران: ۳۱﴾

ترجمہ، وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔

کے الفاظ میں محبت کا جو ذکر کیا گیا ہے اس پر اگر مزید غور کیا جائے، تو حقیقت یوں اجاگر ہو جاتی ہے کہ پھر کسی کو مجال انکار نہیں۔

محبت کیا ہے بندے کو محبت اللہ تعالیٰ سے کیسی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے بندے سے کا کیا معنی ہے محبت کہتے ہیں اس کشش اور میلان کو جو دل میں کسی باکمال ہستی کی طرف پیدا ہوتا ہے، خواہ وہ کمال جمال معنوی ہو یا صوری، حسن ظاہری ہو یا حسن سیرت، و شمائل اور یہ جذبہ اسے اس ہستی سے قریب تر ہونے کے لئے بیتاب رکھتا ہے۔

جب بندہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ گلستان حُسن و خوبی کی ہر پتی و ہر کلی پر اس ذات احدیت کا جمال جلوہ گر ہے، اور آنکھ جو کمال کہیں اور کسی شکل میں دیکھتی ہے، اس کا سرچشمہ وہی ذات ہے صمدیت ہے تو اس کے عشق و محبت اور اجلال و احترام کی محرابوں کے مصنوی صنم پاش پاش ہو جاتے ہیں اور اس کے ان تمام جذبات کا مرکز صرف ایک وہی ذات رہ جاتی ہے، اس کا یہ جذبہ ایجابی ہوتا ہے اس لئے اپنے محبوب حقیقی کی عبادت اور اطاعت میں عملی طور پر ظاہر ہوتا ہے، جذب نہاں کی اسی نمودار اور ظہور کو محبۃ العبد للہ کہتے ہیں (بندے کی اللہ سے محبت) کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اگر خلوص نیت اور عزم صادق کی زاد راہ لیکر وہ راہ عشق پر چل نکلے تو بارگاہ ربوبیت سے جلد ہی، رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ، (اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی) کی دلکش آواز سنائی دیتی ہے، اسی سرفرازی اور پزیرائی کو اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے سے محبت کہا جاتا ہے، دل عاشق میں وصال حبیب کے لئے بیقراری کی جو آگ بھڑک رہی ہوتی ہے، وہ اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ کوئی ایسی صورت نکالے خواہ جان پر ہی کیوں نہ کھیلنا پڑے جس سے وصال میسر ہو، اب اگر اللہ تعالیٰ اپنے عاشقان دلفگار کی رہنمائی نہ فرمائے

تو یہ ناممکن ہے کہ وہ اپنے عقل و فکر کی قوت سے قرب الٰہی حاصل کر سکیں کیوں کہ ان کی عقل کتنی ہی روشن ہو بہر حال محدود ہے، ان کا فکر کتنا ہی بلند پرواز ہو بہر حال انسانی فکر ہے اسی لئے رب العٰلمین نے اپنا رسول بھیجا اور تمام دنیا والوں کو بتادیا کہ اگر میری رضا و قرب کے خواہشمند ہو اور میرے وصال کے طلبگار ہو تو گمان و قیاس کی دلدلوں میں نہ بھٹکتے پھرو بلکہ میرے رسول کا دامن پکڑ لو، ان کے بتائے ہوئے طریقے پر میری یاد کرو ان کے سکھائے ہوئے اسلوب پر میری عبادت کرو، اپنے اقتصادی، سیاسی، اخلاقی، اور معاشرتی مشکلات کو ان کے ارشادات کے مطابق حل کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿البقرۃ:۲۰۸﴾

اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلے بیشک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔

یہی میری رضامندی کے حصول کا واحد ذریعہ ہے اور صرف اسی طرح تمہیں میرا قرب حاصل ہو سکتا ہے، اب اگر کوئی محبت الٰہی کا مدّعی ہونے کے باوجود (دعویٰ کرنے کے باوجود) اللہ کے نبی ﷺ کی اطاعت نہیں کرتا، یا تو وہ نادان ہے یا وہ اپنے دعویٰ محبت میں جھوٹا ہے، اس پر ہی اکتفا نہیں بلکہ اتباع نبی کریم ﷺ کی مزید برکات و خیرات کا بھی ذکر فرمایا کہ، ☆يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ☆کہ اطاعت رسول ﷺ کی برکت سے تمھارے گناہ معاف کردئے جائیں گے، تمھاری لغزشوں اور کوتاہیوں پر قلم عفو پھیر دی جائے گی، یہ تو سب جانتے ہیں کہ قوموں پر خدائے قہار کا عذاب ان کے گناہوں اور بدکرداریوں کہ وجہ سے نازل ہوتا ہے، قیامت خیز قحط، ہلاکت آمیز جنگیں، اور تباہ کن امراض کے سکنجہ میں قدرت بلاوجہ نہیں کس دیتی، بلکہ یہ انسان کی اپنی بداعمالیوں کا طبعی ردِّ عمل ہوا کرتا ہے۔

ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿الأنفال:۵۱﴾

یہ بدلہ ہے اس کا جو تمھارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا

لیکن اطاعت رسول عربی ﷺ وہ اکسیر ہے جس سے جاں بلب مریض شفایاب ہوجاتا ہے اس کے اعجاز سے ان قوموں کو تاج سروری عطا کیا جاتا ہے، اسی کے صدقے ان امتوں کو حیات نو اور ذوق عمل مرحمت کیا جاتا ہے، جو اپنی سست گامی سے زندگی کی دوڑ میں شکست کھا چکی ہوتی ہے۔ (بحوالہ سنت خیر الانام صفحہ ۳۶ر تا ۳۸ر از پیر کرم شاہ ازہری)

محبت اور محبوب

(۲) سرکار غوث اعظم قدس اللہ العزیز نے ارشاد فرمایا کچھ لوگ کہا کرتے ہیں کہ فلاں مقرب بنایا گیا، اور میں دور رکھا گیا، فلاں کو دیا گیا، اور میں محروم رکھا گیا، فلاں غنی بنایا گیا، اور میں محتاج رہا، فلاں تندرست بنایا گیا اور میں بیمار بنایا گیا، فلاں بزرگ بنایا گیا، اور میں حقیر رکھا گیا، فلاں کی تعریف کی گئی اور میری مذمت کی گئی، فلاں سچا بنایا گیا، اور میں جھوٹا بنایا گیا، کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ واحد ہے، اور واحد محبت میں وحدت اور یکتائی کو پسند کرتا ہے، اگر اللہ غیر کے ذریعہ سے تجھے اپنے فضل و کرم و رحمت سے قریب کردے تو پھر خدا سے تیری محبت کم ہوجائے گی، اور خدا اور اس کے غیر پر تقسیم ہوجائے گی، اس وجہ سے کہ بسا اوقات تجھ میں اس شخص سے محبت پیدا ہوگی، جس سے مواصلت کا اور جس کے ہاتھ سے نعمت پہونچنے کا اظہار ہوا ہے، اور اللہ کی محبت تیرے دل سے کم ہوجائے گی، لیکن اللہ تعالیٰ غیور ہے، شریک، کو پسند نہیں فرماتا، بس یہ وجہ ہے کہ اس نے غیر کے ہاتھ کو تیرے صلۂ رحمی سے اور اس کی زبان کو تیری حمد و ثناء سے اور اس کے پاؤں کو تیری طرف آنے سے روک دیا ہے، تاکہ اس کے سبب تو خدا سے روگردان نہ ہو، کیا تو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں سنا کہ قلوب انسانی کی پیدائش اس طرح پر ہے کہ وہ اپنے احسان کرنے والوں سے محبت، اور برائی کرنے والوں سے بغض و عداوت رکھتے ہیں، بس اللہ تعالیٰ مخلوق کو تجھ پر ہر طرح کے احسان کرنے سے روک دیتا ہے، یہاں تک کہ تو اسے یکتا جانے اور اسی کو دوست جانے، اور تو اپنے ظاہر و باطن کے ساتھ اپنے تمام حرکت و سکنات میں ہر طریقہ سے اللہ ہی کے لئے ہوجائے، پھر تو نہ دیکھے خیر کو، مگر اسی کی طرف سے، اور نہ دیکھے شر کو مگر اسی کی طرف سے، اور تو مخلوق اور نفس اور خواہش اور آرزو اور سب ماسوائے مولیٰ سے فنا ہوجائے، جب تو ایسا ہوجائے گا، تو پھر تیری طرف ہاتھ عطا و بخشش فراخی کے ساتھ کھول دئے جائیں گے، اور زبانیں تیری حمد و ثناء کے لئے، کھول دی جائیں گی، پھر اللہ تعالیٰ تجھے دنیا میں اس کے بعد عقبیٰ میں ہمیشہ ناز و نعم کے ساتھ رکھے گا، بس بے ادبی نہ کر اور اس ذات کی طرف دیکھ جس کی نظر تیری طرف ہے، اور اس کی جانب توجہ کر جو تیری طرف متوجہ ہے، اور اس کو دوست رکھ جو تجھے دوست رکھتا ہے، اور اسے جواب دے جو تجھے پکارتا ہے، اور اسے اپنا ہاتھ دے جو گرنے سے تجھے تھامتا، اور ظلمات جہل سے تجھے نکالتا، اور ہلاکت سے تجھے نجات دیتا ہے، اور نجاست سے تجھے دھوتا، اور میلوں اور آلائشوں سے تجھے پاک کرتا ہے، اور تیرے نفس مردار کی بدبو اور تیرے ردّی ارادوں سے تجھ کو خلاصی دیتا ہے، اور نفس امّارہ، کی برائی سے تجھ کو رہائی عطا کرتا ہے، اور ان لوگوں سے رہائی دیتا ہے، جو تیرے بھٹکے

ہوئے، گمراہ کرنے والے ساتھی (یعنی) تیرے شیطان ہیں، اور ان سے جو تیرے جاہل دوست راہِ حق کے ایسے ڈاکو ہیں جو تمام نفیس قیمتی اور عزیز چیزوں کے اور تیرے درمیان حائل ہیں، بس کب تک تو عادات میں مقید اور مخلوق میں گرفتار رہے گا، کب تک خواہش کی پیروی اور اپنے مولیٰ سے سرکشی کرے گا، کب تک دنیا و آخرت اور غیر مولیٰ میں پابند رہے گا، تو ہر شئے کے خالق سے اور ہر شئے کے وجود میں لانے والے سے کہاں دور پڑا ہے، یاد رکھ کہ اول و آخر ظاہر و باطن وہی ہے، مرجع و ماویٰ اسی کی طرف ہے، اور قلوب اور ارواح کی طمانیت اور بوجھوں اتر جانا اور عطا و احسان کرنا سب اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔
(فتوح الغیب اردو، از حضور غوث اعظم، مترجم سید سکندر بنارسی)

باب ۱۳

صوفیاء کرام اور تصوف

تصوف

صاحبِ کشف المحجوب خواجہ داتا گنج بخش قدس اللہ العزیز لکھتے ہیں کہ اللہ فرماتا ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ﴿الفرقان: ۶۳﴾

اور رحمن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام

آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَنْ سَمِعَ صَوْتَ اَهْلِ التَّصَوُّفِ فَلَا يُؤَمِّنْ عَلٰى دُعَائِهِمْ كُتِبَ عِنْدَاللّٰهِ مِنَ الْغَافِلِيْنَ O

ترجمہ، جو صوفیاء کی آواز سنے اور ان کی دعا پر آمین نہ کہے تو وہ اللہ کے نزدیک غافلوں میں شمار ہوگا، اہلِ علم حضرات نے اسمِ تصوف کی تحقیق میں بہت کچھ کہا ہے اور کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، چنانچہ اہلِ علم کی ایک جماعت کہتی ہے کہ صوفی کو اس لئے صوفی کہا جاتا ہے کہ وہ صوف (پشمینہ) کے کپڑے پہنتے ہیں، اور بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ اول صف میں ہوتے ہیں۔
(کشف المحجوب اردو، ص، ۶۳/)

تصوف کی قسمیں

تصوف کے ماننے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں، ایک کو صوفی، دوسرے متصوف، اور تیسرے کو مستصوف کہتے ہیں۔

(۱) صوفی وہ ہے جو خود کو فنا کر کے حق کے ساتھ مل جائے، اور خواہشاتِ نفسانیہ کو مار کر حقیقت سے پیوست ہو جائے۔

(۲) متصوف وہ ہے جو ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ اس مقام کی طلب کرے، اور وہ اس مقام کی طلب و حصول میں صادق و راستباز رہے۔

(۳) مستصوف وہ ہے جو دنیاوی عزت و منزلت اور مال و دولت کی خاطر خود کو ایسا بنالے اور اسے مذکورہ منازل و مقامات کی کچھ خبر نہ ہو۔ (کشف المحجوب، ص، ۶۹/ از خواجہ داتا گنج بخش علی ہجویری)

آٹھ خصلتوں پر تصوف کی بنا ہے

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا میں تجھے وصیت کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اس کی فرمانبرداری کرنے کی، اور ظاہری شرع کی پابندی کرنے اور سینہ کو پاک رکھنے کی، اور سخاوت نفس اور بشاشت چہرہ کی، اور مصرف میں آنے والی چیزوں کو خرچ کرنے کی اور اذیت دینے سے رکنے کی اور تکلیف و فقر کے مصائب اٹھانے کی، اور حرمت مشائخ کے نگاہ رکھنے کی، اور بھائیوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کی اور چھوٹوں کو نصیحت کرنے کی، اور رفقاء سے ترک خصومت کرنے کی اور فقر کو برداشت کرنے کی اور لوگوں کی حاجت براری کرنے کی، اور ذخیرہ کرنے سے دور رہنے کی اور جو لوگ کہ گروہ سالکین سے نہیں ہیں، ان کی صحبت چھوڑ دینے کی، اور دینوی اور دنیاوی کاموں میں بندگان خدا کی امداد کرنے کی اور فقر کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے جیسے شخص کا محتاج نہ ہو اور غناء کی حقیقت یہ ہے کہ مخلوق سے بے نیاز ہو جائے، اور تصوف قیل و قال سے نہیں بلکہ بھوک سے اور اشیائے مالوفہ و پسندیدہ کو چھوڑنے سے حاصل ہوتا ہے، اور فقیر کے ساتھ اول علم سے پیش نہ آ، بلکہ پہلے اس کے ساتھ نرمی سے پیش آ، اس لئے کہ علم اس مبتدی کو وحشت میں ڈالے گا، اور نرمی اس میں انس پیدا کرے گی، اور تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر رکھی گئی ہے۔

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح سخی ہونا۔
(۲) حضرت اسحٰق علیہ السلام کی طرح راضی رہنا۔
(۳) حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح صبر کرنا۔
(۴) حضرت زکریا علیہ السلام کی طرح مناجات کرنا۔
(۵) حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرح غربت اختیار کرنا۔
(۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح صوف پہننا۔
(۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح سیر کرنا۔
(۸) ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح فقر اختیار کرنا، اُپر لاکھوں کروڑوں سلام ہو۔ (فتوح الغیب)

سالکین اہل مجاہدہ کے لئے دس خصلتیں

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا، مجاہدہ اور محاسبہ (نفس) کرنے والے اولوالعزم سالکین راہ حق کے لئے دس خصلتیں ہیں، جن پر انہوں نے مداومت کی ہے، پھر ان خصائل کو جب وہ اللہ کے حکم سے قائم اور مضبوط کر لیتے ہیں، تو شریعت کے بلند مرتبوں پر پہونچ جاتے ہیں۔

پہلی، خصلت یہ ہے کہ، بندہ قصداً یا سہواً جھوٹی قسم یا سچی، اللہ کی قسم نہ کھائے، اس لئے کہ اس خصلت کو جب اپنی ذات میں مضبوط کر لیا، اور اپنی زبان کو اس کا عادی بنالیا، تو یہ عادت بندہ کو قصداً یا سہواً، ہر طرح کی قسم چھوڑنے کی طرف لے آتی ہے، اور جب وہ اس قسم کے چھوڑنے کا عادی ہو گیا، تو اللہ اس پر اپنے انوار کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیتا ہے، پھر وہ اپنے دل میں اس عادت کی منفعت اور اپنے درجہ میں رفعات اور اپنے عزم و صبر میں قوت پاتا ہے، اور بھائیوں میں تعریف اور پڑوسیوں میں بزرگی حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ جو اسے پہچانتا ہے اس کی پیروی کرتا ہے، اور جو اسے دیکھتا ہے اس سے ہیبت کھاتا ہے۔

دوسری، خصلت یہ ہے کہ، قصد کے ساتھ یا مذاق کے ساتھ ہر طرح جھوٹ کہنے سے بچے، اس لئے کہ جب ایسا کرے گا، اور اس صفت کو اپنے نفس میں مضبوط رکھے گا، اور اس سچ بولنے کو زبان کی عادت کر لے گا، تو اللہ اس کا سینہ کھول دے گا، اور اس شرح صدر سے اس کا علم روشن کر دے گا، ایسا کہ گویا وہ جھوٹ کو جانتا پہچانتا ہی نہیں، اور جھوٹ دوسرے سے سنے گا تو اس پر ناراض ہو گا، اور اپنے دل میں اسے ملامت کرے گا، اور اگر اس سے اس خصلت کے دور ہونے کی دعا کرے گا تو اس کو ثواب ملے گا۔

تیسری، خصلت یہ ہے کہ اگر کسی سے کسی شئے کا وعدہ کرے تو اس وعدے کا خلاف کرنے سے بچے یا قطعی طور کا وعدہ ہی نہ کرے، کیوں کہ یہ وعدہ نہ کرنا، اس کے حق میں خلاف وعدہ سے بچنے کے لئے زیادہ قوی ہے، اور اس کے راستے کے لئے زیادہ میانہ روی ہے، اس لئے کہ خلاف وعدہ جھوٹ کی ایک قسم ہے اور جب خلافی سے ڈر کر وہ ایسا کرے گا تو اس کے لئے سخاوت کا دروازہ اور حیا کا در کھل جائے گا، اور صادقین کے دلوں میں اس کی محبت ہو گی، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اسے رفعت دی جائے گی۔

چوتھی، خصلت یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی چیز پر لعنت نہ کرے، اور کم و بیش کسی پر ایذا نہ پہونچائے، کیوں کہ یہ صفت اخلاق ابرار و صدیقین میں سے ہے، اور ایسے شخص کے لئے حسن خاتمہ ہے، اور دنیا میں ان درجات کے ساتھ جو خدا نے اس کے لئے مہیا کر رکھے

ہیں، حفاظت الٰہی میں رہتا ہے، اور اللہ اسے ہلاکت میں گرنے سے بچاتا، اور مخلوق کے تکلیف سے اس کو سلامت رکھتا ہے اور بندوں پر شفقت کرتا اور اپنا قرب اسے عطا کرتا ہے۔

پانچویں، خصلت یہ ہے کہ کسی مخلوق پر بھی بدعا کرنے سے بچے، اگرچہ اس پر ظلم کیا گیا ہو، پھر ظلم کرنے والے سے بول چال نہ چھوڑے، اور اس کے کردار کا اس سے بدلہ نہ لے، اور اپنے قول و فعل سے اس کی ہمسری نہ کرے، بلکہ خدا کے لئے تحمل و برداشت کرے، اس لئے کہ یہ خصلت اپنے صاحب کو درجات عالیہ کی طرف بلند کرتی ہے، اور بندہ اس خصلت کے ساتھ جب مؤدب و آراستہ ہوجاتا ہے، تو دنیا و آخرت میں بڑے درجے کو پالیتا ہے، اور دور و نزدیک کی تمام مخلوق میں محبت اور دوستی اور مقبولیت کو، اور دعا کی قبولیت کو اور عبادت اور امور خیر میں بلندیٔ مرتبہ اور قلوب مومنین میں اپنے اعزاز اپنے وقار کو۔

چھٹی، خصلت یہ ہے کہ، اہل قبلہ میں سے کسی مخلوق پر یقین کے ساتھ کفر و شرک اور نفاق کی گواہی نہ دے، کیوں کہ یہ خصلت رحمت سے زیادہ قریب اور مرتبہ میں زیادہ بلند ہے، اور یہ خصلت کمال اتباع سنت ہے، اور اللہ کے علم میں دخل دینے سے بہت بعید اور خدا کے غضب سے بہت دور رکھنے والی ہے اور یہ خصلت اللہ کی رحمت و رضامندی سے بہت قریب ہے، بس اللہ کے نزدیک یہ ایک بلند اور بڑا دروازہ ہے، جو بندۂ مومن کو تمام مخلوق پر مہربانی کرنیکا مالک بنادیتا ہے۔

ساتویں، خصلت یہ ہے کہ گناہوں کی چیزیں دیکھنے سے ظاہر و باطن میں بچے، اور اپنے اعضاء کو گناہوں سے باز رکھے، کیوں کہ یہ عمل اس دنیا میں قلب اور جوارح کو حصول ثواب کی طرف جلد لے جانے والا ہے، باوجود ان ذخائر کے جنہیں خیر آخرت سے اللہ نے اس کے لئے رکھا ہے، ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں، کہ ان تمام خصلتوں پر عمل کرانے سے ہم پر احسان کرے اور ہماری شہوات کو ہمارے دل سے نکال دے۔

آٹھویں، خصلت یہ ہے کہ، مخلوق میں سے کسی پر خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا اپنا بوجھ ڈالنے سے خواہ وہ تھوڑا ہو یا بہت پرہیز کرے، بلکہ تمام مخلوق سے اپنی ان چیزوں کا بوجھ اٹھالے جن کی اسے احتیاج ہے یا وہ مستغنی ہے، کیوں کہ یہ خصلت عابدین کی پوری عزت ہے، اور متقین کا شرف ہے، اور اسی سے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قوت پاتا ہے، پھر سب مخلوق اس کے نزدیک ایک مرتبہ میں ہو جاتی ہے، جب مومن ایسا ہوجائے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے لے جائے گا غنا اور یقین کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ رکھنے کی طرف، اور اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی خواہش نفس سے بلند نہیں کرتا، پھر اس مومن کے نزدیک حق میں تمام مخلوق برابر ہوجائے گی، اور اس پر یقین رکھنا چاہئے کہ یہ عزت مومنین کا دروازہ ہے، اور متقین کے لئے شرف اور یہ خصلت مقامِ اخلاص تک پہونچنے کے لئے بہت قریب کا دروازہ ہے۔

نویں، خصلت یہ ہے کہ، سالک کو بہتر ہے کہ لوگوں سے طمع نہ رکھے اور جو چیزیں کہ مخلوق کے پاس ہیں، نفس کو ان کے لالچ میں نہ ڈالے، بس بیشک یہ بڑی عزت اور خالص غنا اور بڑی بادشاہی ہے، اور بڑا فخر اور روشن یقین ہے، اور شفاء دینے والا کھلا ہوا، توکل ہے، اور زہد اور خدا پر اعتماد رکھنے کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اور اسی سے پرہیزگاری پائی جاتی ہے، اور عبادت کامل ہوتی ہے، اور یہ ان لوگوں کی علامت میں سے ہے کہ جنہوں نے سب رشتے ختم کر کے اللہ ہی سے تعلق رکھا۔

دسویں، خصلت یہ ہے کہ تو تواضع کرے، اس واسطے کہ تواضع سے عابد کا محل اونچا اور مرتبہ بلند کیا جاتا ہے اور خدا و خلق کے نزدیک اس کی عزت و بلندی پوری ہو جاتی ہے، اور دنیا و آخرت کی جس چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس پر قادر ہو جاتا ہے، اور یہ خصلت کل طاعات کی اصل اور ان کی فرع اور ان کا کمال ہے، اور اسی سے بندہ ان صالحین کے مرتبے پاتا ہے، جو خوشی اور تکلیف دونوں میں اللہ سے راضی ہیں، اور یہ خصلت تواضع کمال تقویٰ ہے، اور تواضع کی تعریف یہ ہے کہ بندہ جس کسی سے بھی ملے اس کی بڑائی اپنی ذات پر دیکھے، اور کہے شاید یہ شخص مجھ سے بہتر اور مرتبہ میں بلند ہو، پس اگر وہ چھوٹا ہے تو کہے کہ اس نے اللہ کی نافرمانی نہیں کی اور میں نے بے شک نافرمانی کی ہے، پھر کوئی شبہہ نہیں کہ وہ مجھ سے بہتر ہے، اور اگر وہ بڑا ہے تو کہے کہ اس نے مجھ سے پہلے اللہ کی عبادت کی ہے، اور اگر وہ عالم ہے تو کہے کہ اسے وہ چیز دی گئی ہے جس تک میں نہیں پہونچا، اور اس نے وہ چیز پائی ہے، جو میں نے نہیں پائی، اور اس نے اس چیز کو جانا ہے جسے میں نے نہیں جانا، اور وہ علم کے ساتھ عمل کرتا ہے، اگر وہ جاہل ہے تو کہے کہ اس نے اللہ کی نافرمانی انجانے میں کی ہے، اور میں نے جان کر اللہ کی نافرمانی کی ہے، اور میں نہیں جانتا کہ میرا خاتمہ کس حال پر ہوگا، اور اس کا خاتمہ کس حال پر ہوگا، اور اگر وہ کافر ہے تو کہے میں نہیں جانتا شاید کہ یہ مسلمان ہو جائے، اور پھر اس کا خاتمہ عمل خیر پر ہو، اور ممکن ہے کہ میں کافر ہو جاؤں، اور میرا خاتمہ برے عمل پر ہو، اور یہ خصلت دروازہ ہے، غیر پر شفقت کرنے اور اپنے نفس پر ڈرنے کا اور یہ زیادہ بہتر ہے کہ اس سے ہمیشہ ڈرا جائے، اور یہ وہ انتہائی چیز ہے جس کا اثر بندوں پر باقی رہے گا، جب بندہ ایسا ہو جائے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے آفات نفس سے محفوظ رکھے گا، اور اللہ کے لئے نصیحت کرنے والے صاحب ارشاد کے مقام میں پہونچائے گا، اور وہ دوستان و مقبولان بارگاہ الٰہی سے اور اللہ کے دشمن ابلیس کے دشمن میں سے ہوگا، اور یہ دروازہ رحمت کا ہے اور اسی تواضع کے ساتھ کبر کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، اور عُجب کی رسّی کٹ جاتی ہے، اور بندہ کے نفس کی بڑائی کا درجہ دین اور دنیا و آخرت میں گھٹ جاتا ہے، اور تواضع عبادت کا مغز ہے، اور زاہدوں کی انتہائی بزرگی اور عابدوں کی پہچان ہے، بس کوئی شئے اس سے افضل نہیں ہے، اور اس خصلت کے ساتھ ساتھ بندہ کی زبان بے سود باتوں اور تمام عالم والوں کے ذکر اور غیبت سے بند ہو جاتی ہے، اور اس خصلت کے بغیر اس کا کوئی عمل پورا نہیں ہوتا، اور یہ تمام

احوال میں اس کے دل سے کبر اور کینہ اور حد سے گزر جانے کو نکال دیتی ہے، اور اس کی زبان اور اس کا چاہنا اور اس کا کلام ظاہر و باطن میں ایک ہو جاتا ہے، اور مخلوق اس کے نزدیک نصیحت میں برابر اور ایک ہو جاتی ہے، اور وہ اللہ کی کسی مخلوق کو برائی کے ساتھ یاد کرتے ہوئے نصیحت نہیں کرتا، اور کسی کو کسی فعل پر بلا مصلحت سرزنش نہیں کرتا، اور پسند نہیں کرتا کہ اس کے روبرو کسی کی برائی کی جائے، اور ایسے بیان سے اس کا دل خوش نہیں ہوتا، اور یہ غیبت آفت ہے، عابدوں کے لئے اور ہلاکت ہے معتقدین اور زاہدین کے لئے، مگر جس کو اللہ نے اس کی زبان اور قلب کی حفاظت پر اپنی رحمت سے مدد فرمائی، وہ اس سے بچا۔ (فتوح الغیب صفحہ ۱۹۸ تا ۲۰۴)

نبوت اور ولایت کا فرق

نبوت اور ولایت میں فرق یہ ہے کہ نبوت اللہ کی طرف سے ایک کلام ہے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی وساطت سے وحی ہے اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ اپنا کلام پورا فرماتا ہے اس کا قبول کرنا لازم ہے چنانچہ نبی اسے قبول کرتا ہے اور اس کی تصدیق ضروری ہے جو شخص اس کا رد کرے وہ کافر ہے کیوں کہ وہ اللہ کے کلام کو رد کرتا ہے۔

اور ولایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی دوست کو بذریعہ الہام اپنی بات پہونچائے یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی سچی زبان پر جاری ہوتی ہے اس میں سکون ہوتا ہے مجذوب کا دل اسے قبول کر کے سکون حاصل کرتا ہے پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کلام اور اولیاء کرام کے لئے الہام مخصوص ہے۔

جو شخص کلام کو رد کرتا ہے وہ کافر ہے، کیوں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے کلام اور وحی کو رد کیا اور جس نے الہام کو رد کیا وہ کافر نہیں ہوتا البتہ نقصان اٹھاتا ہے اور مصیبت میں پڑتا ہے، اور اس کا دل حیران و پریشان ہوتا ہے، کیوں کہ اسنے اللہ تعالیٰ کے الہام کو تسلیم نہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے سبب اپنے ولی کے دل میں ڈالا کیوں کہ الہام حقیقت میں یہ ہے کہ مشیت خداوندی علم الٰہی سے کسی کے دل میں ایک راز کی طرح پیدا ہو، جس بندے سے اللہ تبارک و تعالیٰ محبت فرماتا ہے اس کی محبت اس چیز کو صحیح معنیٰ میں بندے کے دل تک پہونچاتی ہے اور وہ اسے سکون قلب کے ساتھ قبول کرتا ہے۔ (غنیتہ الطالبین اردو)

سلوک کی راہ میں مبتدی کے واجبات

فرماتے ہیں مبتدی کو آغاز میں کیا کرنا چاہئے، شیخ کا ادب کس طرح کرے، اور شیخ اپنے مرید کو کس طرح ادب سکھائے، طریقت کی راہ چلنے والے مبتدی پر واجب ہے کہ وہ

اپنا عقیدہ صحیح رکھے کیوں کہ یہی تمام باتوں کی اساس ہے، وہ سلف صالحین اہل سنت والجماعت کے عقیدہ پر قائم رہے، جو انبیاء و مرسلین، علیہم السلام، صحابہ کرام، تابعین عظام، اور اولیاء وصدیقین علیہم الرحمہ کا طریقہ ہے۔

کتاب وسنت کی اتّباع

مبتدی پر لازم ہے کہ کتاب و سنت کو مضبوطی سے پکڑے اور اوامر ونواہی نیز اصول وفروع میں ان دونوں پر عمل کرے، ان دونوں کو اپنے اوپر قرار دیکر اللہ تعالیٰ تک پہونچانے والے راستے پر رہے پھر سچائی اور اس کے لئے کوشش کی ضرورت ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت اور راہنمائی حاصل کرے، اسے ایسے قائد کی ضرورت ہے، جو اس کی راہنمائی کرے، ایسا غمخوار تلاش کرے جو اُنس مہیا کرے، اور آرامگاہ کی ضرورت ہے جب کہ تھک جائے، اور نفسانی خواہشات اور لذّات اور گمراہ کن تمنّاؤں کے اندھیرے میں گھر جانے کے وقت اور اس وقت جب اس کی طبیعت اسے سیر الی اللہ سے روک دے، تو وہ راحت پاسکے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ﴿العنکبوت: ۶۹﴾

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے

ایک دانش مند کا قول ہے کہ جو شخص طلب کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے، وہ مقصود حاصل کرلیتا ہے، اعتقاد کے ساتھ سے حقیقت کا علم حاصل ہوگا، اور اجتہاد کے ساتھ وہ حقیقت کی راہ پر چل پڑیگا۔

پھر اس پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرے کہ اس کی طرف جاتے ہوئے، وہ جو بھی قدم اٹھائے یار کھے گا، اس پر رضائے الٰہی پیش نظر ہوگی، یہاں تک کہ اس کے پاس پہونچ جائے، کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کے سبب وہ اپنے مقصد سے پیچھے نہ ہٹے، کیوں کہ سچا آدمی رجوع نہیں کرتا، اور کرامت کی وجہ سے بھی اپنا مقصد ترک نہ کرے، اور اسی پر اکتفا کرکے ٹھہر نہ جائے بلکہ اس خیال سے اس پر راضی ہو کہ یہ کرامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور جزاء عطا کی گئی ہے، کیوں کہ جب تک اسے وصل نصیب نہیں ہوتا، کرامت اس کے لئے ایک حجاب ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کا وصل حاصل ہوجائے، اس وقت کرامت سے نقصان نہیں پہونچتا، کیوں کہ یہ قدرت کا ایک باب، اس کا نتیجہ اور علامت ہے، اور اس کا اللہ تک پہونچنا بھی قدرت ہے، پس کوئی چیز اپنے آپ کو نہیں توڑتی اس وقت کرامت اسے کیسے نقصان پہونچا سکتی ہے، جب کہ یہ سخت زمین میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ بن چکا ہے، اور عام عادت سے ہٹ چکا ہے، اس کا کام حکمت بالغہ بن چکا

ہے، حالانکہ اس سے پہلے، وہ جاہل، گونگا، کند طبیعت اور ناقص فہم کا مالک تھا، اس کی حرکات وسکنات اور تصرفات نصیحت پکڑنے والوں کے لئے، وعظ ونصیحت کا درجہ رکھتے ہیں، اس میں اور اس پر اللہ تعالیٰ کے افعال جاری ہوتے ہیں، جس سے انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

پھر بعض اوقات اسے کرامت طلب کرنے کا حکم دیا جاتا ہے، بلکہ اس پر زبردستی کی جاتی ہے، اور اس کے نزدیک ثابت ہوجاتا ہے کہ اس مطالبے کو چھوڑنے میں اس کی تباہی اور ہلاکت ہے، اور حکم خداوندی کی مخالفت ہے، نیز اس کی بقاء، عبادت، اللہ تعالیٰ کی قربت، خوشنودی اور اس کی محبت کرامت طلب کرنے، اور اس ضمن میں اللہ کے حکم پر عمل کرنے میں ہے، لہٰذا اس وقت اسے کرامت کیسے نقصان دے سکتی ہے، جبکہ اللہ اور اس کے درمیان ایک معاملہ ہے۔ (غنیتہ الطالبین اردو)

باب ۱۴

ایمان کا بیان

فرمانِ الٰہی

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴿البقرۃ:۴﴾

اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمھاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿البقرۃ:۲۰۸﴾

اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلے بیشک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایمان کی ستّر سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں جن میں سب سے افضل لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرنا اور ان میں سب سے نچلا درجہ کسی تکلیف دہ چیز کا راستے سے دور کر دینا ہے، اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص میں تین خصلتیں ہوں گی، وہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا، اللہ اور اس کا رسول اسے باقی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں، جس شخص سے بھی اسے محبت ہو وہ محض اللہ کی وجہ سے ہو، کفر سے نجات پانے کے بعد دوبارہ حالت کفر میں لوٹنے کو وہ اس طرح ناپسند کرتا ہو، جیسے آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔ (صحیح بخاری اردو، کتاب الایمان)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والدین اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (صحیح بخاری اردو، کتاب الایمان)

(۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بندہ کا ایمان اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک اس کا دل درست نہ ہو، اور دل اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک اس کی زبان درست نہ ہو جائے، اور کوئی بھی شخص اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کی اذیت سے محفوظ نہ ہو جائے۔ (منہاج السوی، ص، ۳۷)

(۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تین چیزیں اخلاق ایمان میں سے ہیں، جب کسی کو غصہ آئے تو وہ غصہ اسے (عمل) باطل میں نہ ڈال دے، اور جب کوئی خوش ہو تو وہ خوشی اسے حق سے نکال نہ دے، اور وہ شخص جو قدرت رکھتا ہے مگر پھر بھی وہ چیز نہیں لیتا جو اس کی نہیں ہے۔ (منہاج السّوی، ص، ۳۷)

(۶) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (صحیح بخاری اردو، کتاب الایمان)

اقوال

(۱) سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ غنیتہ الطالبین میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے دینِ اسلام میں داخل ہونے والے پر واجب ہے کہ توحید خداوندی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دے، دینِ اسلام کے سوا تمام ادیان سے بیزاری کا اعلان کرے، اور دل سے وحدانیت خداوندی کا اعتقاد رکھے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہی پسندیدہ دین ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔

ترجمہ، بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو اسلام ہی دین ہے، اور فرمایا۔

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْناً فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ۔

جو شخص اسلام کے علاوہ دین تلاش کرے وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا

(غنیتہ الطالبین، ص، ۹۷)

(۲) قوت القلوب جلد دوم میں حضرت شیخ ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا، ایمان کے چار ارکان ہیں، ان کے بغیر ایمان نہیں ہوتا جیسے کہ ایک بدن، ہاتھوں اور پیروں کے بغیر صحیح بدن نہیں بنتا (۱) اللہ تعالیٰ پر توکل

کرنا(۲)اس کے فیصلے کو تسلیم کرنا(۳)ہر معاملہ اللہ کے سپرد کر دینا(۴)اللہ کی تقدیر پر راضی رہنا۔(قوت القلوب اردو،ص۲۶/ج۲)

(۳)صاحبِ کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،ایمان کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ بندہ دل سے توحید کا اعتقاد رکھے،آنکھوں کو ممنوعات سے بچائے،حق تعالیٰ کی نشانیوں اور آیتوں سے عبرت حاصل کرے،کانوں سے کلامِ الٰہی سنے، معدے کو حرام چیزوں سے خالی رکھے،زبان سے سچ بولے،اور بدن کو منع کردہ چیزوں سے اس حد تک محفوظ رکھے کہ ظاہر اور باطن کا خیال ایک ہوجائے،یہ سب ایمان کی علامات ہیں۔(کشف المحجوب اردو،ص،۴۱۶/)

باب ۱۵

توبہ کی فضیلت

فرمانِ الٰہی

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿آل عمران: ۱۳۵﴾

اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے، اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں،

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿النساء: ۶۴﴾

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر انسان خطاکار ہے، اور بہترین خطاکار توبہ کرنے والے ہیں۔ (جامع ترمذی اردو)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نشان بن جاتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کرلے اور گناہ سے ہٹ جائے اور استغفار کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے، لیکن اگر وہ ڈر ٹارہے اور زیادہ گناہ کرے تو یہ نشان بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کے پورے دل کو اپنے لپیٹ میں لے لیتا ہے، اور یہی وہ، رَانَ، (زنگ) ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں فرمایا ہے۔ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ) ایسا ہرگز نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ان اعمالِ بد کا زنگ چڑھ گیا ہے، جو وہ کمایا کرتے تھے۔ (اس لئے آیتیں ان کے دل پر اثر نہیں کرتیں)۔ (جامع ترمذی اردو)

(۳) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بنی اسرائیل کے ایک شخص نے ننانوے قتل کئے تھے، پھر اس کا حکم پوچھنے کے لئے ایک راہب کے پاس پہونچا اور اس سے پوچھا کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے، اس نے جواب دیا نہیں ہو سکتی، اس نے راہب کو بھی ملک عدم پہونچا دیا، وہ اسی طرح مسئلہ پوچھتا رہا، یہاں تک کہ اس سے ایک آدمی نے کہا کہ تو فلاں بستی میں چلا جا، قضائے الٰہی سے راستے میں اسے موت آگئی، اور اس نے اپنا سینہ اس بستی کی جانب جھکا دیا، اب رحمت اور عذاب کے فرشتے آکر جھگڑنے لگے، پس جس بستی کی طرف وہ جا رہا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے نزدیک ہونے کا حکم دیا، اور جس بستی سے وہ آیا تھا، اسے دور ہٹ جانے کا حکم دیا، پھر فرشتوں کو حکم ہوا کہ اس کی جائے وفات سے دونوں بستیوں کا فاصلہ ماپ لو، تو اس بستی سے ایک بالشت نزدیک نکلا، پس اس کی مغفرت فرما دی گئی۔ (بخاری شریف جلد دوم)

اقوال

(۱) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا گناہوں سے توبہ کرنے والا اور متقی انسان لوگوں میں سے بہترین افراد ہیں۔ (رسالہ قشیریہ)

(۲) حضرت ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا، توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمین باوجود اپنی فراخی کے تمھارے لئے اس قدر تنگ معلوم ہو کہ تمہیں قرار حاصل نہ ہو بلکہ تمھارا نفس بھی تمھارے لئے تنگ ہو جائے۔ (رسالہ قشیریہ اردو، رضی اللہ عنہ ۲۷۲/ از امام الاولیاء خواجہ ابوالقاسم قشیری قدس اللہ سرہ العزیز)

(۳) حضرت ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا، گناہ سے باز آئے بغیر توبہ کرنا کذاب (جھوٹے) لوگوں کی توبہ ہے۔ (رسالہ قشیریہ اردو، رضی اللہ عنہ ۲۷۲/)

(۴) حضرت ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ العزیز سے توبہ کی نسبت پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا، عوام کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے، اور خواص کی غفلت سے۔ (رسالہ قشیریہ، ص ۲۷۱/)

(۵) قوت القلوب میں لکھا ہے کہ اللہ نے اپنے خطاب عام کے پہلے بیان میں فرمایا، وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿النور: ۳۱﴾

ترجمہ، اور مومنو، سب خدا کے آگے توبہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

مطلب یہ ہے کہ خواہشاتِ نفس کے پیچھے بھاگنے کے بجائے اللہ کی طرف لوٹ جاؤ تاکہ آخرت میں اپنا مطلوب پاکر کامیاب ہو جاؤ، اور تاکہ اللہ کے باقی رہنے کے ساتھ تم

بھی ایسی نعمت میں ہمیشہ رہو کہ جسے نہ فنا ہے اور نہ زوال، اور تاکہ تم جنت میں داخل ہو کر اور جہنم سے نجات پاکر کامیاب و کامران ہو جاؤ یہی حقیقی کامیابی ہے۔ (قوت القلوب)

(۶) گزشتہ گناہوں کی بخشش، آئندہ کے لئے حفاظت، پسندیدہ عبادات کی توفیق، قرب خداوندی کے ذرائع، اور اس کے بعد اپنے حرکات و سکنات میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اولیاء و ابدال سے دوستی کو مقصود سمجھے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے صرف اسی کا منتظر رہے کیوں کہ یہ امور ان عقل مند لوگوں کی جماعت میں داخلے کا سبب ہیں، جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عقل حاصل کی اور عبرت کی باتوں نیز آیات پر مطلع ہوئے، اور اس وقت ان کے دل، ضمیر، اور نیت میں صفائی پیدا ہوئی۔ یہ باتیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے مرید کی صفات ہیں، جس آدمی کا دل مطالب سے خالی نہ ہو، اور ان امور کے علاوہ باقی باتوں کو دل سے نکال نہ دے وہ مرید کہلانے کا مستحق نہیں ہے، (غنیتہ الطالبین اردو، از حضور غوثِ اعظم)

(۷) حضرت خواجہ حسن بصری قدس اللہ العزیز سے سوال کیا گیا، توبہ نصوح کیا ہے، تو فرمایا، یہ دل کی ندامت ہے، زبان سے، استغفار، ظاہری اعضاء گناہ کا چھوڑنا، اور دل میں یہ ارادہ کرنا کہ گناہ کی طرف نہیں لوٹیں گے، حضرت ابو سہل قدس اللہ العزیز فرماتے ہیں کہ اس مخلوق پر توبہ سے زیادہ ضروری کوئی چیز نہیں، اور توبہ کے علم سے محروم رہنے سے زیادہ شدید عذاب کوئی نہیں، اور لوگ توبہ کے علم سے جاہل ہیں، اور فرمایا کہ سچی توبہ کرنے والا ہر لمحہ اور ہر سانس نیکیوں میں غفلت سے توبہ کرتا رہتا ہے۔ (قوت القلوب)

(۸) حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہٗ الکریم نے ترک توبہ کو گمراہی کا ایک مقام قرار دیا ہے، اور گمان کی پیروی اور ذکر اللہ کی فراموشی کے ساتھ ملایا ہے، ایک طویل حدیث مبارک میں فرمایا، جو گمراہ ہوا وہ ذکر اللہ کو فراموش کر بیٹھا، گمان کی پیروی کی اور بلا توبہ اور عاجزی کے مغفرت طلب کی، خلاصہ یہ ہے کہ توبہ کے لئے بندے پر جو چیز لازم ہے اور جو اس کے متعلق ہے وہ دس باتیں ہیں۔

(۱) بندے پر فرض یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے، (۲) یہ کہ جب وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو تو اس کا عادی نہ ہو جائے، (۳) یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اس گناہ کی توبہ کرے، (۴) یہ کہ جو زیادتی ہو گئی اس پر نادم ہو شرمندہ ہو۔ (۵) یہ کہ موت تک فرمانبرداری پر قائم رہے، (۶) یہ کہ انجام کا خوف ہو، (۷) مغفرت کی امید ہو، (۸) گناہوں سے بچنا، (۹) اس بات کا عقیدہ کی اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے ایسا مقدر کر دیا تھا، اور یہ کہ اس نے اس سے اعراض کر لیا تھا، (۱۰) یہ کہ اچھے عمل اختیار کرے، تاکہ وہ گناہ کا کفارہ بن جائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کہ گناہ کے پیچھے نیکی کرو کہ وہ گناہ کو مٹا دے، یہ تمام باتیں صحابہ کرام اور تابعین سے مروی روایات کا خلاصہ ہیں، جن کا ذکر طویل ہو جائے گا۔ (قوت القلوب)

سچّی توبہ کی علامت

بعض علماء فرماتے ہیں کہ بندے کی توبہ اس وقت تک درست نہیں ہوتی، جب تک کہ وہ اپنی خواہشات کو بھول نہ جائے، اور غم کی وجہ سے ہر وقت ذکر خدا میں لگا رہے، جس سے اس کا دل کبھی غافل نہ ہو، گناہوں سے دور رہے، کہ اس کا خیال بھی نہ آئے، بعض علماء شام فرماتے ہیں کہ مرید اس وقت تک تائب نہیں ہوتا جب تک کہ بائیں جانب کا فرشتہ بیس سال تک اس کا کوئی گناہ نہ لکھے، بعض سلف فرماتے ہیں کہ سچی توبہ کی علامت یہ ہے کہ نفسانی لزت طاعت و عبادت کی لزت میں بدل جائے، اس کا گناہ اس پر غم کو سوار کر دے، یعنی اس گناہ کی وجہ سے اس کو غم بہت ہو، اور انابت الٰہی کا سرور حاصل ہو، اور ہر وہ چیز جو گناہ کی طرف لے جائے اسے چھوڑ دے اور نہ خواہشِ نفسانی کی پیروی کرے، بلکہ بزرگان دین کی پیروی واتباع میں ہر لمحہ گزارے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ قدس اللہ سرہ العزیز سے سوال کیا گیا، تائب (توبہ کرنے والے) کو کیا کرنا چاہئے، فرمایا وہ اپنی زندگی کے دو دنوں کے درمیان ہوتا ہے، ایک وہ دن جو گزر گیا، اور دوسرے وہ دن جو باقی ہے، لہٰذا ان دو دنوں کی اصلاح تین طرح سے کرے، جو دن گزر گیا اسے ندامت اور استغفار سے، جو باقی ہے اسے لوگوں کے میل جول کے ترک کرنے، اور مریدین اور ذاکرین کی صحبت سے، اور تیسرے رزق حلال کی پابندی اور اعمال صالحہ کی عادت سے، اور سچی توبہ کی علامت دل کی رقت اور آنسوؤں کی کثرت ہے، روایت میں ہے کہ توبہ کرنے والوں کی صحبت اختیار کرو، اس لئے کہ وہ بہت زیادہ نرم دل ہوتے ہیں۔ (بحوالہ قوت القلوب صفحہ ۴۲۰)

باب ۱۶

اللہ کی ذات پر یقین کا بیان

فرمانِ الٰہی

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴿البقرۃ: ۴﴾

اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمھاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں۔

حدیث پاک

حضرت امام قشیری اپنی سند کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کو ناراض کر کے کسی کو راضی نہ کرو، اور اللہ کی مہربانیوں پر کسی اور کی تعریف نہ کرو، اور نہ ان چیزوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں نہیں دیں، کسی کی مذمت کرو، کیوں کہ حریص کا حرص اللہ کے رزق کو تمھارے پاس نہیں لا سکتا اور نہ کسی شخص کے ناپسند کرنے سے وہ رزق تم سے روک دیا جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے راحت اور خوشی رضا اور یقین میں رکھی ہے، اور وہم و شک ناراضگی میں رکھا ہے۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۳۹۵/)

اقوال

(۱) امام قشیری نے فرمایا کہ ابو عبد اللہ انطاکی فرماتے ہیں، کم سے کم یقین بھی جب دل میں داخل ہو جائے تو دل کو نور سے بھر دیتا ہے، اور دل سے ہر قسم کے شک دور کر دیتا ہے جس کی وجہ دل شکر اور اللہ کے خوف سے پُر ہو جاتا ہے۔ (رسالہ قشیریہ، ص، ۳۹۵/)

(۲) ابو جعفر حداد کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فرمایا، ایک بار میں جنگل میں ایک حوض پر بیٹھا تھا، کہ مجھے ابو تراب سختی نے دیکھ لیا، اس وقت مجھ پر سولہ دن بغیر کھائے پیئے گزر چکے تھے، ابو تراب سختی نے مجھ سے پوچھا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہو، میں نے عرض کیا کہ میں علم اور یقین کی کش مکش میں ہوں، منتظر ہوں کہ کون ان میں سے غالب آتا ہے کہ اس کا ساتھ دوں، ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر علم غالب آئے تو پانی پی لوں اور

اگر یقین غالب آئے تو اسی طرح چلتا رہوں، یہ سن کر ابو تراب نے کہا تو عنقریب بڑی شان والا ہوگا۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص،۳۹۶/)

(۳) ابو عثمان حیری فرماتے ہیں، یقین یہ ہے کہ تو آئندہ کے لئے کوئی اہتمام نہ کرے، سہل بن عبد اللہ فرماتے ہیں، یقین ایمان کی زیادتی اور تحقیق کا سبب بنتا ہے، نیز فرماتے ہیں، یقین ایک جزو ہے، اور تصدیق سے کم درجہ کا ہوتا ہے۔ ایک صوفی کا قول ہے کہ یقین ایسا علم ہے جو دلوں میں ودیعت کیا جاتا ہے، اس قول کے قائل کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک وھبی چیز ہے کسبی نہیں۔ (رسالہ قشیریہ، ص،۳۹۶)

(۴) ابو عبد اللہ بن خفیف قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں، بندہ کے دل میں ان تمام باتوں کا پختہ یقین ہونا کہ جن کی انبیاء علیہ الصلوٰۃ و السلام نے خبر دی، سچ ہیں، یہی یقین ہے۔ (رسالہ قشیریہ، ص،۳۹۶)

(۵) کسی صوفی کا قول ہے، سب سے پہلا درجہ معرفت کا ہے، پھر یقین کا، پھر تصدیق کا، پھر اخلاص کا، پھر شہادت کا، اور اطاعت کا، اور ایمان ایک ایسا نام ہے جو ان سب کو شامل ہے، اس قول کے کہنے والے کا اشارہ اس طرف تھا کہ سب سے ضروری چیز اللہ تعالیٰ کو جاننا (معرفت) ہے، اور یہ معرفت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کی شرائط پوری نہ کرلی جائیں، اور یہ شرائط یہ ہیں، (۱) نظر صائب، پھر جب (دل پر) دلائل متواتر پائے جائیں، اور (ان کے ذریعہ سے) وضاحت ہوجائے تو انسان ان انوار کے آنے اور کمال بصیرت کے حصول سے ایسا ہوجائے، گویا وہ دلیل میں غور کرنے سے مستغنی ہے، یہ یقین کی حالت ہوتی ہے، (۲) دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ دل حق تعالیٰ کی ان خبروں کی تصدیق کرے، جو رسولوں کی زبانی مخلوق تک پہونچیں، اور وہ آئندہ آنے والے امور سے متعلق تھیں، (مثلاً حشر و نشر وغیرہ) اس لئے کہ تصدیق صرف خبروں کے متعلق ہو سکتی ہے، (نہ کہ انشاء کے متعلق) (۳) پھر اخلاص، اور وہ یہ ہے کہ تصدیق سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان اوامر پر کاربند ہو، اور نواہی سے اجتناب کرے، (۴) اچھے طریقے سے اقرار کرتے ہوئے داعی (شارح علیہ السلام) کی بات کو مان لینا۔

(۶) جن چیزوں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، ان میں توحید کے ساتھ اور جن سے منع کیا ہے، ان سے پرہیز کرنے کے ساتھ اطاعت گزاری کرنا۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص،۳۹۷/)

(۷) حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں، یقین امیدوں کو کوتاہ کرنے کی دعوت دیتا ہے، اور امیدوں کو کوتاہ کرنا زہد کی طرف لے جاتا ہے، اور زہد سے حکمت پیدا ہوتی ہے، اور حکمت سے انجام میں غور و خوض کی عادت پڑتی ہے۔ (رسالہ قشیریہ، ص،۳۹۸/)

(۸) حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ تین چیزیں یقین کی علامت ہیں، (۱) لوگوں سے کم میل جول رکھنا، (۲) ان کے عطیوں پر ان کی مدح (تعریف) نہ کرنا، (۳) جب وہ کچھ نہ دیں تو ان کی مذمت کرنے سے اپنے آپ کو پاک رکھنا، اور تین چیزیں یقین الیقین کی علامت میں سے ہیں، (۱) ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی طرف نظر رکھنا، (۲) ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا، (۳) ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۳۹۸/ از امام قشیری)

(۹) سید الطائفہ حضرت جنید فرماتے ہیں، یقین دل کے اندر ایک ایسا پختہ علم ہے، جس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔

(۱۰) ابن عطا فرماتے ہیں، جس قدر کسی کا دل تقویٰ سے قریب ہوگا، اسی قدر اس کو یقین بھی حاصل ہوگا، اور تقویٰ کی اصل یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں سے الگ رہے، اور منع کی ہوئی چیزوں سے الگ رہنا در اصل خواہشات نفس سے الگ رہنا ہے، جس قدر کسی نے خواہشات نفس کو چھوڑا اسی قدر اس کو یقین حاصل ہوگا۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۳۹۸/ از امام قشیری)

باب ۱۷

وضو کا بیان

فرمانِ الٰہی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِن كُنتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُم مِّنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿المائدۃ:۶﴾

اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھوؤ اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہو لو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو، اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے کہ کہیں تم احسان مانو۔

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان بندہ یا (فرمایا) مومن بندہ وضوء کرتا ہے تو منہ دھوتے وقت پانی یا اس کے آخری قطرے کے ساتھ یا اس کی مثل کچھ فرمایا، اس کے منہ سے وہ تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں جن کا ارتکاب اس نے آنکھوں سے کیا، اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے، تو پانی یا اس کے آخری قطرے کے ساتھ وہ تمام گناہ دور ہو جاتے ہیں جو ہاتھوں نے کئے، یہاں تک کہ وہ تمام صغیرہ گناہوں سے پاک ہو کر نکلتا ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسے مالک نے سہیل کے واسطہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (جامع ترمذی اردو، کتاب الطہارت)

(۲) حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وضو نماز کی کنجی ہے، اور دنیاوی امور کو نماز میں حرام کرنے والی چیز، تکبیر، اور حلال کرنے والا کام، سلام پھیرنا ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں، اس باب میں یہ حدیث زیادہ صحیح اور احسن ہے۔ (جامع ترمذی، کتاب الطہارت)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (وضو ہونے نہ ہونے دونوں صورتوں میں) ہر نماز کے لئے وضو فرمایا کرتے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو ہونے کے باوجود وضو کیا اس کے لئے اللہ دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ (جامع ترمذی اردو، کتاب الطہارت)

(۴) سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو فرمایا کرتے تھے، فتح مکہ کے سال آپ نے تمام نمازیں ایک وضو سے ادا کیں اور موزوں پر مسح فرمایا، حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے وہ عمل فرمایا جو اس سے پہلے نہیں کیا، آپ نے فرمایا میں نے قصداً ایسا کیا ہے امام ترمذی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی، کتاب الطہارت)

اقوال

(۱) حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ عوارف المعارف میں لکھتے ہیں کہ ایک بزرگ کو فرماتے سنا ہے کہ اگر وضو میں حضور قلب میسّر ہوگا، تو نماز میں بھی حضور قلب حاصل ہوگا، اور اگر اس میں کوئی کمی ہوگئی (وضو بالکل درست حضور قلب کے ساتھ نہیں ہوا) تو نماز میں وسوسے پیدا ہوں گے۔ (عوارف المعارف اردو)

(۲) حضرت عدیؓ بن حاتم طائی فرماتے ہیں، میں نے جب سے اسلام قبول کیا ہے اس وقت سے میں ہر نماز کے وقت باوضو ہوتا ہوں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں رونق افروز ہوئے تو اسوقت میری عمر آٹھ سال تھی اسوقت حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، اے میرے فرزند، اگر تم سے ہو سکے تو ہر وقت باوضو رہا کرو، کیوں کہ اگر کسی شخص کو اس حالت میں موت آجائے (وہ باوضو ہے) تو اس کو شہادت کا درجہ حاصل ہوگا۔ (عوارف المعارف، ص، ۴۴۹)

(۳) شیخ حصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ جب میں رات کو جاگتا ہوں تو اسی دم اٹھ کر تازہ وضو کرتا ہوں کہ اگر دوبارہ نیند آجائے تو میں باوضو رہوں۔ (عوارف المعارف، ص، ۴۴۹)

(۴) میں نے شیخ ابو علی بن الہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ساتھی سے یہ سنا ہے کہ شیخ موصوف تمام رات بیٹھے رہتے تھے جب نیند کا غلبہ ہوتا تو اس وقت بھی اسی طرح بیٹھے

رہتے (بیٹھے بیٹھے سوجاتے) جب بیدار ہوتے تو کہتے کہ میں بے ادبی نہیں کروں گا، اور تازہ وضوکر کے دو رکعت نماز ادا کرتے۔ (عوارف المعارف اردو، ص،۴۴۹/)

(۵) عوارف المعارف میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک بزرگ کی آنکھوں میں پانی اتر آیا تھا لوگ ان کے پاس طبیب کو لائے اور ان کے علاج کے لئے طبیب کو بہت کچھ لیا دیا، طبیب نے کہا کہ علاج ہوجائے گا لیکن اس کے لئے وضو ترک کرنا پڑے گا، اور پیٹ کے بل لیٹنا پڑے گا، ان بزرگ نے علاج سے انکار کر دیا اور انہوں نے ترک وضو کے مقابلہ میں بینائی کا جاتا رہنا گوارا کر لیا۔ (عوارف المعارف، ص،۴۴۹)

باب ۱۸

نماز کا بیان

فرمانِ الٰہی

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿البقرۃ: ۴۳﴾
اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ ﴿العنکبوت: ۴۵﴾
بیشک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بری بات سے

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو مسلمان اچھی طرح وضو کرے اور پھر کھڑا ہو کر حضور قلب کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ)

(۲) حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رات کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استنجاء اور وضو کے لئے پانی لاتا تھا، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، مانگ (کیا مانگتا ہے) میں نے عرض کیا، میں آپ سے جنت کی رفاقت مانگتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کے علاوہ اور کچھ، میں نے عرض کیا، مجھے یہی کافی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو پھر زیادہ سجدے کر کے اپنے معاملے میں میری مدد کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم، تو میری عبادت کے لئے فارغ تو ہو میں تیرا سینہ بے نیازی سے بھر دوں گا، اور تیرا فقر و فاقہ ختم کر دوں گا، اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا، تو میں تیرے ہاتھ کام کاج سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی ختم نہیں کروں گا۔ (جامع ترمذی)

مغرب کے بعد چھ نفلوں (اوابین) کا ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص مغرب کے بعد چھ نفل اس طرح پڑھے کہ ان کے درمیان کوئی بری بات نہ کرے، اس

کے لئے یہ نوافل بارہ سالوں کی عبادت کے برابر شمار ہوں گے، امام ترمذی فرماتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے مغرب کے بعد بیس رکعت پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (جامع ترمذی)

اللہ تعالیٰ ہر رات خاص توجہ فرماتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، ہر رات اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت، رات کی پہلی تہائی کے آخر تک اترتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں بادشاہ ہوں کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اسے قبول کروں، کون ہے جو مانگے اسے عطا کروں، کون ہے جو بخشش مانگے اسے بخش دوں، صبح صادق تک یہی کیفیت رہتی ہے۔ (جامع ترمذی اردو، ابواب الصلوۃ)

چاشت کی نماز

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھے اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں سونے کا محل بنائے گا۔ (جامع ترمذی اردو، ابواب الوتر)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص چاشت کی دو رکعتوں کی پابندی کرے، اس کے گناہ بخش دئے جائیں گے، اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (جامع ترمذی اردو، کتاب الوتر)

(۳) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اکرم ﷺ لگاتار چاشت کی نماز پڑھتے یہاں تک کہ ہم کہتے اب نہیں چھوڑیں گے، اور کبھی اتنے دن چھوڑتے کہ ہم کہتے اب نہیں پڑھیں گے، امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی اردو، ابواب الوتر)

(۴) خواجہ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ العزیز عوارف المعارف میں فرماتے ہیں کہ نماز چاشت کی دو رکعت سے بارہ رکعتیں ہیں اور ہر رکعت میں سورۂ اخلاص کم از کم تین بار پڑھنا چاہئے۔ (عوارف المعارف اردو، خواجہ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ العزیز)

(۵) حضرت خواجہ بندہ نواز قدس اللہ العزیز فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے مطابق **وابراھیم الذی وفی** ای صلّی رکعتی الضحیٰ، نماز چاشت سنت موکدہ ہے، اس لئے حضور ﷺ نے کبھی بھی اس کو ترک نہیں فرمایا۔ (جوامع الکلم، رضی اللہ عنہ ۳۰۷)

نماز اشراق

صاحبِ عوارف المعارف فرماتے ہیں کہ آفتاب جب اچھی طرح بلند ہوجائے تو مصلّیٰ سے اٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز نفل ادا کرے، رسول اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ اس وقت دو رکعت نماز ادا فرمایا کرتے تھے، اگر عابد اس دو گانہ کو حضور قلب اور خوب سمجھ کر پڑھے تو اس کے اثر سے باطن پر سکون اور نورانی ہوجاتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں خلوص اور صدق ہو اگر عابد دعا کے فوری اثر اور برکت کا خواہاں ہے تو اسے چاہئے کہ پہلی رکعت میں آیتہ الکرسی اور دوسری رکعت میں، اٰمن الرسول، اور اللہ نورالسمٰوٰت والارض، (پ،۱۸) آخر آیت تک تلاوت کرے، جب یہ دو گانہ پڑھتا ہو تو اس کی یہ نیت ہو کہ اس دن اور رات میں جو نعمتیں خداوند تعالیٰ نے اس کو عطا کی ہیں اس کا وہ شکر ادا کر رہا ہے، اس کے بعد مزید دو رکعتیں ادا کرے پہلی رکعت میں، قل اعوذ برب الفلق، اور دوسری رکعت میں، قل اعوذ برب الناس، پڑھے، یہ دو گانہ نماز اس شکرانہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شب و روز کے شر سے محفوظ رکھا۔ (عوارف المعارف اردو، رضی اللہ عنہ ۵۴۸/ از خواجہ سہروردی) سلسلہ چشتیہ کے مشائخ کا نماز اشراق دو رکعت سے بارہ رکعت تک اور ہر رکعت میں سورۂ اخلاص تین بار پڑھنے کا معمول رہا ہے۔ (مؤلف)

زوال کے وقت نماز

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اور فرماتے یہ وہ گھڑی ہے جس میں آسمانوں (رحمت) کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، اور میں پسند کرتا ہوں کہ اس میں میرے نیک اعمال اوپر اٹھائے جائیں، اس باب میں حضرت علی اور ابوایوب رضی اللہ عنھما سے بھی روایات ہیں، امام ترمذی فرماتے ہیں حدیث عبداللہ بن سائب حسن غریب ہے۔

یہ بھی روایت ہے کہ حضور ﷺ زوال کے بعد ایک سلام کے ساتھ چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (جامع ترمذی اردو، ابواب الوتر)

اقوال

(۱) عوارف المعارف میں خواجہ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ العزیز فرماتے ہیں، چونکہ نماز خداوند تعالیٰ اور بندے کے درمیان تعلق کو قائم کرتی ہے، اس لئے بندے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس تعلق میں خضوع و خشوع کا اظہار کرے تاکہ اس کے جذبۂ

بندگی پر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا دبدبہ اور خوف قائم رہے، منقول ہے کہ جب کسی چیز پر تجلّیات الٰہی کا نزول ہوتا ہے تو وہ شئے اللہ تعالیٰ کے حضور خشوع و خضوع کرتی ہے، اور جو شخص نماز میں واصل بحق ہوا اس کے لئے افق جمال سے تجلی نمودار ہوتی ہے، تو وہ خشوع و خضوع کرتا ہے، اور نجات انہیں لوگوں کے لئے ہے، جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں، (عوارف المعارف اردو، از خواجہ شہاب الدین عمر سہروردی)

(۲) مکاشفۃ القلوب میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ () ترجمہ، وہ مومن نجات پائیں گے جو اپنی نماز خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں، علماء نے فرمایا ہے کہ خشوع دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے، بعض علماء نے اسے افعال قلب میں شمار کیا ہے جیسے ڈر، خوف، انبساط وغیرہ، اور بعض نے اسے اعضائے ظاہری کے افعال میں شمار کیا ہے، جیسے اطمینان سے کھڑا ہونا، بے توجہی اور بے پروائی سے بچنا وغیرہ، خشوع کے معنی میں ایک یہ بھی اختلاف ہے کہ یہ نماز کے فرائض میں سے ہے یا فضائل میں سے، جو اسے فرائض نماز سے سمجھتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

لَیْسَ لِعَبْدٍ مِّنْ صَلٰوتِهٖ اِلَّا مَا عَقَلَ ترجمہ، بندے کے لئے نماز میں وہی کچھ ہے جسے وہ اچھی طرح سمجھتا ہے، اور فرمان الٰہی ہے، اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ، اور غفلت ذکر کے مخالف ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے، لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ، ترجمہ، تم غافلین میں سے نہ بنو، (اس دلیل سے انہوں نے فرائض نماز میں شمار کیا ہے) حضرت بکر بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، اے انسان، اگر تو اپنے مالک کے حضور بغیر اذن کے حاضر ہونا اور بغیر کسی ترجمان کے گفتگو کرنا چاہتا ہے تو اس کے دربار میں داخل ہو جا، پوچھا وہ کیسے، انہوں نے جواب دیا وضو کو مکمل کر لے پھر مسجد میں چلا جا، اب تو اللہ کے دربار میں آگیا، اب بغیر کسی ترجمان کے گفتگو کر، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے ہم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں باتیں کرتے تھے، جب نماز کا وقت آجاتا تو اللہ کی عظمت کی وجہ سے ہم ایسے ہو جاتے جیسے ایک دوسرے کو پہچانتے بھی نہیں، فرمان نبوی ہے اللہ اس نماز کی طرف نہیں دیکھتا جس میں انسان کا دل اس کے بدن کے ساتھ شاملِ عبادت نہیں ہوتا، (مکاشفۃ القلوب، اردو، از امام غزالی)

باب ۱۹

روزہ کا بیان

فرمانِ الٰہی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿البقرۃ: ۱۸۳﴾

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم کا ہر عمل اسی کے لئے ہے سوائے روزے کے، کیوں کہ روزہ میرے لئے ہے اور اس کی جزاء میں ہی دیتا ہوں، روزہ ڈھال ہے اور جس روز تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو نہ فحش باتیں کرے اور نہ جھگڑے، اگر اسے کوئی گالی دے یا لڑے تو کہدے کہ میں روزے سے ہوں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں جن سے اسے فرحت ہوتی ہے، افطار کرے تو خوش ہوتا ہے اور جب اپنے رب سے ملے گا تو روزے کے باعث خوش ہوگا، (صحیح بخاری اردو، کتاب الصوم)

(۲) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنت میں ایک دروازہ ہے جسے رَیَّان کہا جاتا ہے، قیامت کے روز اس سے روزہ دار داخل ہوں گے، اور ان کے سوا اس سے کوئی داخل نہیں ہوگا، کہا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں، (اس دروازہ میں سے داخل ہونے کے لئے) روزہ دار کھڑے ہوجائیں گے، اس دروازہ میں ان کے علاوہ کوئی داخل نہیں ہوگا، جب وہ داخل ہوجائیں گے تو دروازہ بند کردیا جائے گا اور کوئی دوسرا اس سے داخل نہیں ہوگا، (صحیح بخاری، کتاب الصوم)

(۳) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کسی عمل کے کرنے کا حکم فرمائیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، روزہ، اس

کے برابر کوئی دوسرا عمل نہیں، میں نے دوبارہ عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ، مجھے کسی عمل کے کرنے کا حکم فرمائیے، آپ ﷺ نے فرمایا، روزہ رکھو، اس کے برابر کوئی دوسرا عمل نہیں ہے، (نسائی، کتاب الصیام)

نفلی روزے

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے مجھ سے تین وعدے لئے، اول وتر پڑھے بغیر نہ سوؤں، دوم ہر مہینے کے تین روزے رکھوں، سوم نماز چاشت پڑھوں، (جامع ترمذی اردو، ابواب الصوم)

(۲) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ابوذر، جب تو مہینے کے تین روزے رکھے تو تیرھویں، چودھویں، اور پندرہویں، کے روزے رکھا کر، بعض احادیث میں ہے کہ جس نے ہر مہینے کے تین روزے رکھے وہ ایسا ہی ہے جیسے زمانہ بھر کے روزے رکھے، (جامع ترمذی اردو، ابواب الصوم)

(۳) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص ہر مہینے تین روزے رکھے تو یہ عمر بھر کے روزے شمار ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں اپنی کتاب کی آیت نازل فرمائی، جو شخص ایک نیکی کرے اس کے لئے اس کا دس گنا ہے، تو ایک دن ثواب میں دس دنوں کے برابر ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں، یہ حدیث حسن ہے، (جامع ترمذی اردو، ابواب الصوم)

ایام بیض کے روزے

صاحب عوارف المعارف خواجہ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ العزیز فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر اتارے گئے تو ان کا سارا بدن سیاہ ہو گیا تھا، جس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی حکم ہوا کہ ہر مہینہ کی تیرھویں، چودھویں، اور پندرھویں تاریخ کو روزے رکھا کرو، حضرت آدم علیہ السلام نے تیرھویں تاریخ کو روزہ رکھا تو ان کا تہائی بدن سفید ہو گیا، دوسرے روز ایک حصہ اور سفید ہو گیا، تیسرے روز تمام بدن اصلی حالت پر آ گیا، (عوارف المعارف اردو، ص، ۴۸۷/)

باب ۲۰

دنیا اور آزمائش

فرمانِ الٰہی

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ﴿الأنعام: ۳۲﴾

اور دنیا کی زندگی نہیں مگر کھیل کود اور بیشک پچھلا گھر بھلا ان کے لئے جو ڈرتے ہیں،

وَمَا أُوتِيتُم مِّن شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿القصص: ۶۰﴾

اور جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے اور دنیوی زندگی کا برتاوا اور اس کا سنگھار ہے اور جو اللہ کے پاس ہے اور وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا تو کیا تمہیں عقل نہیں

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿البقرة: ۱۵۵﴾

اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا، مچھر کے پر کے برابر بھی قیمت رکھتی تو وہ کفار کو اس سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے یہ حدیث اس طریق سے صحیح غریب ہے، (جامع ترمذی اردو، ج، ۲، ابواب الزہد)

(۲) حضرت مستورد بن شدّاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں میں اس جماعت کے ساتھ تھا، جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بکری کے ایک مردار بچے کے پاس کھڑی تھی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دیکھتے ہو کہ یہ اپنے مالکوں کے ہاں کس قدر حقیر ہے کہ انہوں نے پھینک دیا، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اس کے مالک

نے حقیر سمجھتے ہوئے ہی پھینکا ہے، آپ نے فرمایا جس قدر یہ اپنے مالکوں کے ہاں ذلیل و حقیر ہے اس سے زیادہ دنیا اللہ کے ہاں بے قیمت و حقیر ہے، اس باب میں حضرت جابر و ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے مستورد کی حدیث حسن ہے، (جامع ترمذی، ج، ۲، ابواب الذہد)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ دنیا اور جو کچھ بھی اس میں ہے سب کچھ ملعون ہے، البتہ اللہ تعالیٰ کا ذکر، جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور عالم یا متعلم (یعنی یہ پسندیدہ ہیں) یہ حدیث حسن غریب ہے، (جامع ترمذی اردو، ج، ۲، ابواب الذہد)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں عبداللہ بن عمرو سے بھی روایت مذکور ہے، (جامع ترمذی اردو، ج، ۲، ابواب الذہد)

(۵) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ رشک دوست وہ ہے جو قلّت مالی کی وجہ ہلکے بوجھ والا ہو نماز سے اسے حصہ ملا ہو، اچھا عبادت گزار ہو، خاموشی اور پوشیدگی کے ساتھ اپنے رب کی اطاعت کرتا ہو، لوگوں میں مشہور نہ ہو، اس کی طرف انگلیاں نہ اٹھتی ہوں، حسبِ ضرورت روزی میسر ہو، اور اس پر وہ صابر ہو، پھر آپنے اپنی انگلیوں کو زمین پر مارتے ہوئے فرمایا، اس کی موت قریب آگئی، اس پر رونے والی عورتیں کم ہوں گی، اور اس کا ترکہ بھی کم ہوگا، آپ نے مزید ارشاد فرمایا، میرے رب نے میرے سامنے یہ بات پیش کی کہ وہ وادیٔ مکہ کو میرے لئے سونے کا بنادے، میں نے عرض کیا اے رب قدیر، نہیں بلکہ میں ایک دن کھاؤں گا، اور ایک دن بھوکا رہوں گا، یا فرمایا، تین دن، یا اسی کی مثل کچھ فرمایا، آپ نے عرض کیا اے اللہ، اگر میں بھوکا رہوں گا تیرے ہاں گڑگڑاؤں گا، تجھے یاد کروں گا، اور شکم سیر ہوں گا، تیرا شکر ادا کروں گا، اور تیری حمد کروں گا، اس باب میں فضالہ بن عبید سے بھی روایت ہے، یہ حدیث حسن ہے، (جامع ترمذی اردو، ج، ۲، ابواب الذہد)

(۶) حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا سوچو کیا کہہ رہے ہو، کہنے لگا، اللہ کی قسم، میں آپ سے محبت کرتا ہوں، اس نے تین مرتبہ یہ بات کہی، آپ نے فرمایا، اگر تو مجھ سے محبت کرتا ہے تو فقر کے لئے تیار ہو جا، کیوں کہ میرے محبین کی طرف فقر ہے سیلاب کی طرح اپنی منزل کی طرف تیز دوڑنے سے بھی جلدی آتا ہے، نصر بن علی نے اپنے والد کے واسطہ سے شداد بن ابی طلحہ سے اسی کے ہم معنی روایت ذکر کی ہے، یہ حدیث حسن غریب ہے، (جامع ترمذی اردو، ج، ۲، ابواب الذہد)

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دینارو دراھم کے بندوں (دنیاوی دولت سے محبت رکھنے) پر لعنت کی گئی ہے، یہ حدیث اس طریق سے حسن غریب ہے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے کئی راویوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے جو اس روایت سے زیادہ مکمل اور طویل ہے، (جامع ترمذی اردو، ج، ۲، ابواب الذہد)

(۸) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اس کا بدلہ دے گا، اور جو شہرت طلب کرے گا قیامت کے دن اس کے عیبوں کی تشہیر ہوگی، راوی کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتا، اس باب میں جندب اور عبد اللہ بن عمرو سے بھی روایت ہے یہ حدیث اس طریق سے حسن غریب ہے، (جامع ترمذی اردو، ج، ۲، ابواب الذہد)

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک شخص نے عرض کیا یارسو اللہ ایک آدمی کوئی عمل پوشیدہ کرتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے پھر جب وہ عمل لوگوں میں مشہور ہوتا ہے تو دوبارہ خوش ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے دو اجر ہیں چھپ کر عمل کرنے کا ثواب اور علانیہ عمل کرنے کا ثواب، یہ حدیث غریب ہے اعمش وغیرہ نے اسے بواسطہ حبیب ابن ابی ثابت اور ابو صالح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل روایت کیا ہے بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اعلان پر اس کی خوشی سے مراد لوگوں کا اس کی اچھائی بیان کرنا ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو لہذا وہ لوگوں کی تعریف سے اس مقصد کے تحت خوش ہوتا ہے، اور اگر اس کی نیت یہ ہو کہ لوگوں کو اس کی نیکی کا پتہ چل جائے تاکہ وہ اس وجہ سے عزت و احترام کریں تو یہ ریاء ہے، بعض علماء فرماتے ہیں اگر لوگوں کی اطلاع پر وہ اس لئے خوش ہوتا ہے کہ شاید وہ بھی ایسا عمل کریں تو اسے بھی ان کی مثل ثواب ملے گا، (جامع ترمذی اردو، ج، ۲، ابواب الذہد)

اقوال

(۱) امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مروی ہے کہ جس طرح انسان عافیت کے ہوتے ہوئے اپنی حالت پر ثابت قدم رہتا ہے اسی طرح اچھے آداب کے ساتھ مصیبت پر ثابت قدم رہنا صبر کہلاتا ہے، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۲) حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، فقر کے ہوتے ہوئے مالداری کا اظہار کرنا فقر سے بہتر ہے، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۳) حضرت سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں سے دنیا کو سلب کر رکھا ہے، اور اصفیاء سے اسے محفوظ کر رکھا ہے، اور اپنے دوستوں کے دلوں سے دنیا کو نکال دیا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا دینے میں راضی نہیں، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۴) حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، آزاد شریف انسان، دنیا سے نکلنے سے پہلے دنیا سے نکل چکا ہوتا ہے، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۵) حضرت محمد بن عمر وراق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں فقیر کے لئے خوشخبری ہے، لوگوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا، اس لئے کہ دنیا میں بادشاہ اس سے خراج نہیں لیتا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اس سے حساب نہیں مانگے گا، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۶) حضرت ابن جلاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، زہد یہ ہے کہ تو دنیا کی طرف دیکھے تو اس طرح دیکھے کہ یہ ایک زوال پذیر چیز ہے تاکہ دنیا تمھاری نگاہ میں حقیر معلوم ہو اور تمھارے لئے اس سے اعراض کرنا آسان ہو جائے، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۷) امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مروی ہے کہ ایک شخص ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دس ہزار درہم لایا مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور فرمایا، تو دس ہزار درہم دیکر میرا نام فقراء کی فہرست سے مٹانا چاہتا ہے، میں ایسا نہیں کروں گا۔ (رسالہ قشیریہ اردو)

(۸) حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ کسی کا قول ہے کہ جب کوئی بندہ دنیا سے اعراض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے، جو اس کے دل میں حکمت کا پودا لگاتا ہے۔ (رسالہ قشیریہ اردو)

(۹) امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ زاہد شخص دنیا کی کسی چیز کے پانے پر خوش نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے کھو جانے پر افسوس کرتا ہے۔ (رسالہ قشیریہ اردو)

باب ۲۱

حلال کھانا اور اس کے فوائد

فرمانِ الٰہی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿البقرۃ: ۱۷۲﴾

اے ایمان والو! کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی کو پوجتے ہو

حدیث پاک

تفسیر کنزالایمان میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے یہ آیت سید عالم ﷺ کے سامنے تلاوت کی تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات کردے حضور ﷺ نے فرمایا اے سعد اپنی خوراک پاک کرو مستجاب الدعوات ہوجاؤ گے، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، آدمی اپنے پیٹ میں حرام کا لقمہ ڈالتا ہے تو چالیس روز تک قبولیت سے محرومی رہتی ہے۔

حلال کھانا اور حرام سے بچنا

(۱) انیس الارواح میں خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز کے ملفوظات میں عطائے رسول خواجہ غریب نواز اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز نے لکھا ہے کہ کھانا حلال کھاؤ، اور حلال کمائی کا کپڑا پہنو، اور توبہ کرو، اور حرام کمائی کا کپڑا نہ پہنو، جب ایسا کروگے تو بہشت کے ساتوں دروازوں میں سے ایک دروازہ تمھارے لئے کھول دیا جائے گا، اور تمھاری نماز کو قبول کیا جائے گا، (انیس الارواح)

رزق حلال اور اس کے آداب

(۲) قوت القلوب میں حضرت ابوطالب مکی قدس اللہ العزیز فرماتے ہیں کہ غذا میں سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ حلال خوراک ہو اور حلال کی تین علامتیں ہیں، کھانا ایک معروف چیز ہو اس میں کسی ایسی چیز کا اختلاط نہ ہو کہ جو ظلم یا خیانت کی چیز ہو، اس کا ذریعہ مباح ہو اور کسی شرعی طور پر ممنوع ذریعہ سے کھانا نہ آیا، خواہش نفس یا دین و دنیا میں کسی خرابی (برائی) کے عوض کھانا نہ ملا ہو، احکام سنت کی پیروی کا خیال رکھا گیا ہو اور کسی مکروہ طریقہ پر حاصل نہ کیا گیا ہو، پھر کھاتے وقت نیکی، تقویٰ اور عبادتِ الٰہی پر قوت حاصل کرنے کی نیت کرے، اور یہ یقین رکھے کہ یہ کھانا صرف خدائے تعالیٰ نے ہی عطا کیا ہے، اس میں اس کا کوئی شریک نہیں، اور اس پر خدا کا شکر کرنے کو لازم سمجھے، زیادہ پر کمی کو ترجیح دے، حرص پر قناعت کو اور لالچ پر ادب کو ترجیح دے۔

سلف صالحین کا طریقہ تھا کہ جیسے فاقہ میں ان کی ایک اچھی نیت ہوتی تھی، اسی طرح کھانے میں بھی ایک اچھی نیت ہوتی تھی، اور جو آدمی آخرت کی نیت کے بغیر عادت یا شہوت و مزے کی خاطر کھاتا ہے وہ آدمی آخرت کے بغیر عادت و شہوت یا دنیا کے کھانے کی خاطر فاقہ کرتا ہے، یہ بھی نفس کی آفات میں سے ہے، اچھا وہی ہے جو آخرت کی نیت سے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر فاقہ کرتا ہے، ورنہ یہ ابواب دنیا میں سے ہوگا، الغرض کھانے میں ایک سو ستر (۱۷۰) فضائل ہیں، جو فرض و سنت، ادب و فضیلت، مستحب و مکروہ اور مروت شجاعت وغیرہ صالحین کا طریقہ ہے، (قوت القلوب، ج، ۲/ص، ۴۳۱/)

ناپسندیدہ دعوت

(۳) اگر دعوت کرنے والے کے گھر میں پانچ باتیں ہوں تو ان کی دعوت قبول نہ کرو، اور ایسی دعوت سے انکار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، (۱) اس کے دستر خوان پر شراب بھی کھانے کے بعد پی جاتی ہو چاہے اس وقت شراب نظر نہ آتی ہو، (۲) گھر میں ریشم یا دیباج کا فرش بچھا رکھا ہو، (۳) بعض برتن سونے یا چاندی کے استعمال ہوتے ہوں (۴) مکان کے دیواروں پر اس طرح پردے لٹکے ہوئے ہوں جیسے کہ کعبہ پر پردے لٹکے ہوئے ہیں، (۵) کسی ذی روح کی تصویر نصب کر رکھی ہو یا دیوار پر بنا یا لگا رکھی ہو۔ اگر کوئی آدمی دعوت قبول کرلے اور ان پانچ چیزوں میں سے کچھ نظر آئے تو اس پر لازم ہے کہ خود نکل

آئے یا ان چیزوں کو باہر کردے، اگر وہاں بیٹھا ہے تو ان کی برائی میں شریک ہے۔ (قوت القلوب، ج، ۲/ ص، ۴۵۶/)

مکروہ دعوتیں

(۴) پانچ آدمیوں کی دعوت قبول نہ کرے، اگر کسی آدمی کو دعوت دی جائے اور اسے ان باتوں کا علم نہ ہو اور وہاں پہونچنے پر یہ برائی معلوم ہو تو باہر نکل آنے میں کوئی حرج نہیں، (۱) بدعتی آدمی کی دعوت قبول نہ کرے، (۲) ظالموں کے مددگاروں کی دعوت قبول نہ کرے، (۳) سود کھانے والوں کی دعوت قبول نہ کرے، (۴) ایسا فاسق جو برملا فسق (برائیوں) میں مبتلا ہو اس کی دعوت قبول نہ کرے، (۵) جس کا مال زیادہ حرام ہو اور عوام کے ساتھ دھوکہ کرتا ہو اور گناہوں سے پرہیز نہ کرتا ہو اس کی دعوت قبول نہ کرے، اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، صرف پرہیزگار کا کھانا ہی کھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ پرہیزگار آدمی ہی کھانے پینے کے سلسلے میں خوب پرہیز سے کام لیتا ہے، اس نے تمہیں کھلا کر سوال سے مستغنی کردیا، متقی آدمی نے تجھے کھلا کر نیکی اور تقویٰ پر مدد دی، اور وہ تقویٰ پر مددگار ہوا، جیسے کہ فرمان الٰہی ہے، اب وہ نیکی میں حصہ دار ہے اور اگر تو نے ظالم اور بدمعاش آدمی کا کھانا کھایا تو اس کے اشتراک (برائی) کے باعث ظالموں کا مددگار بن گیا، (قوت القلوب، ج، ۲، ص، ۴۵۸/)

قید میں بھی حرام سے پرہیز

(۵) حضرت ذوالنون مصری قدس اللہ العزیز نے تقویٰ کے سلسلے میں کچھ کلام کیا، بادشاہ نے انہیں قید کردیا، اس لئے کہ ایک غامض علم کے کلام پر عوام نے ان پر انکار کیا تھا، سلطان کی طرف سے ان کے پاس کھانا آتا تھا، وہ اس سے کچھ نہ کھاتے اور ایک زمانے تک قید میں رہے مگر کبھی کچھ نہ کھایا، ان کی ایک اسلامی بہن تھی جو اللہ کی خاطر ان کی بہن بن چکی تھی، وہ گھر سے کھانا بھیجتی، وہ کھانا ان کے سامنے پیش کرکے بتایا جاتا کہ یہ کھانا فلاں نیک عورت کی طرف سے ہے، وہ پھر بھی کھانا نہ کھاتے، جب وہ قید کھانے سے رہا ہوئے تو بڑھیا سے ملاقات ہوئی، اس نے کھانا واپس کرنے کی وجہ پوچھی اور کہا، آپ جانتے تھے یہ کھانا ہمارے گھر سے تھا، فرمایا، ہاں یہ ٹھیک ہے مگر یہ ظالم کی طشتری میں آیا، ظرف کی وجہ سے میں نے اسے واپس کردیا، یعنی اس قید خانے کے ناظم کے ہاتھ سے آیا تھا، (قوت القلوب، ج، ۲، ص، ۴۵۸/)

حرام غذا سے قلب میں ظلمت

(۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عید کے روز کوفہ کے ایک شخص نے ان کے پاس سونے کے پیالے میں حلوا بھیجا، دراصل وہ ان کا احترام کر رہا تھا، انہوں نے واپس کر دیا، نہیں کھایا اور فرمایا میں نے اسے اس برتن کی وجہ سے واپس کیا ہے جس میں یہ حلوا تھا۔ (قوت القلوب، ج، ۲، ص، ۴۵۹)

(۷) قوت القلوب میں ہے کہ جس نے حرام کا ایک نوالہ کھایا چالیس روز تک اس کے قلب میں قساوت رہی اور ایک قول ہے کہ چالیس روز تک اس کے قلب میں ظلمت رہتی ہے، اور جس نے چالیس روز تک حلال کھایا اس نے گویا دنیا میں زہد اختیار کیا، اور اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایمان داخل کر دے گا، اور اس کی زبان پر حکمت کا کلام جاری فرمادے گا، بعض سلف فرماتے ہیں کہ جب بندہ حلال کا ایک لقمہ کھاتا ہے تو اللہ اس کے پچھلے گناہوں کو بخش دیتا ہے، ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں، جس نے طلبِ حلال میں اپنے آپ کو تواضع میں ڈالا اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسا کہ سردی کے موسم میں پتے جھڑ جاتے ہیں۔ (قوت القلوب، ج، ۲، ص، ۴۵۹)

(۸) شہروں میں پھرنے والوں اور سفر میں رہنے والوں کے بارے میں حضرت سہیل فرماتے ہیں، کہ اگر ایک آدمی کسی بستی میں جائے اور مشتبہ (جس کے حلال یا حرام ہونے کا یقین نہ ہو) چیز ہی ملی، اس لئے بھوکا رہے اور فاقے سے رات گزارے تو اس ساری بستی والوں کے سارے اعمال کے برابر اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں گی، اگر بادشاہ نے کسی کو کھانے پر مجبور کیا یا اس کے سامنے مشتبہ چیز رکھی اور اسے کھانے پر مجبور کیا تو اسے چاہئے کہ مریض بن جائے اور رنگ بدل کر بہانہ کرے اور خوشی سے نہ کھائے اور لقمہ بڑا نہ لے اور نہ ہی زیادہ کھائے، صرف اسی قدر کھائے کہ جان بچ جائے اور جان تلف ہونے کا خطرہ نہ رہے۔ (قوت القلوب، ج، ۲، ص، ۴۵۹)

باب ۲۲

محبت کا بیان

فرمانِ الٰہی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ﴿المائدۃ: ۵۴﴾

اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے

الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴿۶۷﴾ يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿الزخرف: ۶۸﴾

گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار، ان سے فرمایا جائے گا اے میرے بندو آج نہ تم پر خوف نہ تم کو غم ہو۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴿۸﴾ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ﴿الانسان: ۹﴾

اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو، ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے،

احادیث کریمہ

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اس شخص کے بارے میں کیا ارشاد ہے جو کسی قوم سے محبت رکھتا ہے، لیکن ان سے کبھی ملا نہیں ہے، اس

پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، روزِ قیامت آدمی اسی کے ساتھ ہوگا، جس سے وہ دنیا میں محبت رکھتا ہوگا، یہ حدیث متفق علیہ ہے، (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب، خدا سے محبت کی نشانی)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی آدمی نے حضور نبی اکرم ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا، (کہ قیامت کب آئے گی) آپ ﷺ نے اس سے پوچھا، تم نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے، اس نے عرض کیا میرے پاس تو کوئی عمل نہیں، (امام احمد کی روایت میں ہے کہ اس نے عرض کیا، میں نے اس کے لئے بہت سے اعمال تو تیار نہیں کئے، نہ ہی بہت سی نمازیں اور نہ بہت سے روزے تیار کئے ہیں) سوائے اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا، تم قیامت کے روز اسی کے ساتھ ہوگے جس سے محبت کرتے ہو، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں (یعنی تمام صحابہ کرام کو) کبھی کسی خبر سے اتنی خوشی نہیں ہوئی، جتنی خوشی حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان عالیشان سے ہوئی، کہ تم اس کے ساتھ ہوگے، جس سے محبت کرتے ہو، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کرتا ہوں، اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں، لہذا امید کرتا ہوں کہ ان کی محبت کے باعث میں بھی ان حضرات کے ساتھ ہی ہوں گا، اگرچہ میں نے ان جیسے اعمال تو نہیں کئے، (صحیح بخاری اردو، کتاب الادب)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا، میری عظمت کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے کہاں ہیں، آج میں انہیں اپنے سائے میں جگہ دوں گا، کیوں کہ آج میرے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہے، اسے امام مسلم، احمد، ابن حبان، اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، ایک شخص اپنے بھائی (دینی بھائی) سے ملنے کے لئے ایک دوسری بستی میں گیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بھیج دیا، جب اس شخص کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو فرشتے نے پوچھا، کہاں جانے کا ارادہ ہے، اس شخص نے کہا، اس بستی میں میرا ایک بھائی ہے، اس سے ملنے کا ارادہ ہے، فرشتے نے پوچھا، کیا تمھارا اس پر کوئی احسان ہے جس کی تکمیل کے لئے جا رہے ہو، اس نے کہا، اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ مجھے اس سے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے محبت ہے، تب اس فرشتے نے کہا، کہ میں تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام لایا ہوں، کہ جس طرح تم اس شخص سے محض اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتے ہو اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرتا ہے، اسے امام مسلم، احمد اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم)

(۵) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میرے لئے آپس میں محبت کرنے والوں کے لئے قیامت کے دن نور کے منبر ہوں گے جن پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے، اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی شریف)

(۶) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میری خاطر آپس میں محبت کرنے والوں، میری خاطر مجلسیں قائم کرنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے سے ملنے والوں اور میری خاطر خرچ کرنے والوں کے لئے میری محبت واجب ہوگئی ہے، (یعنی یہ اعمال کرنے والوں کو اللہ بھی اپنا محبوب بنالیتا ہے) اسے امام مالک نے اسناد صحیح کے ساتھ اور ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، (مؤطا امام مالک)

(۷) حضرت ادریس خولانی سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد دمشق میں داخل ہوا، پس اچانک میں نے ایک خوبصورت چمکتے ہوئے دانتوں والا نوجوان دیکھا اور اس کے ساتھ کچھ لوگ تھے، (ایک روایت میں ہے کہ اس نوجوان کے ساتھ بیس صحابہ اور ایک روایت ہے کہ تیس صحابہ تھے) جب ان میں کسی چیز میں اختلاف ہوتا تو وہ اس نوجوان کی طرف متوجہ ہوتے، اور اس کے اقوال سے (صحیح مسئلہ تک پہونچنے میں) مدد لیتے، پس میں نے اس نوجوان کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ (صحابیٔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں، پس جب اگلا دن ہوا میں جلد ہی مسجد پہونچ گیا، تو میں نے اس نوجوان کو خود سے پہلے نماز میں مشغول پایا، آپ کہتے ہیں میں نے اس کا انتظار کیا یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہوئے، پھر میں سامنے سے ان کے پاس آیا، میں نے انہیں سلام کیا، اور پھر عرض کیا، خدا کی قسم، میں آپ سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا ہوں، انہوں نے فرمایا، کیا واقعی اللہ تعالیٰ کے لئے، میں نے کہا ہاں، اللہ تعالیٰ کے لئے، انہوں نے پھر پوچھا، کیا واقعی اللہ تعالیٰ کے لئے، میں نے کہا، ہاں واقعی اللہ تعالیٰ کے لئے، انہوں نے میری چادر کا کنارا پکڑا (اور ایک روایت میں ہے میری چادر کے دونوں کنارے پکڑے) اور مجھے اپنی طرف کھینچ کر فرمایا، تمہیں خوشخبری ہو، میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میری خاطر محبت کرنے والوں، میری خاطر آپس میں بیٹھنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرنے والوں اور میری خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں کے لئے میری محبت واجب ہوگئی۔ (مؤطا امام مالک)

اقوال

(۱) حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی محبت و الفت میں پروان چڑھے نوجوانوں کی تین نشانیاں ہیں، (۱) بغیر کسی خوف وڈر کے وفا کرتے ہیں، (۲) بغیر مبالغے کے تعریف کرتے ہیں، (۳) بغیر سوال کئے عطا کرتے ہیں۔ (طبقات الصوفیہ)

(۲) حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، یہ کوئی مخلوق کی تعلیم کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ حق تعالیٰ کے تحفوں میں سے ایک تحفہ اور اس کا فضل ہے۔ (طبقات الصوفیہ)

(۳) حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، جس قدر تم اللہ سے محبت کروگے اسی قدر مخلوقِ خدا تم سے محبت کرے گی، اور جس قدر تم اللہ سے خوف کھاؤ گے اسی طرح مخلوقِ خدا تم سے خوف کھائے گی، اور جس قدر اللہ کے احکام کی پابندی کروگے اسی قدر مخلوقِ خدا تمھارے حکم کی تعمیل کرے گی۔ (طبقات الصوفیہ)

(۴) شیخ ابو یعقوب نہر جوری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو یعقوب سوسی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا، کیا عارف اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کے نہ ملنے پر بھی افسوس کرتا ہے، انہوں نے فرمایا، کیا اسے اللہ کے سوا کوئی اور چیز دکھائی دیتی ہے کہ وہ اس پر افسوس کرے، میں نے عرض کیا، پھر اسے دنیا کی اشیاء کو کس نگاہ سے دیکھنا چاہئے، فرمایا، زوال اور فنا کی نگاہ سے۔ (رسالہ قشیریہ)

(۵) امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ روایت بیان کرتے ہیں کہ اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اگر وہ لوگ جو مجھ سے منھ موڑ لیتے ہیں، یہ جان لیں کہ میں ان کا کیسے انتظار کررہا ہوں اور ان پر کیسے مہربانی کرنے والا ہوں، اور ان کے گناہ کا کام چھوڑنے کو کتنا پسند کرتا ہوں تو وہ میرے شوق میں مرجائیں، اور ان کے جوڑ میری محبت کی وجہ سے منقطع ہوجائیں، اے داؤد، یہ میرا ارادہ ان لوگوں کے متعلق ہے جو مجھ سے منھ موڑتے ہیں پس جو لوگ میری طرف آتے ہیں ان کے ساتھ میرا ارادہ کیا ہوگا۔ (رسالہ قشیریہ)

محب کی شان

(۶) صاحبِ کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو بندہ اللہ تعالیٰ لے دیدار کو محبوب رکھتا ہے وہ بھی اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے، اور جو اللہ کے دیدار کو مکروہ سمجھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ملنے کو مکروہ رکھتا ہے۔

نیز فرمایا، جب خدا کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے، تو حضرت جبرائیل امی علیہ السلام سے فرماتا ہے، اے جبرائیل میں نے فلاں بندے کو محبوب بنالیا ہے تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ حضرت جبرائیل بھی اسے محبوب سمجھنے لگتے ہیں، اس کے بعد جبرائیل آسمان والوں سے کہتے ہیں کہ اللہ نے فلاں بندے کو محبوب بنالیا ہے، اے آسمان والو تم بھی اسے محبوب سمجھو، پھر وہ زمین والوں سے فرماتے ہیں تو زمین والے بھی اسے محبوب سمجھنے لگتے ہیں، واضح رہنا چاہئے کہ خدا کی محبت بندے کے لئے اور بندے کی محبت خدا کے لئے ضروری ہے، کتاب و سنت اور اجماع امت اس پر شاہد و ناطق ہیں، اللہ کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو محبوب رکھتا ہے، اور محبوبانِ خدا اسے دوست رکھتے ہیں۔ (کشف المحجوب)

(۷) اللہ تعالیٰ کی محبت بندوں کے حق میں یہ ہے کہ بندوں کو اپنی نعمت سے مالا مال کرے، اور دنیا و آخرت میں اجر و ثواب عطا فرما کر مقامِ سزا سے انہیں محفوظ رکھے، اور اسے گناہوں سے بچا کر بلند مرتبہ سے سرفراز فرمائے۔ (کشف المحجوب اردو)

انس و محبت

(۸) حضرت عمرو بن عثمان مکّی رحمۃ اللہ علیہ، کتاب محبت، میں فرماتے ہیں کہ اللہ نے قلوب کو ان کے اجسام سے سات ہزار سال پہلے پیدا فرمایا، اور انہیں اپنے قرب خاص میں رکھا، اس کے بعد محبت کے درجہ میں رکھا، پھر ان کے باطن کو ان کے جسموں سے سات ہزار سال پہلے پیدا کیا، اور انہیں وصل کے درجہ میں رکھا اور روزانہ تین سو ساٹھ مرتبہ ظہورِ جمال سے باطن کو تجلی بخشی، اور تین سو ساٹھ مرتبہ نظرِ کرامت ڈالی، پھر محبت کا کلمہ سنایا، اور تین سو ساٹھ مرتبہ دلوں پر انس و محبت کے لطائف ظاہر کئے یہاں تک کہ انہوں نے ساری کائنات پر نظر ڈالی تو کسی مخلوق کو اپنے سے زیادہ صاحب کرامت نہ پایا، اس بنا پر ان میں فخر و غرور پیدا ہوا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان سب کا امتحان لیا اور باطن کو جسم میں قید کر کے روح کو دل میں محبوس کیا اور دل کو جسم میں رکھا، پھر عقل کو ان میں شامل کیا، اور انبیاء علیہم السلام کو بھیج کر انہیں حکم دیا، اس کے بعد جو اپنے مقام کا متلاشی ہوا حق تعالیٰ نے اسے نماز کا حکم دیا تاکہ جسم تو نماز میں ہو اور دل محبت الٰہی میں، اور جان کو قربت کا مقام حاصل ہو اور باطن وصالِ حق سے سکون و قرار پائے۔ (کشف المحجوب اردو)

فرمانِ خواجہ بایزید

(۹) کشف المحجوب میں ہے کہ سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ، محبت یہ ہے کہ اپنے بہت کو تھوڑا جانے اور محبوب کے تھوڑے کو بہت

جانے، بندے کے لئے یہ معاملہ حق ہے اس لئے کہ دنیا میں جس قدر نعمتیں اسے دی گئی ہیں حق تعالیٰ نے ان کو تھوڑا فرمایا ہے، چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْل، اے محبوب آپ فرمادیں یہ دنیاوی نعمتیں تو تھوڑی ہیں۔

لیکن قلیل زندگی، قلیل جگہ اور قلیل سامان کے ساتھ ان کے قلیل ذکر الٰہی کو بہت فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے، وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّ الذّٰکِرَاتِ مرد و عورت خدا تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اس حقیقت کو جان لیں کہ حقیقی محبوب اللہ تعالیٰ ہی ہے، یہ صفت غیر کے لئے موزوں نہیں ہے، اس لئے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے جتنا بھی بندے کو پہونچے وہ تھوڑا نہیں ہو سکتا، اور بندے کی طرف سے جتنا بھی اللہ کی طرف جائے وہ تھوڑا ہی ہے۔ (کشف المحجوب اردو)

ارشادِ یحییٰ بن معاذ

(۱۰) حضرت یحییٰ بن معاذ رازی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ، حقیقی محبت نہ ظلم سے کم ہوتی ہے اور نہ نیکی و عطا سے بڑھتی ہے، اس لئے کہ یہ دونوں محبت میں سبب ہیں اور اسباب ظاہر وجود کے حال میں فناء ہوتے ہیں، اور محب، محبوب کی بلاء میں خوش ہوتا ہے، چونکہ راہ وفا میں ظلم و وفا دونوں برابر ہیں، اور جب محبت پیدا ہو جاتی ہے تو وفا، جفا کی مانند، اور جفا وفا کی مانند ہو جاتی ہے۔ (کشف المحجوب اردو)

(۱۱) حضرت خواجہ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو دیوانگی کے الزام میں شفاخانہ میں داخل کر کے قید کر کے کچھ لوگ بغرض ملاقات ان کے پاس گئے، آپ نے ان سے پوچھا تم کون ہو، لوگوں نے کہا، ہم آپ سے محبت کرنے والے ہیں، یہ سنکر آپ نے پتھر مارنے کے لئے اٹھایا، لوگ سب بھاگ کھڑے ہوئے، اس وقت آپ نے فرمایا اگر تم مجھ سے سچی محبت کرنے والے ہوتے تو مار کے ڈر سے نہ بھاگتے، اس لئے کہ محبین، محبوب کی بلاء سے بھاگا نہیں کرتے۔ (کشف المحجوب اردو)

باب ۲۳

زُہدووَرع کا بیان

حدیثِ پاک

صاحبِ عوارف المعارف خواجہ شہاب الدین سہروردی قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز لکھتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو دنیا سے کنارہ کش ہونے کے باوصف قوت گویائی رکھتا ہے (یعنی دنیا سے کنارہ کش ہوکر حق بات بتاتا ہے) تو تم اس کی قربت اختیار کرو، کیوں کہ وہ حکمت کی باتیں کرتا ہے۔ (زاہد کی باتیں حکمت پر مشتعمل ہوتی ہیں) (عوارف المعارف، ص، ۶۵۲/)

زہد کیا ہے

(۱) حضرت شیخ سرّی سقطی قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز فرماتے ہیں کہ جو کچھ بھی دنیا میں ہے اس سے دور رہنے کا نام زہد ہے۔ (عوارف المعارف اردو، ص، ۶۵۳/ از خواجہ شہاب الدین سہروردی)

(۲) رسالہ قشیریہ میں لکھا ہے زاہد دنیا کے ملنے پر خوش نہیں ہوتا اور نہ ہی دنیا کی اس چیز پر افسوس کرتا ہے جو اسے نہ ملی ہو، ابو عثمان فرماتے ہیں، زہد یہ ہے کہ تو دنیا کو چھوڑ دے، اور اس کی پرواہ نہ کر، کہ اسے کون لیتا ہے، کہا جاتا ہے جو اپنے زہد میں سچا ہوگا دنیا خود بخود اس کی طرف کھنچی آئے گی، ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں ہر اس چیز کو ترک کر دینے کا نام زہد ہے جو اللہ کی طرف مشغولیت سے روکے۔ (رسالہ قشیریہ اردو)

(۳) خواجہ فضیل بن عیاض قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز فرماتے ہیں، اللہ نے سارے شر کو ایک گھر میں رکھ دیا اور دنیا کی محبت کو اس کی کنجی بنایا، اور ساری بھلائی کو ایک گھر میں رکھ دیا اور زہد کو اس کی چابی بنایا۔ (رسالہ قشیریہ، از امام قشیری) یعنی جس نے دنیا سے محبت کی اس نے سارے شر کو اپنا لیا، اور جس نے زہد اختیار کیا، اس نے دنیا کی ساری بھلائی حاصل کر لی۔ (مؤلف)

زہد وورع کے ساتھ رحمت خدا کی ہے
اپنا کے دیکھئے کیا عظمت خدا کی ہے
محبوب اور محب میں تفریق ہی نہیں
جو چیز ہے جہاں میں حبیبِ خدا کی ہے (ارشدیؔ)

ورع کیا ہے

حضرت شبلی فرماتے ہیں، ورع یہ ہے کہ تو ہر ماسوائے اللہ سے پرہیز کرے۔ ابوسلیمان دارانی فرماتے ہیں، ورع زہد کی ابتداء ہے، بعینہٖ اسی طرح جس طرح قناعت رضا کا ایک کنارا یا حد ہے۔ ابوعثمان فرماتے ہیں، ورع کا ثواب حساب میں آسانی ہونے کی صورت میں ملے گا، ورع کی دو قسمیں ہیں، ایک ظاہری ورع، وہ یہ ہے کہ انسان حرکت کرے تو صرف اللہ کے لئے، دوسرے باطنی ورع وہ یہ ہے کہ تمھارے دل میں اللہ کے سوا کوئی اور داخل ہی نہ ہو۔ یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں، جو شخص ورع کی باریکیوں میں غور نہیں کرتا، وہ اللہ کے بڑے عطیوں تک نہیں پہونچ سکتا، (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۲۹۴/)

بشر حافی کی بہن اور امام احمد

حضرت امام قشیری فرماتے ہیں کہ حضرت بشر حافی کی بہن امام احمد بن حنبل کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ ہم اپنے مکان کی چھت پر سوت کاتتے ہیں، تو طاہر یہ کی مشعلیں گزرتی ہیں، اور ان کی شعائیں ہم پر پڑتی ہیں، کیا ان کی شعاع میں ہمارے لئے سوت کاتنا جائز ہے۔

حضرت امام احمد نے پوچھا، تم کون ہو، جواب دیا بشر حافی کی بہن، امام احمد رو پڑے، اور کہا تمھارے ہی گھر سے تو سچی پرہیز گاری نکلتی ہے، ان کی شعاع میں سوت نہ کاتا کرو۔ حضرت علی عطار فرماتے ہیں، میں بصرا کی ایک سڑک سے گزرا، وہاں بچے کھیل رہے تھے اور بوڑھے لوگ بیٹھے ہوئے تھے، میں نے بچوں سے کہا، کیا تمہیں ان بزرگوں سے شرم نہیں آتی، ان میں سے ایک بچے نے جواب دیا، چونکہ ان بزرگوں کی پرہیز گاری میں کمی واقع ہوگئی ہے، اس لئے ان کی ہیبت بھی کم ہوگئی ہے۔ (رسالہ قشیریہ، ص، ۲۹۴/ازامام قشیری)

باب ۲۴

اخلاص کا بیان

فرمانِ الٰہی

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ ﴿۲﴾ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ﴿الزمر: ۳﴾

بیشک ہم نے تمھاری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری تو اللہ کو پوجو نرے اس کے بندے ہوکر، ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے

فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿غافر: ۱۴﴾

تو اللہ کی بندگی کرو نرے اس کے بندے ہوکر پڑے برا مانیں کافر۔

احادیثِ مبارکہ

(۱) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی، پس جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی شمار ہوگی، اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہوئی تو اس کی ہجرت اسی کے لئے ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی، یہ حدیث متفق علیہ ہے، اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان)

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص اللہ وحدہ لاشریک کے لئے کامل اخلاص پر اور بلا شرک اس کی عبادت پر، نماز قائم کرنے پر، اور زکوٰۃ دینے پر ہمیشہ عمل پیرا رہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوگا، اس کی موت اس حال میں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ، باب الایمان)

(۳) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف بھیجا گیا تو انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا یارسول اللہ مجھے نصیحت فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دین میں اخلاص پیدا کر تجھے تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔ (بیہقی، شعب الایمان)

(۴) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اخلاص سے کام کرنے والوں کے لئے خوشخبری ہے، یہ لوگ چراغِ ہدایت ہیں، ان کے ذریعہ ہر سیاہ فتنہ چھٹ جاتا ہے۔ (بیہقی، شعب الایمان)

(۵) حضرت منصور بن معتمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سچ بولو اگرچہ اس میں تمہیں ہلاکت نظر آئے (کیوں کہ نجات اسی میں ہے۔ (ہدایت الامہ)

اقوال

(۱) حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اخلاص وہ عمل ہے جو انسان کو دشمن (یعنی نفس یا شیطان) سے بچائے، کہ وہ اسے خراب نہ کردے۔ (رسالہ قشیریہ، ص،۴۳۹)

(۲) حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا، صادق ایک دن میں لاتعداد حالتیں بدلتا ہے، (اور افضل سے افضل تر حالت کو جاتا ہے) اور ریاکار ایک ہی حالت پر چالیس سال تک قائم رہتا ہے۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص،۴۴۱)

(۳) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اخلاص کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے جبرائیل امین سے پوچھا، اخلاص کیا ہے، تو فرمایا، میں نے رب العزت سے پوچھا کہ اخلاص کیا ہے تو رب نے فرمایا، یہ میرے رازوں میں سے ایک راز ہے، جسے میں اس شخص کے دل میں رکھ دیتا ہوں جس سے میں محبت کرتا ہوں۔ (رسالہ قشیریہ، ص،۴۳۷/)

(۴) حضرت ابوالقاسم قشیری قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں، میں نے استاد ابوعلی دقاق کو فرماتے سنا کہ اخلاص لوگوں کی نگاہوں سے بچنے کا نام ہے، اور صدق یہ ہے کہ تو اس بات سے پاک رہے کہ تمہارا نفس تمہارے اعمال کو نہ دیکھے، لہٰذا جو مخلص ہوگا اس میں ریا نہیں پایا جائے گا، اور جو صادق ہوگا اس میں غرور نہ پایا جائے گا۔ (رسالہ قشیریہ، ص،۴۳۸/)

(۵) امام قشیری فرماتے ہیں، اپنے اخلاص پر نظر رکھنا مخلص کے لئے نقصان دہ ہے، لہٰذا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے اخلاص کو خالص بنانا چاہتا ہے تو اس کے اخلاص سے اپنے اخلاص کے دیکھنے کو نکال دیتا ہے۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص،۴۳۸/)

اخلاص کی اہمیت

(۶) قوت القلوب میں ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما، تین چیزیں ایسی ہیں کہ کسی مسلمان کا دل اس میں خیانت نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص، عمل، اور فرمایا اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر انسان کے لئے وہی جس کی وہ نیت کرتا ہے۔

(۷) فرماتے ہیں حدیث شریف میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ عمل کے بغیر کوئی قول قبول نہیں کرتا، اور نیت کے بغیر کوئی قول اور عمل قبول نہیں کرتا۔ (قوت القلوب، ج، ۲، ص، ۳۸۲/)

(۸) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے افضل عمل ہے، اس چیز کی ادائیگی ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے اور اس سے بچنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اس میں صدق و نیت اختیار کرنا ہے۔ (قوت القلوب اردو، ج، ۲، ص، ۳۸۲/)

(۹) نیت صالحہ عمل صالح کی ابتداء اور اللہ کی طرف سے پہلا انعام ہے اور وہی جزا کا مقام ہے کیوں کہ بندے کو اس کے اعمال کا ثواب انہی نیتوں کے بعد ملتا ہے جو اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے، چنانچہ بسا اوقات ایک عمل میں بہت سی نیتیں جمع ہو جاتی ہیں، جتنی نیتوں کا بندہ احتمال کر سکتا ہے اور عمل کرنے والے کو جس قدر علم حاصل ہوتا ہے پھر اسے ہر نیت کے بدلے میں ایک نیکی ملتی ہے، پھر ہر نیکی دس گنا بڑھ جاتی ہے، کیوں کہ در حقیقت یہ بہت سے اعمال ہوتے ہیں جو ایک عمل میں جمع ہو جاتے ہیں۔ (قوت القلوب ج، ۲، ص، ۳۸۲/)

نیت اور اخلاص کی حقیقت

(۱۰) حضرت ابوطالب مکی قدس اللہ سرہ العزیز قوت القلوب میں فرماتے ہیں کہ نیت کی صورت کے دو معنی ہیں، ایک یہ کہ عمل میں حُسن بیداری اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی طلب میں اس کی رضا کے لئے اخلاص کے ساتھ دل کا صحیح ارادہ عمل کی طرف ہو، پھر ہر وہ عمل جو اس نیت کے ساتھ ہو گا، وہ عمل صالح اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے مقبول ہو گا، کیوں کہ صاحب عمل شرک جہالت اور نفسانیت سے بچا ہوا ہے، لہٰذا اس کا عمل خزانوں میں اٹھالیا جاتا ہے، اور اس کے ثواب کو ذخیرہ کر لیا جائے گا۔ اور اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ عمل دو چیزوں سے محفوظ ہے، یعنی ریا اور نفسانیت، تاکہ وہ خالص ہو جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خالص دودھ کا وصف بیان فرمایا ہے، کہ جس کے ذریعہ ہم پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انعام ہوتا ہے۔

(۱۱) فرماتے ہیں، اگر دودھ میں گوبر یا خون میں سے کوئی ایک صفت بھی پایا جائے تو وہ خالص نہیں رہے گا، اور اس کے ذریعہ ہم پر نعمت کا انعام نہیں ہو گا اور ہمارے نفوس اسے قبول نہیں کریں گے، اسی طرح ہمارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے کہ جب ہمارے اعمال میں مخلوق کے لئے ریاکاری یا شہوت نفس کی نفسانیت شامل ہو جائے، اور وہ خالص نہ رہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملے میں صدق اور ادب کامل نہیں رہتا تو اللہ تعالیٰ ہم سے ان اعمال کو قبول نہیں فرماتا۔ (قوت القلوب، ج ۲، ص، ۳۸۳)

باب ۲۵

اللہ کی بارگاہ میں شکر کا بیان

فرمانِ الٰہی

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿البقرۃ: ۱۵۲﴾

تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

مَّا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَآمَنتُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ﴿النساء: ۱۴۷﴾

اور اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق مانو، اور ایمان لاؤ اور اللہ ہے صلہ دینے والا جاننے والا۔

بَلِ اللَّهَ فَاعْبُدْ وَكُن مِّنَ الشَّاكِرِينَ ﴿الزمر: ۶۶﴾

بلکہ اللہ ہی کی بندگی کر اور شکر والوں سے ہو

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ رات کے وقت اس قدر قیام فرمایا کرتے کہ دونوں قدمِ مبارک پھٹ جاتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرض گزار ہوئیں، یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ ایسا کیوں کرتے ہیں، جب کہ آپ ﷺ کے سبب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمادئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا، کیا مجھے یہ پسند نہیں کہ میں (اللہ کا) شکر گزار بندہ بنوں، یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ (صحیح بخاری اردو، کتاب التفسیر)

(۲) حضرت امام قشیری اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا گیا کہ جو عجیب ترین بات آپ نے رسول کریم ﷺ میں دیکھی ہو، بیان فرمائیے، آپ اس پر رو پڑیں اور فرمانے لگیں حضور ﷺ کی کونسی بات عجیب نہ تھی، ایک رات وہ میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس میرے بستر میں میرے لحاف میں گھس گئے یہاں تک کہ میرا جسم ان کے جسم کے ساتھ لگ گیا،

فرمانے لگے، ابوبکر کی بیٹی، مجھے چھوڑ دو، میں اپنے رب کی عبادت کرلوں، میں نے کہا، میں آپ کے قریب رہنا چاہتی ہوں، چنانچہ میں نے آپ کو اجازت دے دی، آپ اٹھ کر پانی کے مشکیزے کی طرف گئے اور وضو کیا اور بہت سارا پانی بہایا، پھر نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوگئے اور آپ ﷺ رونے لگ گئے، یہاں تک کہ آپ کے آنسو آپ کے سینہ مبارک پر بہنے لگے، پھر رکوع میں جاکر روئے اور اسی طرح سجدے میں، پھر سجدے سے سر اٹھا کر روتے رہے، آپ ﷺ اسی طرح کرتے رہے یہاں تک کہ بلال نے آکر آپ کو نماز کی اطلاع دی، میں نے کہا، یارسول اللہ ﷺ، آپ کیوں رو رہے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کی خطا معاف کردی ہے، فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں، اور میں ایسا کیوں نہ کروں، حالانکہ اللہ نے قرآن میں ارشاد فرمایا، بے شک زمین و آسمان کی پیدائش میں نشانیاں ہیں۔ (رسالہ قشیریہ، ص، ۳۸۸، غنیۃ الطالبین، ص، ۷۶۳)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، کھانے پر شکر کرنے والا درجہ میں صبر کرنے والے روزہ دار کے برابر ہے۔ (جامع ترمذی، ج ۳)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، دو باتیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ پائی جائیں اللہ تعالیٰ اسے صابر و شاکر لکھتا ہے، اور جس میں یہ دونوں خصلتیں نہ ہوں اسے اللہ تعالیٰ صابر و شاکر نہیں لکھے گا، (وہ دو خصلتیں یہ ہیں) جو شخص دینی معاملات میں اپنے سے اوپر والے کی طرف دیکھے اور اس کی پیروی کرے، اور دنیاوی امور میں اپنے سے نیچے والے کی طرف دیکھے اور اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر ادا کرے کہ اسے اس پر فضیلت دی، اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو صابر و شاکر لکھتا ہے، اور جو آدمی دینی امور میں اپنے سے نیچے والے کی طرف اور دنیاوی امور میں اپنے سے اوپر والے کی طرف دیکھے اور اس پر افسوس کرے جو اسے نہیں ملا اللہ تعالیٰ اسے صابر و شاکر نہیں لکھتا۔ (جامع ترمذی، ج، ۲/۳)

اقوال

(۱) حضرت امام قشیری فرماتے ہیں، کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض، اے باریٔ تعالیٰ میں تیرا شکر کیسے ادا کروں، جب کہ میرا شکر ادا کرنا بھی تیری ایک عنایت ہے، اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اب تو نے میرا شکر ادا کیا ہے۔ (رسالہ قشیریہ اردو، غنیۃ الطالبین اردو)

(۲) حضرت امام حسن بن علی علیہ السلام نے خانہ کعبہ کے رکن سے چمٹ کر کہا، اے اللہ، تونے مجھ پر انعام کیا، مگر تونے مجھے شاکر نہ پایا، تونے مجھے (آزمائش میں) مبتلا کیا، مگر مجھے صابر نہ پایا، مگر میرے شکر ادا نہ کرنے کے باوجود تونے مجھ سے اپنی عنایات کو روک نہیں لیا، اور نہ ہی میری بے صبری کی وجہ سے تونے مصیبت کو دائم رکھا، یا الٰہی ایک کریم سے کرم کے سوا کیا ظاہر ہوگا۔ (رسالہ قشیریہ، ص، ۳۹۲)

(۳) امام قشیری فرماتے ہیں، ایک نبی ایک چھوٹے سے پتھر کے پاس سے گزرے، جس سے پانی کثرت سے نکل رہا تھا، نبی کو اس پر تعجب ہوا، اللہ تعالیٰ نے پتھر کو زبان عطا فرمائی، پتھر نے کہا جب سے میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے، نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ، نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ ایسی آگ میں داخل کرے گا جس کے ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے) میں ڈر کے مارے رو رہا ہوں، راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اس پتھر کو دوزخ سے پناہ دے، اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی نبی کو خبر دی کہ ہم نے اسے پناہ دے دی، یہ سن کر نبی وہاں سے روانہ ہوگئے واپس آئے تو دیکھا کہ پانی بدستور بہ رہا ہے، انہیں پھر تعجب ہوا، اللہ تعالیٰ نے پھر پتھر کو گویائی دے دی، نبی نے پوچھا اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے معاف کر دیا ہے تو پھر کیوں رو رہا ہے، پتھر نے جواب دیا وہ رونا غم اور خوف کا تھا، اور یہ رونا شکر اور سرور کا ہے۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۳۹۳/ غنیتہ الطالبین اردو، ص، ۷۶۵)

(۴) امام قشیری فرماتے ہیں، کسی صوفی سے حکایت کی گئی کہ انہوں نے سفر میں ایک نہایت بوڑھے شخص کو دیکھا انہوں نے اس کا حال پوچھا، تو بوڑھے نے بیان کیا کہ میں ابتداء عمر میں اپنی چچازاد بہن پر عاشق تھا، اور اسے بھی مجھ سے عشق تھا، اتفاق ایسا ہوا کہ میرا اس سے نکاح ہوگیا، شب زفاف میں ہم دونوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم دونوں پر مہربانی فرما کر ہمیں بذریعہ نکاح اکٹھا کر دیا ہے، لہٰذا آج رات ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، چنانچہ ہم رات بھر نماز پڑھتے رہے، اور ایک دوسرے کی طرف توجہ نہ کر سکے، دوسری رات بھی ہم نے ایسا ہی کیا، چنانچہ ستّر یا اسّی سال سے ہم ہر رات اس طرح کرتے چلے آتے ہیں، پھر بڑھیا کی طرف متوجہ ہو کر کہا، کیا ایسا نہیں ہے، بڑھیا نے کہا بات ایسی ہی ہے، جس کو شیخ نے بیان کیا۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۳۹۴/)

(۵) حضور غوث پاک غنیتہ الطالبین میں ارشاد فرماتے ہیں، شکر کی کئی قسمیں ہیں، اول زبان سے شکر کرنا، یعنی عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرنا، دوسرا بدن کے ساتھ شکر کرنا، یعنی وفاداری اور عبادت کے ذریعہ شکر ادا کرنا، تیسرا دل کے ساتھ

شکر ادا کرنا۔ کہا گیا ہے کہ آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ کسی ساتھی کا عیب دیکھ کر اس کی پردہ پوشی کرو، کانوں کا شکر یہ ہے کہ کسی کا عیب سنو تو چھپاؤ، خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حاصل کر کے اس کی نافرمانی نہ کرو۔ کہا گیا ہے علماء کا شکر کلام کے ساتھ اور عابدین کا شکر فعل کے ساتھ ہوتا ہے، جبکہ عارفین کا شکر یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے لئے استقامت اختیار کریں، کہ انہیں جو کچھ بھلائی حاصل ہے یا جس عبادت اور ذکرِ الٰہی میں وہ مصروف ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق، نعمت، قوت، اور طاقت کے ساتھ ہے، نیز بندے کو چاہئے کہ وہ ان تمام احوال سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو جائے، اور اپنے عجز، کوتاہی، اور جہالت کا اعتراف کرے پھر تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ (غنیتہ الطالبین اردو، ص، ۷۶۴/)

(۶) بہجتہ الاسرار میں ہے کہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے شکر کی نسبت پوچھا گیا، تو فرمایا شکر کی حقیقت یہ ہے کہ منعم کی نعمت کا اس طرح اقرار ہو کہ اس میں عاجزی ہو، اور احسان کا مشاہدہ حرمت کی حفاظت اس طرح ہو کہ یہ سمجھ لے کہ وہ شکر ہر شکر کرنے سے عاجز ہے، اس کی بہت سی قسمیں ہیں، ایک تو زبان کا شکر ہے وہ یہ کہ سکون کی نعمت کے ساتھ نعمت کا اقرار ہو، ایک شکر بالارکان ہے، وہ یہ کہ خدمت اور وقار سے متّصف ہو جائے، ایک شکر دل کا ہے، وہ یہ کہ بساط شہود حفظ و حرمت کے دوام کے ساتھ اعتکاف ہو۔ (بہجتہ الاسرار اردو، ص، ۳۶۰/)

باب ۲۶

رضا کا بیان

فرمانِ الٰہی

رَّضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ ذٰلِکَ لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّہٗ ﴿البینۃ: ۸﴾

اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرے

یُبَشِّرُہُمۡ رَبُّہُمۡ بِرَحۡمَۃٍ مِّنۡہُ وَرِضۡوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّہُمۡ فِیۡہَا نَعِیۡمٌ مُّقِیۡمٌ ﴿التوبۃ: ۲۱﴾

ان کا رب انہیں خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا کی اور ان باغوں کی جن میں انہیں دائمی نعمت ہے

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث نقل فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اللہ کی رضا اور اس کی قضا پر راضی نہ ہوا اس نے اپنے دل کو تقدیر و اسباب میں مشغول کر کے بدن کو سختی میں ڈال دیا۔ (کشف المحجوب اردو، ص، ۲۵۸/)

(۲) دوسری حدیث پاک نقل فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے میرے رب، مجھے ایسا عمل بتا جس پر میں عمل کروں تو مجھے تیری رضا حاصل ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے موسیٰ یہ بات تمھاری قوتِ برداشت سے باہر ہے یہ سن کر حضرت موسیٰ روتے ہوئے سجدے میں گر پڑے، چنانچہ وحی نازل فرمائی کہ اے فرزند عمران، میری رضا تو تمھارے اندر ہے تم کو چاہئے کہ قضا پر راضی رہو، مطلب یہ ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی رہے گا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ حق تعالیٰ اس سے راضی ہے، (کشف المحجوب اردو، ص، ۲۵۹/)

(۳) حضرت امام قشیری قدس اللہ العزیز اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک بار جب اہلِ جنت اپنی ایک مجلس میں بیٹھے تھے، یکایک جنت کے دروازے پر نور ظاہر ہوا، اہلِ جنت نے سر اٹھا کر دیکھا تو اللہ تعالیٰ جلوہ فرما تھا، اور فرمان جاری ہوا اے اہلِ جنت مجھ سے کچھ مانگ لو، اہلِ جنت نے جواب دیا کہ ہم صرف یہی

چاہتے ہیں کہ تو ہم سے راضی ہوجا، اللہ تعالیٰ نے جواب دیا، میری رضا ہی کی بدولت تو تم میرے گھر میں آکر اترے ہو، اور تمہیں میری طرف سے عزت حاصل ہوئی ہے، یہی وقت ہے مانگ لو، اہل جنت نے عرض کیا، ہم اور رضا چاہتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا، پھر ان کے پاس سرخ یاقوت کی اونٹنیاں لائیجاتی ہیں، جنکی بانگیں سبز رنگ کے زمرد اور سرخ رنگ کے یاقوت کی ہیں، چنانچہ وہ ان پر بیٹھ گئے، ان کے پاؤں اس قدر دور پڑتے تھے، جس قدر کی نگاہ پہونچ سکتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے پھل دار درختوں کو حکم دیا، پھر موٹی آنکھوں والی لڑکیاں آئیں، اور کہنے لگیں، ہم نازک اندام ہیں، ہمیں کوئی تکلیف نہ ہوگی، ہم ہمیشہ جنت میں رہنے والیاں ہیں، ہمیں موت نہ آئے گی، ہم مومنوں کی باعزت بیویاں ہیں، اللہ تعالیٰ حکم دے گا، اور سفید خوشبودار کستوری کے ٹیلے ان پر ہوا اڑائیں گے، جس کا نام مشیرہ ہوگا، یہاں تک کہ یہ انہیں لیکر جنت عدن میں آجائیں گی، یہ جنت عدن جنت کا بہترین حصہ ہے، یہ دیکھ کر فرشتے کہیں گے، اے اللہ یہ لوگ آگئے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، مرحبا، اے سچ بولنے والو مرحبا، اے عبادت گزارو، حضور ﷺ فرماتے ہیں، پھر ان کے لئے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھتے ہیں، اور نور رحمٰن کو دیکھ کر اس طرح خوشی حاصل کرتے ہیں، کہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے، پھر اللہ فرمائے گا، انہیں ان تحفوں کے ساتھ محلوں کی طرف لوٹا دو، اور حضور ﷺ فرماتے ہیں، کہ جب وہ واپس آئیں گے، تو ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ، اللہ غفور رحیم کی طرف سے یہ ضیافت ہوگی۔ (رسالہ قشیریہ، ص، ۴۱۶)

اقوال

(۱) حضور غوث پاک فرماتے ہیں، کہ حضرت ابوعلی دقاق نے فرمایا، رضا یہ نہیں کہ بندے کو تکلیف کا احساس نہ ہو بلکہ رضا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلے پر اعتراض نہ کرے۔ (غنیتہ الطالبین اردو، ص، ۷۶۹/)

(۲) حضور غوث پاک فرماتے ہیں، حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا سے پوچھا گیا بندہ قضائے الٰہی پر کب راضی ہوتا ہے، انہوں نے فرمایا، جب مصیبت پر بھی اسی طرح خوش ہو، جس طرح نعمت پر خوش ہوتا ہے۔ (غنیتہ الطالبین اردو، ص، ۷۷۰/)

(۳) حضور غوث پاک فرماتے ہیں، حضرت ذوالنون مصری قدس اللہ العزیز نے فرمایا، رضا کی علامات میں سے تین باتیں ہیں، تقدیر سے پہلے اختیار کو چھوڑ دینا، قضاء کے بعد تلخی کا نہ پیدا ہونا، سخت مصیبت میں دوستی کے جذبات کا پیدا ہونا، آپ ہی نے فرمایا، تقدیر کی کڑواہٹ پر دل میں سرور پیدا ہونا رضا ہے۔ (غنیتہ الطالبین اردو، ص، ۷۷۱/)

(۴) امام قشیری فرماتے ہیں، میں نے استاد ابوعلی دقاق سے سنا وہ فرماتے تھے، کہ رضا یہ نہیں ہے کہ تم مصیبت کا احساس نہ کرو، بلکہ رضا یہ ہے کہ تم اللہ کے حکم اور اس کی تقدیر پر اعتراض نہ کرو۔ یاد رکھو کہ بندے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس قضا پر راضی رہے جس پر راضی رہنے کا اسے حکم دیا گیا ہے، کیوں کہ بندے کے لئے ہر اس بات پر جو اس کی تقدیر میں ہے راضی رہنا جائز یا واجب نہیں، مثلاً گناہوں پر یا مسلمانوں کی ایذا رسانی وغیرہ پر۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۱۸)

(۵) صوفیاء کہتے ہیں کہ رضا اللہ کا بہت بڑا دروازہ ہے، اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ نے اپنی رضا سے نوازا ہو، اس پر اللہ کی بہت بڑی عنایت ہے۔ (رسالہ قشیریہ، ص ۴۱۸)

(۶) حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نفحات الانس میں فرماتے ہیں کہ شیخ عفیف الدین تلمسانی قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا، میں نے اس مقام (رضا) کی لذت کو چکھا، اور خدا کی تعریف ہے کہ اس مقام کا حصول مجھ کو تین مواقع پر ہوا، پہلا موقع تو یہ تھا کہ میں فرنگیوں کی تلواروں سے قتل ہونے والا ہی تھا، تب میں نے اپنے دل میں نظر کی تو اس کے نزدیک زندگی اور موت میں کچھ فرق نہ تھا، کیوں کہ وہ خداوند تعالیٰ کے حکم پر غلبہ اور محبت کی وجہ سے راضی برضا تھا، دوسرا موقع یہ آیا کہ میں ڈوبنے لگا تھا، تب میں نے اپنے دل میں نظر کی تو پھر زندگی اور موت میں خداوند تعالیٰ کے حکم پر راضی ہونے کے باعث کوئی فرق نہ پایا، تیسرا موقع یہ تھا کہ مجھ سے کہا گیا کہ صوفیوں کے طریق سے ڈرتے رہو کہ ان کے کاموں میں قدم پھسلتا ہے تب پھر میں نے دل میں نظر کی اور میں نے رضائے الٰہی کی گروہ کو (دل کے ساتھ) درست کر لیا، اور میں نے کہا کہ میں خداوند تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اعراض (دوسری چیزوں سے) کروں گا، اور خدا کے ساتھ سچی محبت کے باوصف گمراہی کے خوف سے ڈروں گا، اس وقت میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور میرے جسم میں خشوع و خضوع کا نشہ سرایت کر گیا اور مجھ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی، قریب تھا کہ بیہوشی میں میری جان نکل جائے پھر مجھے ہوش آیا۔ (نفحات الانس اردو، ص، ۸۳۰/)

(۷) حضور غوث اعظم قدس اللہ سرہ العزیز سے رضا کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے ارشاد فرمایا، رضا یہ ہے کہ تردد کو اٹھا دیا جائے، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے علم ازل میں پہلے ہو چکا ہو، اس پر کفایت کرنا، اور رضا یہ ہے کہ قضائے الٰہی میں سے کسی خاص قضاء کے نزول کی طرف دل نہ پھر جائے، اور جب کوئی قضا نازل ہو، تو دل اس کے زوال کی طرف نہ جھانکے۔ (بہجۃ الاسرار اردو، ص، ۳۶۳/)

باب ۲۷

صبر اور صابرین کا بیان

فرمانِ الٰہی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿البقرۃ: ۱۵۳﴾

اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو بیشک اللہ صابروں کے ساتھ ہے

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿البقرۃ: ۱۵۵﴾

اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿آل عمران: ۲۰۰﴾

اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو۔

احادیث کریمہ

(۱) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گویا اب بھی میں (چشم تصور سے) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ ایک نبی کا ذکر فرما رہے ہیں جن کی قوم نے ان کو مارا اور لہو لہان کر دیا تو وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے جاتے ہیں اور کہتے ہیں، اے رب، میری قوم کو بخش دے، کیوں کہ یہ جانتے نہیں ہیں، (کہ میں کون ہوں) یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ (صحیح بخاری اردو، کتاب استتابۃ المرتدین)

(۲) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ انصار کے کچھ افراد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مال عطا فرمایا، پھر سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر عطا فرمایا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال ختم ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ میرے پاس جو مال ہوتا ہے میں تم سے بچا کر اسے جمع نہیں کرتا اور جو سوال

کرنے سے بچے تو اللہ تعالیٰ اسے بچائے گا، اور جو مستغنی رہے اللہ تعالیٰ اسے غنی کردے گا، جو صبر سے کام لے تو اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق دے گا، اور تم میں سے جس کو مال دیا جاتا ہے وہ صبر سے بہتر اور وسعت والا نہیں ہے۔ (صحیح بخاری اردو، کتاب الزکاۃ)

(۳) حضرت سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ سخت آزمائش کس کی ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انبیاء کرام علیہم السلام کی، پھر درجہ بدرجہ مقربین کی، آدمی کی آزمائش اس کے دینی مقام کے مطابق ہوتی ہے، اگر دین میں مضبوط ہو تو سخت آزمائش ہوتی ہے، اگر دین میں کمزور ہو تو حسبِ دین آزمائش کی جاتی ہے، بندے کے ساتھ یہ آزمائشیں ہمیشہ رہتی ہیں، حتیٰ کہ (مصائب پر صبر کی وجہ سے) وہ زمین پر اس طرح چلتا ہے، کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ (صحیح بخاری اردو، کتاب المرضی)

اقوال

(۱) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، صبر کا ایمان میں وہی مقام ہے جو سر کا بدن میں ہے، (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۰۲/)

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، صبر ایسی سواری ہے جو کبھی ٹھوکر نہیں کھاتی، (رسالہ قشیریہ)

(۳) حضرت خواص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کتاب و سنت کے احکام پر ثابت قدم رہنا صبر ہے، (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۰۳/)

(۴) حضرت سری سقطی قدس اللہ سرہ العزیز سے صبر کے متعلق دریافت کیا گیا، تو آپ صبر پر گفتگو فرمانے لگے، اسی دوران ایک بچھوان کی ٹانگ پر چڑھ گیا اور کئی ایک ڈنک مارے مگر آپ نے قطعاً حرکت نہ کی، آپ سے کسی نے کہا کہ آپ نے اسے ہٹا کیوں نہیں دیا، فرمایا، مجھے اللہ سے شرم آگئی کہ میں صبر کے متعلق گفتگو تو کروں مگر خود صبر نہ کروں، (رسالہ قشیریہ، ص، ۴۰۸)

(۵) حضرت ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا، اللہ کے احکام کی مخالفت سے دور رہنے، مصیبت کے گھونٹ پینے پر سکون و اطمنان، اور زندگی کے میدان میں محتاجی کے باوجود اپنے آپ کو مالدار ظاہر کرنے کا نام صبر ہے، (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۰۳/)

(۶) حضرت امام ابوالقاسم قشیری قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر صبر کرنا تکلیف کا سبب ہے، (صبر اللہ) اور (صبر باللہ) اللہ کی مدد کے ساتھ صبر کرنا بقاء کا سبب

ہے، نیز فرماتے ہیں، صبر فی اللہ آزمائش ہے، صبر مع اللہ وفا ہے، اور صبر عن اللہ جفا ہے۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص،۴۰۵/)

(۷) بہجتہ الاسرار میں ہے کہ حضور غوثِ اعظم قدس اللہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ صبر یہ ہے کہ بلا ہوتے ہوئے اللہ کے ساتھ حُسنِ ادب وصفات کا دھیان رکھے، اور اس کے کڑوے فیصلوں کو فراخ دلی کے ساتھ احکام کتاب وسنت پر مانے اس کی بہت سی قسمیں ہیں، اللہ کے لئے صبر کرنا وہ یہ ہے کہ اس کے امر کو ادا کرے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے باز رہے، اور ایک صبر اللہ کے ساتھ ہے، وہ یہ کہ اس کی قضا کے جاری ہونے کے نیچے اور تجھ میں اس کے فعل ہونے میں سکون ہو، اور فقر کی حالت میں بے قرار و پریشان ہونے کے بجائے خوش دلی کا اظہار کرے، ایک صبر اللہ پر ہے وہ یہ کہ ہر شئے میں اس کے وعدہ کی طرف میلان ہو، اور دنیا سے آخرت کی طرف مومن پر چلنا آسان ہو، مخلوق کو چھوڑنا خدا کے مقابلے میں سخت ہوتا ہے، اور نفس کا اللہ تعالیٰ کی طرف چلنا زیادہ سخت ہوتا ہے، اور فقیر صابر، غنی شاکر سے افضل ہوتا ہے، فقیر شاکر ان دونوں سے افضل ہوتا ہے، فقیر صابر و شاکر ان سب سے افضل ہوتا ہے، اور بلا کو وہی بلاتا ہے جو کہ عارف ہوتا ہے۔ (بہجتہ الاسرار اردو، ص،۳۶۱/)

باب ۲۸

حُسنِ اخلاق

فرمانِ الٰہی

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴿القلم: ۴﴾

ترجمہ، اور بیشک آپ بہت بڑے اخلاق کے مالک ہیں۔ (غنیہ الطالبین اردو)

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، مومنوں میں سے کامل ترین مومن وہ ہے جو بہترین اخلاق کا مالک ہے، اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ انتہائی نرم ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی، کتاب الایمان)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، مومنوں میں سے کامل ترین ایمان اس کا ہے جو ان میں سے بہترین اخلاق کا مالک ہے، اور تم میں سے بہترین اشخاص وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ حُسن سلوک کرنے والے ہیں، (جامع ترمذی، کتاب الرضاع)

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، تم میں سب سے زیادہ پیارے اور قیامت کے دن میرے نزدیک ترین بیٹھنے والے وہ لوگ ہیں جو تم میں سے اخلاق میں اچھے ہیں، (جامع ترمذی اردو، کتاب البر والصلہ)

(۴) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، حُسنِ اخلاق سے بڑھ کر میزان میں بھاری چیز کوئی نہیں ہوگی۔ (جامع ترمذی، کتاب البر والصلۃ)

(۵) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، اے عائشہ، بیشک اللہ نرمی سے سلوک کرنے والا ہے اور ہر ایک معاملے میں نرمی کو پسند فرماتا ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا، اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر اتنا عطا فرماتا ہے کہ اتنا سختی پر بھی عطا نہیں کرتا۔ (صحیح بخاری، کتاب، استتابۃ المرتدین)

اقوال

(۱) حضور غوث پاک قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ حُسنِ اخلاق کا مطلب یہ ہے کہ تم اس کے احکام بجالاؤ، جن سے روکا ہے اس سے باز رہو اور کسی لالچ کے بغیر ہر حال میں اس کی فرمانبرداری کرو، کسی تہمت کے بغیر تقدیر کو اس کے حوالے کردو، شرک کے بغیر اسے ایک تسلیم کرو، اور کسی شک کے بغیر اس کے وعدے کی تصدیق کرو۔ (غنیتہ الطالبین اردو، ص، ۷۶۲/)

(۲) حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کون آدمی سب سے زیادہ غم گین ہے، آپ نے فرمایا، جس کا اخلاق سب سے بُرا ہے۔ (غنیتہ الطالبین اردو، ص، ۷۶۲/ رسالہ قشیریہ)

(۳) امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہٗ نے اپنے غلام کو بلایا، مگر اس نے جواب نہ دیا، آپ نے دوسری اور تیسری بار بلایا، اس نے پھر بھی جواب نہیں دیا، آپ خود اٹھ کر اس کے پاس تشریف لے گئے، اور اسے لیٹا ہوا پایا، فرمایا، اے غلام، کیا تو میری آواز نہیں سن رہا ہے، جواب دیا، ہاں سن رہا ہوں، پھر پوچھا تو جواب کیوں نہیں دیتا، اس نے جواب دیا، مجھے یقین تھا کہ آپ مجھے سزا نہیں دیں گے، لہٰذا میں نے سستی کی، یہ جو اب سن کر حضرت علی نے فرمایا، جا تو اللہ کے لئے آزاد ہے۔ (رسالہ قشیریہ، ص، ۴۸۴/)

(۴) حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کسی جنگل میں گئے، راستہ میں انہیں ایک فوجی سپاہی ملا، اس سپاہی نے پوچھا آبادی کدھر کو ہے، آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ کیا، اس نے آپ کے سر پر مار کر ایسا زخمی کیا کہ ہڈّی ظاہر ہوگئی، جب سپاہی آگے چلا گیا تو اسے کسی نے بتلایا کہ ابراہیم ادہم تو خراسان کا سب سے بڑا زاہد ہے، اتنا سن کر وہ ان سے معافی مانگنے کو آیا، آپ نے فرمایا، جب تو نے مجھے مارا تھا تو میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ وہ تجھے جنت عطا کرے، سپاہی نے پوچھا یہ کیوں، انہوں نے فرمایا، مجھے معلوم تھا کہ اس تکلیف پر اللہ تعالیٰ مجھے اجر دے گا، لہٰذا میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ تمھاری وجہ سے مجھے نیکی ملے اور میری وجہ سے تمہیں شر۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۸۴/)

(۵) حکایت ہے کہ ایک شخص نے ابو عثمان حیری کی دعوت کی، جب آپ اس کے گھر کے دروازے پر پہونچے تو اس شخص نے کہا، اے استاد، ابھی تمھارے داخل ہونے کا وقت نہیں ہے، میں تو دعوت دینے سے نادم ہوں، لہٰذا آپ واپس چلے جائیں، چنانچہ ابو عثمان واپس چلے آئے، مگر جب گھر پہونچے تو وہ شخص پھر آگیا، اور کہا، ابھی چلئے، ابو عثمان اٹھ کر اس کے ساتھ ہولئے، مگر جب پھر گھر کے دروازے پر آئے تو اس نے پھر وہی پہلے

کی سی بات کہی، تیسری اور چوتھی بار بھی ایسا ہی کیا، ابو عثمان واپس آئے اور پھر ساتھ ہو لئے، جب کئی بار ایسا ہو چکا، تو اس شخص نے کہا، اے استاد، میں تو آپ کو آزمانا چاہتا تھا، اور معافی مانگنے لگا، اور ان کی تعریف کرنے لگا، ابو عثمان نے فرمایا، ایسے اخلاق پر میری تعریف نہ کر جو کتوں میں بھی پائے جاتے ہیں، کتّے کو جب بلایا جائے تو آجاتا ہے اور دھتکارا جائے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۸۶ر)

(۶) بہجتہ الاسرار میں ہے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے حسن اخلاق کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا، وہ یہ ہے کہ حق کے مطالعہ اور تیرے نفس کے مشکل سمجھنے پر لوگوں کا ظلم تم پر کوئی اثر نہ کرے اور جو اس میں معرفت ہو معتبر ہو، اور جو لوگوں کو ایمان و حکمت دی گئی ہو اس لحاظ سے ان کو بڑا سمجھے اور بندہ کے افضل مناقب میں سے ہے، اسی کے سبب مردوں کے جوہر ظاہر ہوتے ہیں (بہجتہ الاسرار اردو، ص، ۳۶۲ر)

(۷) فرماتے ہیں حسنِ خلق ہر شخص کا وہ معاملہ ہے جو اس کو مانوس بنائے نہ کہ وحشی، پھر علماء کے ساتھ تو اس طرح کہ ان کی باتیں کان لگا کر اور محتاج بن کر سنے، عارفین کے ساتھ تواضع اہل معرفت کے ساتھ سکون و انتظار سے اہل مقامات کے ساتھ توحید و انکسار کے ساتھ پیش آئے، جب تم کسی مرد (ولی) کو دیکھو کہ اس کی کرامات اور خرق عادات ظاہر ہوتی ہیں، تو دیکھو کہ وہ شرع کا پابند ہے کہ نہیں۔ (بہجتہ الاسرار اردو، ص، ۴۴۹ر)

باب ۲۹

رِجَاء (اُمّید) کا بیان

فرمانِ الٰہی

مَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ ﴿العنکبوت: ۵﴾

ترجمہ، جو اللہ کے سامنے پیش ہونے کی امید رکھتا ہے (اسے معلوم ہونا چاہئے) اللہ تعالیٰ کی مدّت مقررہ آکر رہے گی۔ (رسالہ قشیریہ اردو)

نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿الحجر: ۴۹﴾

ترجمہ، اے نبی میرے بندوں کو بتادو کہ میں غفور الرحیم ہوں، (رسالہ قشیریہ اردو)

احادیثِ کریمہ

(۱) خواجہ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ العزیز عوارف المعارف میں نقل فرماتے ہیں، کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کہ جس بندے کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہے اس کو دوزخ سے نکال دو، پھر ارشاد فرمائے گا، مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم کہ میں اس شخص کو جو مجھ پر دن یارات کی کسی ایک ساعت میں بھی ایمان لائے اس کو میں اس شخص کے برابر قرار نہیں دوں گا جو مجھ پر ایمان (بالکل) نہیں لایا۔ (عوارف المعارف اردو، ص، ۶۶۳)

(۲) خواجہ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ العزیز عوارف المعارف میں نقل فرماتے ہیں، کہ ایک دہقانی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، مخلوق کا حساب کون لے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تبارک و تعالیٰ، اس اعرابی نے کہا کیا، وہ بذات خود حساب لے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں بذات خود وہ حساب لے گا، یہ سن کر وہ ہنسا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہنسنے کی وجہ دریافت فرمایا، دہقانی نے کہا کہ میرے ہنسنے کی وجہ یہ ہے کہ جب صاحبِ کرم کو اختیار حاصل ہوتا ہے تو معاف کردیتا ہے، اور جب وہ حساب لیتا ہے، تو حساب میں درگزر فرماتا ہے۔ (عوارف المعارف اردو، ص، ۶۶۳)

(۳) حضرت امام قشیری فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، کہ اللہ فرماتا ہے، میں ویسا ہی ہوں، جیسا میرا بندہ میرے متعلق گمان کرتا ہے، جب بھی وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے پاس ہوتا ہوں، اگر وہ مجھے دل ہی دل میں یاد کرتا ہے، میں اسے دل ہی دل میں یاد کرتا ہوں، اگر وہ مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کا ذکر اس کی مجلس سے بہتر مجلس میں کرتا ہوں، اگر وہ ایک بالشت بھر میری طرف آتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں، اور اگر ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں ایک باع (یعنی دو ہاتھ بڑھتا ہوں، اگر وہ پیدل آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف آتا ہوں۔ (رسالہ قشیریہ، ص، ۳۲۹/)

حکایت

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں نے آپ کے خوفِ الٰہی عبادت میں انتہاء درجہ کی کوشش و محنت اور آخرت کے ڈر کی وجہ سے آپ کی پریشاں حالی کو دیکھ کر عرض کیا، اے استاد محترم، آپ اس سے کم درجہ کی کوشش کے ذریعہ بھی انشاء اللہ اپنی مراد پالیں گے، آپ نے جواب دیا، میں کوشش نہ کروں حالانکہ مجھے یہ بات پہونچی ہے کہ اہلِ جنت اپنے منازل و مکانات میں تشریف فرما ہوں گے، کہ اچانک ان پر نور کی ایک تجلّی پڑے گی، جس سے آٹھوں جنتیں جگمگا اٹھیں گی، جنتی گمان کریں گے، کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا نور ہے تو سجدے میں گر پڑیں گے، انہیں نداء ہوگی اپنے سر سجدے سے اٹھالو، یہ وہ نہیں ہے جس کا تمہیں گمان ہوا ہے، یہ تو جنتی عورت کے تبسم کا نور ہے جو اس نے اپنے خاوند کے سامنے کیا ہے۔ (منہاج العابدین، ۲۳۷/ امام غزالی)

رِجاء کی چار باتیں

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں کہ رِجاء چار چیزوں سے پیدا ہوتی ہے۔

(۱) بندے کی طرف سے بغیر کسی سفارش کنندہ اور بغیر کسی رغبت و طلب کے بندے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کئے گئے انعامات و احساناتِ سابقہ کو یاد کرنا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اپنی شانِ رحیمی و کریمی کے مطابق عظیم عزتوں اور بڑے اجر و ثواب کے جو وعدے کئے ہیں ان کو ذہن میں رکھنا، اس اجر و ثواب کو ذہن میں نہ رکھنا جس کے تم اپنے اعمال کے عوض مستحق ہو سکتے ہو، کیوں کہ اجر و ثواب اگر بندے کے افعال و اعمال کی حیثیت کے مطابق ملے تو وہ بالکل تھوڑا اور حقیر ہوگا۔

(۳) استحقاق کے بغیر اور بن مانگے دین و دنیا کے ہر شعبے میں اللہ تعالیٰ جو مختلف قسم کی نعمتیں فی الحال عطا کر رہا ہے، ان کو یاد کرنا۔

(۴) یہ تصور کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مہربانی اس کے غضب اور اس کی گرفت پر غالب ہے، اور یہ تصور کہ خداوند قدوس، رحمٰن، رحیم، غنی، کریم، اور اپنے بندۂ مومن پر نہایت شفیق ہے، جب تم خوف و امید دونوں کے مطابق تصورات و خیالات کو ذہن میں رکھو گے تو تم میں ہر وقت خوف و رجاء کی کیفیات بیدار رہیں گی۔ (منہاج العابدین، ص، ۲۴۱/ امام غزالی)

اقوال

(۱) شیخ ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ خوف اور رِجاء (امید) پرندے کے دو بازوؤں کی طرح ہیں، جب دونوں بازو برابر ہوتے ہیں تو پرندہ اوپر چڑھتا (اڑتا) ہے، اور اس کی پرواز درست ہوتی ہے۔ (عوارف المعارف اردو، ص، ۶۶۳/)

(۲) خوف اور رِجاء ایمان کے لئے دو بازوؤں کی طرح ہیں، یعنی امید کے ساتھ خوف اور خوف کے ساتھ امید کا ہونا ضروری ہے اس لئے کی خوف کا موجب ایمان ہے، اور ایمان ہی سے امید و رِجاء کا قیام ہے، اس لئے یہ دونوں لازم اور ضروری ہیں۔ (عوارف المعارف اردو، ص، ۶۶۳/)

(۳) حضرت لقمان کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنے فرزند سے کہا کہ اے بیٹے، اللہ کا خوف اس طرح کرو کہ اس کے عذاب سے بے خوف نہ ہو جاؤ، اور اس کے خوف سے زیادہ اس سے امید رکھو، فرزند حضرت لقمان نے کہا کہ مجھ سے یہ کام کس طرح ہو سکتا ہے جب کہ میرے سینے میں ایک دل ہے، حضرت لقمان نے کہا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ مرد مومن کے (سینے میں) دو دل ہوتے ہیں، ایک دل سے وہ خوف کرتا ہے، اور دوسرے دل سے امید رکھتا ہے، اور یہ اس وجہ سے ہے کہ دونوں کا تعلق ایمان سے ہے۔ (عوارف المعارف اردو، ص، ۶۶۳/)

(۴) حضرت امام قشیری فرماتے ہیں کہ ابن خلیق نے فرمایا، رِجاء تین طرح کی ہوتی ہے، اول، ایک شخص نیک کام کرتا ہے اور امید رکھتا ہے، کہ وہ کام مقبول ہوگا، دوم، ایک شخص برائی کرنے کے بعد توبہ کرتا ہے، اور اسے مغفرت کی امید ہوتی ہے، سوم، ایک جھوٹا انسان گناہ کرتا چلا جاتا ہے مگر کہتا ہے کہ مجھے مغفرت کی امید ہے۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۳۲۵/)

(۵) حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں، خدایا تیری امید (رِجاء) میرے دل میں شیریں ترین عطیہ ہے، اور میری زبان پر شیریں ترین کلام تیری تعریف ہے، اور سب سے محبوب گھڑی میرے لئے وہ گھڑی ہوگی، جس میں میں تجھے دیکھ لوں گا۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۳۲۷/)

(۶) بہجۃ الاسرار میں ہے کہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے رِجاء کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ اولیاء کے حق میں رجاء یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے فقط حُسنِ ظن ہو، کیوں کہ رجاء طمع کو کہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ پر اس بارے میں کہ اس نے بندے کے لئے لکھا، اور مقدر کیا ہے تقاضہ کرے اہلِ صفا کی طرف سے اس پر تقاضا خواہ نفع میں یا برائی کے دفع کرنے میں ہو، کیوں کہ اہلِ ولایت یہ بات یقیناً جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام ضروریات سے فارغ ہوچکا ہے، سو وہ اس پر تقاضا کرنے کی محبت کے تقاضے سے مستغنی ہیں، اور اس وقت حسن ظن تقاضے کی امید سے افضل ہے، اور رجاء خوف ہی کی وجہ سے ہوتی ہے، کیوں کہ جو شخص اس بات کی امید رکھتا ہے کہ وہ کسی شئے تک پہونچ جائے، تو اس بات سے ڈرتا ہے کہ وہ شئے اس سے فوت نہ ہوجائے، اللہ تعالیٰ سے حسن ظن یہ ہے کہ اس کی جمیع صفات کے ساتھ معرفت ہو، اور اس کی طرف سے اس کو پہونچے، عبد (بندہ) کی حیثیت سے نہ ہونچے، کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ اس کی صفات یہ ہیں، کہ وہ محسن کریم، لطیف اور مہربان ہے۔ (بہجۃ الاسرار اردو، ص، ۳۶۵/)

باب ۳۰

جود و سخاء کا بیان

فرمانِ الٰہی

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴿الحشر: ۹﴾

ترجمہ، انہیں خواہ اپنی ہی حاجت کیوں نہ ہو، دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ (رسالہ قشیریہ اردو)

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ﴿الذاریات: ۲۴﴾

کیا تمہیں ابراہیم (علیہ السلام) کے ذی عزت مہمانوں کا قصّہ معلوم ہے۔ (رسالہ قشیریہ)

حدیثِ پاک

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سخی اللہ تعالیٰ سے قریب، جنت سے قریب، اور لوگوں سے قریب ہوتا ہے، بخیل اللہ تعالیٰ سے دور، جنت سے دور، اور لوگوں سے دور، اور جہنم کے قریب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کو جاہل سخی، بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے۔

اس حدیث کو حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی رسالہ قشیریہ میں نقل فرمایا ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے۔ (جامع ترمذی)

اقوال

(۱) حضرت امام قشیری فرماتے ہیں، در حقیقت جود یہ ہے کہ انسان کے لئے خرچ کرنا مشکل نہ ہو، اور صوفیاء کے یہاں سخاء پہلا مرتبہ ہے، پھر جود کا مرتبہ آتا ہے، پھر ایثار کا، جس نے اپنے مال کا کچھ حصہ دیا، اور کچھ باقی رکھ لیا، وہ صاحب الجود ہے، مگر جس نے تکلیف برداشت کی پھر اپنی روزی کو دوسروں کے لئے قربان کر دیا، وہ صاحبِ ایثار ہے، (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۸۸/)

(۲) میں نے استاد ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ اسماء بن خارجہ کہتے تھے، میں کسی شخص کی حاجت کو رد نہیں کرنا چاہتا، کیوں کہ اگر وہ شریف انسان ہے تو اس کی عزت بچاؤں گا، اور اگر کوئی کمینہ ہے تو اپنی عزت اس سے بچاؤں گا۔ (رسالہ قشیریہ، ص، ۴۸۸/)

(۳) امام قشیری فرماتے ہیں، عبداللہ بن ابی بکر کو ایک دن راستے میں پیاس لگی تو انہوں نے ایک عورت کے گھر سے پانی مانگا، عورت نے ایک کوزہ نکالا، اور دروازے کے پیچھے کھڑی ہوگئی، اور کہا دروازے سے ہٹ جاؤ، اور تمھارا کوئی بچہ اسے اٹھالے، کیوں کہ میں عرب نژاد عورت ہوں، اور میرا خاوند (شوہر) کئی دن ہوئے مرچکا ہے، عبداللہ نے پانی پی کر اپنے غلام سے کہا، اسے دس ہزار درہم دے آؤ، عورت نے کہا سبحان اللہ، تو مجھ سے مذاق کرتا ہے، اس نے کہا، اچھا بیس ہزار درہم دے آؤ، عورت نے کہا میں اللہ سے عافیت چاہتی ہوں، عبداللہ نے پھر غلام سے کہا، اسے تیس ہزار درہم دے آؤ، اس عورت نے دروازہ بند کر دیا، اور کہا حیف ہے تم پر غلام اس کے پاس تیس ہزار درہم لے گیا، اور اس نے قبول کر لئے، رات ہونے سے پہلے ہی کئی لوگوں نے اسے شادی کا پیغام بھیجا۔ (رسالہ قشیریہ، ص، ۴۹۰)

(۴) امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، قیس بن سعد بن عبادہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا، کیا تم نے کسی کو اپنے سے زیادہ سخی دیکھا ہے، انہوں نے کہا ہاں، ہم جنگل میں ایک عورت کے پاس اُترے، تھوڑی دیر بعد اس کا خاوند بھی آگیا، عورت نے کہا کہ تمھارے ہاں، مہمان آئے ہیں، خاوند نے اونٹنی ذبح کر ڈالی، اور کہا، کھاؤ، جب دوسرا دن آیا تو ایک اور اونٹنی لے آیا، اور اسے بھی ذبح کر ڈالا، اور کہا، کھاؤ، ہم نے کہا آپ نے کل جو اونٹنی ذبح کی تھی، اس میں سے ہم نے تھوڑا سا حصہ ہی کھایا تھا، اس نے جواب دیا، میں اپنے مہمان کو باسی چیز کھانے کو نہیں دیا کرتا، ہم دو یا تین دن اسی کے یہاں رہے، بارش لگاتار ہو رہی تھی، اور وہ اسی طرح کئے جاتا تھا، جب ہم نے کوچ کا ارادہ کیا تو ہم نے اس کے لئے اس کے گھر میں ایک سو دینار رکھ دئے، اور اس کی بیوی سے کہا، ہماری طرف سے اس کے پاس عذر کر دینا، اور ہم چل دئے، جب دن اونچا ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص پیچھے سے آواز دے رہا ہے، اور کہہ رہا ہے، ارے کمینو، ٹھہر جاؤ، کیا تم مجھے میری ضیافت کی قیمت دینا چاہتے ہو، اور وہ ہمارے پاس پہونچ گیا، اور کہا تمہیں یہ رقم واپس لینی پڑے گی، ورنہ اس نیزے سے تمہیں چھید ڈالوں گا، ہم نے وہ رقم لے لی اور وہ یہ شعر پڑھتا ہوا، واپس چلا گیا، جس کا مفہوم یہ ہے، جو کچھ میں نے دیا ہے، اگر میں اس کا ثواب لے لوں تو یہ بات احسان کو ختم کر دینے کے لئے کافی ہے۔ (رسالہ قشیریہ، اردو، ص، ۴۹۱/)

(۵) امام قشیری فرماتے ہیں، کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اپنی جاگیر کی طرف گئے تو (راستے میں) کسی کے نخلستان میں قیام کیا، وہاں ایک حبشی غلام رہتا تھا، غلام کا کھانا آیا، تو ایک کتا باغ میں گھس کر غلام کے قریب آگیا، غلام نے پہلے ایک روٹی اسے ڈالی،

جسے کتے نے کھالیا، پھر دوسری اور تیسری بھی ڈال دی، کتے نے انہیں بھی کھالیا، عبداللہ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے، عبداللہ نے غلام سے پوچھا، کہ تیری یومیہ خوراک کتنی ہے، غلام نے کہا، جتنی آپ نے دیکھی ہے، عبداللہ نے کہا آپ نے کتے کو کیوں دے دی، غلام نے کہا کہ یہ کتوں کا علاقہ نہیں ہے، یہ کتا دور سے مسافت طے کر کے آیا تھا اور بھوکا تھا، اس لئے میں نے اسے مایوس کرنا پسند نہ کیا، عبداللہ نے پوچھا آج تو کیا کرے گا، جواب دیا کہ آج بھوکا رہوں گا، یہ جواب سن کر عبداللہ بن جعفر نے کہا، کیا مجھے سخاوت کی جانے پر ملامت کی جاتی ہے، یہ تو مجھ سے بھی زیادہ سخی ہے، پھر آپ نے اس باغ اور غلام کو بمعہ تمام آلات کے خرید لیا اور غلام کو آزاد کر کے سب کچھ اسے دے دیا۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۹۲ر)

(۶) حضرت امام حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنھم سے کسی نے کچھ مانگا، تو آپ نے اسے پچاس ہزار درہم اور پانچ سو دینار دئے، اور فرمایا، کسی مزدور کو لے آؤ تاکہ وہ یہ اٹھالے جائے، وہ شخص مزدور لے آیا، آپ نے اپنی چادر اسے دے دی، اور فرمایا، مزدور کی اجرت میری طرف سے ہوگی۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۹۴ر)

(۷) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک بار صنعاء سے مکہ آئے تو ان کے پاس دس ہزار دینار تھے، کسی نے آپ سے کہا کہ ان سے جائیداد خرید لیں، آپ نے مکہ کے باہر خیمہ لگادیا، اور دیناروں کو انڈیل دیا، جو بھی آپ کے پاس آتا، آپ اسے ایک ایک مٹھی دینار دیتے جاتے جب ظہر کا وقت آیا تو آپ اٹھے اور کپڑا جھاڑا تو اس میں کچھ باقی نہ تھا۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۹۵ر)

(۸) حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم ایک دن بہت رو رہے تھے، آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا، تو فرمایا، سات دن سے میرے گھر کوئی مہمان نہیں آیا، اور مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں اللہ نے مجھے ذلیل تو نہیں کر دیا۔ (رسالہ قشیریہ اردو)

باب ۳۱

صحبت وخدمت کا بیان

فرمان الٰہی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿التوبة: ۱۱۹﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو

ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ﴿التوبة: ۴۰﴾

آپ جب غار میں تھے، تو دو میں سے ایک آپ تھے، اور اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے، غم نہ کھاؤ، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (رسالہ قشیریہ اردو)

وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿البقرة: ۴۳﴾

اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھے ساتھی کی مثال عطار کی سی ہے اس سے اگر تمہیں اور کچھ نہ ملے تو اس کی (اچھی) خوشبو تو پہونچ ہی جائے گی، اور برے ساتھی کی مثال لوہار کی سی ہے اگر اس (کی بھٹی کے) شعلے تجھے نہ بھی جلائیں تو اس کی (بھٹی کی) بدبو تو تمہیں ضرور پہونچے گی۔ (منہاج السّوی)

(۲) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، (سچّے) مومنوں کی مجلس ہی اختیار کرو، اور تمھارا کھانا صرف پرہیز گار ہی کھائے۔ (جامع ترمذی، کتاب الذہد)

(۳) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، یارسول اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم، ہمارے بہترین ہم نشین کون ہیں، وہ جس کی زیارت تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے اور جس کی گفتگو تمھارے علم میں اضافہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔ (عرفان السّنہ)

(۴) حضرت امام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں کب اپنے دوستوں سے ملوں گا، صحابہ کرام نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہمارے والدین آپ پر قربان ہوں، کیا ہم آپ کے احباب نہیں ہیں، فرمایا، تم میرے اصحاب ہو، میرے احباب تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے مجھے نہیں دیکھا، مگر مجھ پر ایمان لائے، مجھے ان لوگوں سے ملنے کا بہت اشیاق ہے (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۵۵۴/)

اقوال

(۱) فرماتے ہیں، ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہا، جب وہ جدا ہونے لگا تو کہا کہ اگر آپ نے مجھ میں کوئی عیب دیکھا ہو تو مجھے تنبیہ کر دیجئے، حضرت ابراہیم نے فرمایا، میں نے تو تم میں کوئی عیب نہیں دیکھا، کیوں کہ میں نے تمہیں دوستی کی نگاہ سے دیکھا، اور میں نے تمھاری جو چیز دیکھی اسے اچھا جانا، لہٰذا اپنے عیب کے متعلق کسی اور سے پوچھو۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۵۵۷/)

(۲) فرماتے ہیں، میں نے استاد ابو علی دقاق کو فرماتے سنا کہ ایک شخص نے سہل بن عبداللہ سے کہا کہ اے ابو محمد، میں آپ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہوں، انہوں نے جواب دیا کہ جب ہم میں سے کوئی مرجائے گا تو باقی رہنے والے کس کی صحبت میں رہیں گے، اس نے کہا، اللہ کی، آپ نے فرمایا، تو پھر اسے ابھی سے اس کی صحبت اختیار کرنی چاہئے، ایک شخص مدت تک دوسرے کی صحبت میں رہا، پھر ایک کے دل میں وہاں سے جانے کا خیال آیا، اور اس نے اپنے ساتھی سے اجازت چاہی تو اس نے کہا کہ اس شرط پر اجازت دیتا ہوں کہ تو ہم سے اونچے درجے والے کے سوا کسی اور کی صحبت اختیار نہ کرنا، اور وہ خواہ ہم سے بلند مرتبہ کیوں نہ رکھتا ہو، پھر بھی تو اس کی صحبت میں نہ جانا، کیوں کہ تو پہلے میری صحبت میں رہ چکا ہے، اسپر اس شخص نے کہا کہ میرے دل سے جدائی کا خیال زائل ہو گیا ہے۔ (رسالہ قشیریہ، ۵۵۸)

(۳) کہتے ہیں، جب کوئی حضرت ابراہیم بن ادہم کی صحبت میں آتا تو آپ اسے تین شرطیں پیش کرتے، (۱) خدمت وہی کریں گے (۲) اذان وہی دیں گے (۳) وہ تمام چیزیں جو اللہ تعالیٰ انہیں دے ان میں ان کا اسی قدر دخل ہو گا، جس قدر کسی اور کا، ایک دن ان کے ایک ساتھی نے کہا، میں ان شرائط پر پابند نہیں رہ سکتا، تو فرمایا، تمھارا سچ کہنا مجھے بہت پسند آیا ہے۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۵۵۹/)

(۴) حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ ہمیشہ بیدار و ہوشیار رہو، اور اپنے لئے دوست طلب کرو، اور جو دوست تمھاری خوشی میں تمھارے ساتھ موافقت نہیں کرتا اسے اپنے سے دور ہٹادو، اور اس کی صحبت میں نہ رہو، کیوں کہ وہ تمھارے دل کو سخت بنادے گا، اور وہ تمھارا دشمن ہے، میرا کثرت سے ذکر کرو اس سے میں تمھارا شکر کروں گا اور مزید مہربانی کروں گا۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص،۵۶۱/)

(۵) حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ابوبکر الطمستانی فرماتے ہیں، کہ اللہ کی صحبت اختیار کرو، اگر یہ نہ کرسکو تو پھر اس شخص کی صحبت اختیار کرو جسے اللہ تعالیٰ کی صحبت حاصل ہے، تاکہ اس کی صحبت کی برکت سے تم اللہ عزوجل کی صحبت تک پہونچ جاؤ۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص،۵۶۱/)

(۶) خواجہ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں، ایک بزرگ کا قول ہے کہ اگر دو آدمی کسی نیک کام کو مل کر کریں تو شیطان اس پر اس قدر حسد نہیں کرتا جتنا وہ ان دونوں آدمیوں پر کرتا ہے، جو روحانی بھائی بن کر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، شیطان اور اس کے چیلے اس بات کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں، کہ کسی طرح اس مواخات اور اتحاد میں بگاڑ پیدا کردیا جائے۔ (عوارف المعارف، ص،۵۹۰/)

(۷) خواجہ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں، کہ اگر دو شخص محض اللہ کے لئے بھائی بھائی بن جائیں اور پھر ان سے کوئی ایک دوسرے سے وحشت و نفرت کرنے لگے تو سمجھ لینا چاہئے کہ ضرور کسی نہ کسی فرد میں خامی ہے، یہ مواخات فی اللہ (اللہ کے لئے محبت) آب شیریں سے زیادہ خوشگوار اور پاکیزہ ہے اور جو کام اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے، اس میں شائبہ نفس نہیں ہوتا، اس میں اللہ تعالیٰ خود صفا پیدا فرمادیتا ہے اور جس کام میں صفا ہو اس کو دوام حاصل ہوتا ہے، اور اس صفائے دوام کی اصل یہ ہے کہ آپس میں مخالفت نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، تم اپنے بھائی سے جھگڑا کرو نہ دل لگی کرو، اور نہ اس سے کوئی ایسا وعدہ کرو جس کو تم پورا نہ کرسکو۔ (عوارف المعارف اردو، ص،۵۹۱/)

(۸) شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ میں پچاس سال تک صوفیاء کرام کی صحبت میں رہا لیکن اس طویل مدّت میں میرے اور ان کے درمیان کبھی اختلاف پیدا نہیں ہوا، لوگوں نے ان سے کہا کہ حضرت یہ کس طرح ممکن ہوا، انہوں نے فرمایا، کہ میں ان کی صحبت میں ہمیشہ اپنے نفس پر غالب رہا، (نفس کا مغلوب نہیں بنا)۔ (عوارف المعارف اردو، ص،۵۹۱/)

صحبت کی قسمیں

(۹) حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، صحبت کی تین قسمیں ہیں، (۱) اپنے سے اونچے درجے والے کی صحبت، اور حقیقت میں یہ خدمت گزاری ہوتی ہے، (۲) اپنے سے کم درجے والے کی صحبت، اس صحبت کا تقاضہ یہ ہے کہ متبوع (بڑے رتبے والا) اپنے ساتھی کے ساتھ شفقت اور رحمت کے ساتھ پیش آئے اور تابع (چھوٹے) کو چاہئے کہ وہ بڑے کی موافقت کرے، اور اس کا احترام کرے، (۳) ہم پلّہ اور ایک جیسے رتبہ کے لوگوں کی صحبت، اس کی بناء ایثار اور فتوت پر ہوتی ہے۔

لہٰذا جو شخص اپنے رتبہ سے بڑے رتبہ والے شیخ کی صحبت میں رہے تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ ان پر کسی بات میں اعتراض نہ کرے، اور جو بات ان سے ظاہر ہو اس کا اچھا مطلب نکالے، اور ان کے احوال پر ایمان رکھتے ہوئے انہیں قبول کرے، (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۵۵۶/)

(۱۰) میں نے منصور بن خلف مغربی کو دیکھا، جب کسی نے ان سے یہ سوال کیا کہ آپ کتنے سال، ابو عثمان مغربی کی صحبت میں رہے، آپ نے ناراضگی سے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا، میں تو ان کی صحبت میں نہیں رہا، بلکہ ایک مدّت تک ان کا خادم رہا ہوں، اور جب تم میں سے کوئی کم درجہ والا تمھاری صحبت میں رہے تو اس کی صحبت کے لحاظ سے تمھاری طرف سے خیانت ہوگی، اگر تم اس کی حالت میں کسی قسم کی کمی پر اس کو تنبیہ نہ کرو۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۵۵۶/)

(۱۱) ابو الخیر تنیاتی نے جعفر بن محمد بن نصیر کو لکھا، فقراء کی جہالت کا بوجھ تم پر ہے کیوں کہ تم نے ان کو ادب سکھانے کی بجائے اپنے نفسوں کی طرف توجہ دی، جس کی وجہ سے وہ غافل رہ گئے، اور جب کوئی تمھارا ہم مرتبہ انسان تمھاری صحبت میں رہے تو تمھارے لئے صحیح راہ یہ ہے کہ تم اس کے عیوب سے آنکھیں بند کرلو، (یعنی اس کے عیب تمہیں نظر نہ آئیں) اور کام اس سے سرزد ہوں، جہاں تک ممکن ہوسکے ان کی تم اچھی تاویل کرو، اور اگر تمہیں کوئی تاویل نہ ملے تو تم اپنے نفس کی طرف نگاہ کرو، اسی کو تہمت دو، اور اسی کو ملامت کرو۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۵۵۶/)

باب ۳۲

حیاء کا بیان

فرمانِ الٰہی

أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ﴿العلق: ۱۴﴾

کیا اسے معلوم نہیں کہ تحقیق اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ (رسالہ قشیریہ)

احادیث کریمہ

(۱) امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حیاء ایمان کا جزو ہے۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۴۵)

(۲) حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کے پاس سے گزرے اور وہ اپنے بھائی کو حیاء کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حیاء ایمان سے ہے۔ (جامع ترمذی اردو، ج، ۲)

(۳) حضرت زید بن طلحہ بن رکانہ نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر دین کا ایک خُلق ہوتا ہے اور اسلام کا خلق شرم و حیا ہے۔ (موطا امام مالک اردو، کتاب حسن الخلق)

(۴) حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو حیاء کی نصیحت کر رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو کیوں کہ حیاء تو ایمان کا ایک حصہ ہے۔ (موطا امام مالک، کتاب حسن الخلق)

(۵) ابو السّوار عدوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حیاء ہمیشہ بھلائی لاتی ہے، بشیر بن کعب کا بیان ہے کہ حکمت کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ حیاء میں وقار ہے اور حیاء میں سکون قلب ہے، اس پر حضرت عمران نے ان سے کہا کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنا رہا ہوں، اور تم مجھے اپنی ڈائری کا نوٹ سنا رہے ہو۔ (صحیح بخاری اردو، ج، ۳، کتاب الادب)

(۶) عبد اللہ بن ابو عتبہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو سعید خدر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیاء والے تھے۔ (صحیح بخاری، ج ۳، کتاب الادب)

(۷) حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کلامِ نبوت سے جو پہلی بات لوگوں تک پہونچی وہ یہی ہے کہ جب تیرے پاس شرم و حیانہ رہے تو جو چاہے کر۔ (صحیح بخاری اردو، ج، ۳، کتاب الادب)

اقوال

(۱) حضرت ذوالنون قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں محبت گویا بناتی ہے، (بولنا سکھاتی ہے) حیاء خاموش کرتی ہے، اور خوف بے چین کرتا ہے۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۴۶/)

(۲) امام قشیری لکھتے ہیں کہ حیاء کرنے والے کی نشانی یہ ہے کہ اسے ایسی حالت میں نہ دیکھا جائے کہ جس سے شرم آئے۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۴۸/)

(۳) ایک صوفی کہتے ہیں کہ ایک رات ہم نکلے اور ایک جنگل سے گزرے، دیکھا کہ ایک شخص سویا پڑا ہے اور اس کے سر کے پاس گھوڑا چر رہا ہے، ہم نے اسے جگایا، اور کہا تجھے ایسی خطرناک جگہ پر سونے سے ڈر نہیں لگتا، یہ مقام تو درندوں کا ہے، اس نے سر اٹھایا اور کہا، مجھے تو اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں اس کے سوا کسی اور سے ڈروں اور پھر سر رکھ کر سو گیا۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۴۸/)

(۴) امام ابو القاسم قشیری فرماتے ہیں کہ میں نے خواجہ فضیل بن عیاض کو فرماتے سنا کہ پانچ چیزیں بدبختی کی علامت ہیں، (۱) سنگ دلی (۲) آنکھوں کا آنسو نہ بہانہ (۳) بے حیائی (۴) دنیا کی رغبت (۵) لمبی آرزوئیں کرنا۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۴۹/)

(۵) حضرت خواجہ جنید قدس اللہ سرہ العزیز سے حیاء کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا، ایک طرف اللہ کی نعمتوں کو دیکھنا، اور دوسری طرف اپنی کوتاہی کو دیکھنا، ان دونوں کیفیتوں کے درمیان جو حالت پیدا ہوگی وہی حیاء ہے۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۴۹/)

(۶) حضرت شیخ ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حیاء نام ہے دل میں ہیبتِ الٰہی کی موجودگی کا، اللہ کی اس حشمت کے ساتھ جو تمھارے دل میں پہلے سے موجود تھی۔ (عوارف المعارف، ص، ۶۸۴/)

(۷) شیخ ابن عطا فرماتے ہیں، علم، ہیبت و حیاء کے ساتھ علم ہے، اگر علم سے ہیبت و حیاء نکل جائے، تو ایسے علم میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ (عوارف المعارف، ص، ۶۸۴/)

(۸) شیخ ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، بندوں نے ان چار درجات پر عمل کیا ہے، (۱) خوف پر (۲) امید (رجاء) پر (۳) تعظیم پر (۴) حیاء پر، ان بندوں میں سب سے زیادہ بزرگی و شرف اس کا ہے جو حیاء پر اور اس کو امر کا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے ہر حال میں دیکھتا ہے، اس لئے ایسا بندہ اپنی نیکیوں پر ان گناہگاروں سے زیادہ شرماتا ہے جس قدر وہ اپنے گناہوں پر شرماتے ہیں۔ (عوارف المعارف اردو، ص، ۶۸۴/)

(۹) کسی بزرگ کا قول ہے، جب اللہ حیاء والے انسانوں کی طرف نظر فرماتا ہے، تو اس کا اِجلال اور تعظیم ان کے دلوں پر چھاجاتا ہے، اور یہ کیفیت دوامی ہوتی ہے۔ (عوارف المعارف، ص، ۶۸۴/)

باب ۳۳

صدق کا بیان

فرمانِ الٰہی

یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَکُونُوا مَعَ الصَّادِقِینَ ﴿التوبة: ۱۱۹﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو

فَأُولَئِکَ مَعَ الَّذِینَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَیْهِم مِّنَ النَّبِیِّینَ وَالصِّدِّیقِینَ

ترجمہ، یہ وہ لوگ ہیں ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے، جن کو اللہ نے انعام سے نوازا ہے مثلاً انبیاء وصدّیقین۔ (غنیتہ الطالبین، رسالہ قشیریہ)

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت امام قشیری اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں، کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، بندہ سچ بولتا اور سچ کا ارادہ کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اسے اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے، اور جب بندہ جھوٹ بولتا اور جھوٹ کا ارادہ کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں اسے کذاب (جھوٹا) لکھا جاتا ہے۔ (رسالہ قشیریہ اردو)

(۲) صفوان بن سلیم کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے، فرمایا، ہاں، عرض کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے، فرمایا ہاں، عرض کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے، فرمایا نہیں، (موطا امام مالک، کتاب الکلام)

(۳) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، کہ تمھارے لئے سچ بولنا ضروری ہے کیوں کہ سچ بھلائی کی طرف ہدایت کرتا ہے، اور بھلائی جنت کی طرف ہدایت کرتی ہے اور تمہیں جھوٹ سے بچنا چاہئے کیوں کہ جھوٹ برے کاموں کی طرف لے جاتا ہے، اور برے کام دوزخ میں لے جاتے ہیں، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کہا جاتا ہے، جس نے سچ کہا وہ نیک ہوا، اور جو جھوٹ بولا وہ بد ہوا۔ (مؤطا امام مالک، کتاب الکلام)

اقوال

(۱) رسالہ قشیریہ میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ العزیز نے فرمایا، صادق ایک دن میں لاتعداد حالتیں بدلتا ہے، (اور افضل سے افضل تر حالات کو جاتا ہے) اور ریاکار ایک ہی حالت پر چالیس سال تک قائم رہتا ہے۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۴۱/)

(۲) امام قشیری فرماتے ہیں، میں نے استاد ابوعلی دقاق کو فرماتے سنا، کہ ایک روز ابوعلی ثقفی وعظ فرمارہے تھے، ان سے ابو محمد عبداللہ بن منازل نے کہا، اے ابوعلی موت کی تیاری کرلو، کیوں کہ اس سے چھٹکارا نہیں، ابوعلی ثقفی نے کہا، اے عبد اللہ بن منازل تو موت کی تیاری کرلے، کیوں کہ اس سے چھٹکارا نہیں، یہ الفاظ سن کر عبداللہ نے اپنے بازو کو تکیہ بنایا، اور اس پر اپنا سر رکھ کر فرمایا، لو میں مرا (اور انتقال کر گئے) یہ حال دیکھ کر ابوعلی کٹ گئے، کیوں کہ ان میں عبداللہ کا مقابلہ کرنے کی تاب نہ تھی، اس لئے کہ ان کا اسباب دنیا سے دل لگا ہوا تھا، اور عبداللہ حالت تجرید میں تھے، اور ان کا دل اسبابِ دنیا سے لگا ہوا نہ تھا۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۴۲/)

(۳) امام قشیری فرماتے ہیں، میں نے شیخ ابوعبدالرحمٰن کو فرماتے سنا، کہ ایک بار ابو العباس دینوری وعظ فرمارہے تھے، کہ ایک بڑھیا مجلس میں چیخ اٹھی، آپ نے فرمایا، تو مرے، یہ سن کر بڑھیا اٹھی، اس نے چند قدم اٹھائے، پھر ان کی طرف متوجہ ہوکر کہا، میں تو مر گئی، اور گری تو مری پڑی تھی۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۴۲/)

(۴) فرماتے ہیں کہ عبدالواحد بن زید قدس اللہ العزیز نے اپنے مریدوں میں سے ایک نو عمر کو دیکھا کہ اس کا بدن دبلا ہو رہا تھا، انہوں نے اس سے کہا، اے بچے، کیا تو ہمیشہ روزہ دار ہوتا ہے، اس نے جواب دیا، میں ہمیشہ بے روزہ رہتا ہوں، انہوں نے پھر پوچھا، پھر تو لاغر کیوں ہوگیا ہے، اس نے جواب دیا، عشق دائمی اور پھر اس کا دائمی چھپائے رکھنا، یہ سن کر عبد الواحد بن زید نے کہا، خاموش ہوجاؤ، تو کس قدر گستاخ ہے، یہ سن کر بچہ اٹھا اور اس نے دو قدم اٹھائے اور کہا، خدایا، اگر میں سچا ہوں، تو مجھے لے لے، اور گرتے ہی مر گیا۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۴۲/)

(۵) حضرت ذوالنون مصری قدس اللہ العزیز فرماتے ہیں، صدق اللہ کی تلوار ہے، جس پر بھی رکھی جاتی ہے، اسے کاٹ دیتی ہے۔ (غنیتہ الطالبین اردو، ص، ۷۷۴/)

(۶) سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں، صدیقوں کی خیانت کی ابتداء اس وقت ہوتی ہے، جب وہ اپنے نفس سے باتیں کرنے لگتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ میں کوتاہی کرنے لگتے ہیں۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۴۴/)

(۷) حضرت فتح موصلی سے صدق کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے لوہار کی بھٹی میں ہاتھ ڈال کر تپتا ہوا لوہا نکالا، اور اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا تو وہ ٹھنڈا ہو گیا، اور فرمایا، یہ صدق (سچائی) ہے۔ (غنیۃ الطالبین اردو، ص، ۷۷۴/)

(۸) امام قشیری فرماتے ہیں میں نے استاد ابو علی دقاق کو فرماتے سنا کہ صدق یہ ہے کہ تو در حقیقت اسی طرح ہو جس طرح تو اپنے نفس کو دیکھتا ہے، یا تو اپنے نفس کو اسی طرح دیکھے جس طرح تو حقیقت میں ہے۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۴۴/)

(۹) حضرت حارث محاسبی قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا گیا کہ صدق کی کیا علامت ہے، تو فرمایا، صادق وہ شخص ہے جو اپنے دل کی اصلاح کی خاطر اس بات کی پرواہ نہ کرے کہ اس کی تمام قدر و منزلت جو مخلوق کے دل میں تھی نکل گئی ہے، اور نہ یہ پسند کرے کہ لوگ اس کی ذرہ بھر نیکی پر بھی مطلع ہو جائیں اور نہ اس بات کو نا پسند کرے کہ لوگ اس کی برائی سے واقف ہو جائیں، کیوں کہ یہ نہ پسند کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لوگوں سے اور قدر و منزلت چاہتا ہے، اور یہ صدیقوں کا خُلق ہے۔ (رسالہ قشیریہ، ص، ۴۴۴/)

(۱۰) ایک صوفی نے کہا کہ جو شخص دائمی فرض ادا نہیں کرتا اس کا وقتی فرض قبول نہ ہو گا، ان سے سوال کیا گیا کہ دائمی فرض کیا ہے، جواب دیا، صدق (سچائی)، فرماتے ہیں جب تو اللہ تعالیٰ سے صدق کے ساتھ مانگتا ہے، تو وہ تجھے ایک ایسا آئینہ عطا کرے گا، جس میں تو دنیا اور آخرت کی ہر عجیب چیز کو دیکھ لے گا۔ (غنیۃ الطالبین اردو، ص، ۷۷۵/)

(۱۱) کسی نے کہا صادقین میں تین خصلتیں ہوتی ہیں، اس کی عبادت میں حلاوت ہوتی ہے، اس میں ہیبت پائی جاتی ہے، اور اس کی گفتگو میں خوش مزاجی پائی جاتی ہے۔ (غنیۃ الطالبین، ص، ۷۷۴/)

باب ۳۴

دعا کا بیان

فرمانِ الٰہی

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿البقرۃ:۱۸۶﴾

اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے تو انہیں چاہئے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿الأعراف:۵۵﴾

اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ، بیشک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں،

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿غافر:۶۰﴾

اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا بیشک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھنچتے (تکبر کرتے) ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۔

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تقدیر کو دعا ہی بدل سکتی ہے، اور نیکی ہی سے عمر بڑھتی ہے۔ (جامع ترمذی اردو، ص، ج، ۲/ ابواب دعا)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز بزرگ تر نہیں۔ (جامع ترمذی، ج، ۲/ ابوابِ دعا)

(۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دعا، عبادت کا مغز ہے۔ (جامع ترمذی اردو، ابوابِ دعا)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر رات کو اللہ تبارک و تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف اپنی شان کے مطابق نزول فرماتا ہے جب کہ رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، فرماتا ہے، کون ہے مجھ سے دعا کرنے والا تاکہ میں اس کی دعا قبول فرماؤں، کون ہے مجھ سے سوال کرنے والا تاکہ میں اسے عطا کروں، کون ہے مجھ سے استغفار کرنے والا تاکہ میں اس کی مغفرت کردوں۔ (صحیح بخاری، کتاب الدّعوات)

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اسے چاہئے کہ حتمی سوال کرے اور یوں نہ کہے کہ اے اللہ، اگر تو چاہے تو مجھے فلاں چیز عطا فرمادے، کیوں کہ خدا پر دباؤ ڈالنے والا کوئی نہیں ہے۔ (صحیح بخاری اردو، کتاب الدّعوات)

اقوال

(۱) حضرت استاد ابوعلی دقاق قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں، دعاء قضائے حاجات کی چابی ہے، اور فاقہ مستوں کے لئے راحت کا سبب ہے، مجبوروں کے لئے جائے پناہ ہے، اور حاجت مندوں کے لئے آرام کرنے کا سبب ہے، اللہ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو دعا نہیں کرتے، (رسالہ قشیریہ، ص، ۵۱۰/)

(۲) حضرت سہل بن عبداللہ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں، اللہ نے مخلوق کو پیدا کرکے کہا، مجھ سے باتیں کرو، اگر یہ نہ کرسکو تو میری طرف دیکھو، اگر یہ بھی نہ کرسکو تو میری بات کو سنو، اگر یہ بھی نہ کرسکو تو میرے دروازے پر رہو، اور اگر یہ بھی نہ کرسکو تو میرے پاس اپنی ضرورتوں کو لاؤ، (رسالہ قشیریہ، ص، ۵۱۱/)

(۳) حضرت استاد ابوعلی دقاق قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں، کہ سہل بن عبداللہ نے فرمایا، کہ سب سے زیادہ مقبولیت کے قریب وہ دعاء ہے جو صاحبِ حال بندے کی ہو، اور دعاء حال وہ دعاء ہے کہ بندہ اس قدر مجبور ہو کہ جو کچھ مانگ رہا ہے، اس کے سوا اسے چارہ نہ ہو۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۵۱۱/)

(۴) رسالہ قشیریہ میں ہے کہ ابو عبداللہ المکانسی فرماتے تھے، کہ ایک بار میں حضرت خواجہ جنید قدس اللہ سرہ العزیز کے پاس تھا کہ ایک عورت نے آکر عرض کی کہ میرا بیٹا گم ہوگیا ہے، آپ دعا فرمائیں، آپ نے فرمایا، جاؤ صبر کرو، وہ چلی گئی، اور پھر آئی، اور اپنے مطلب کو دوبارہ بیان کیا، حضرت خواجہ جنید نے پھر وہی جواب دیا کہ جاؤ صبر کرو، عورت چلی گئی، مگر

پھر واپس آگئی، اس طرح اس نے کئی بار ایسا کیا اور حضرت جنید اس سے یہی کہتے جاتے کہ صبر کرو، پھر اس نے کہا، اب میرے صبر کا پیمانہ چھلک چکا ہے، اور مزید صبر کی طاقت نہیں ہے، لہٰذا میرے لئے دعا فرمائیں، حضرت خواجہ جنید نے فرمایا، اگر ایسا معاملہ ہے تو جاؤ، تمھارا بیٹا واپس آچکا ہے، وہ چلی گئی، اور آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے پھر آئی شکریہ ادا کیا۔ (رسالہ قشیریہ، ص، ۵۱۱)

(۵) حضرت امام قشیری لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، کہ بندہ اللہ کو پکارتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہونے کی وجہ سے اس سے منھ موڑ لیتا ہے، وہ پھر پکارتا ہے، اللہ پھر منھ موڑ لیتا ہے، وہ پھر پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے کہتا ہے میرے بندے نے میرے سوا کسی اور کو پکارنے سے انکار کر دیا ہے، لہٰذا میں نے اس کی دعا منظور کر لی، (رسالہ قشیریہ، ص، ۵۱۳)

(۶) دعا کے آداب میں سے ایک بات یہ ہے کہ انسان حضور قلب کے ساتھ دعا کرے، اور یہ کہ وہ غافل ہو کر دعا نہ کرے، چنانچہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ایسے بندے کی دعا قبول نہیں فرماتا جو غافل دل سے دعا کر رہا ہو۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۵۱۵/)

(۷) امام قشیری فرماتے ہیں، دعا کی شرتوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اس کا کھانا حلال کی کمائی سے ہو، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد کو فرمایا، اپنی کمائی پاک رکھو، تمھاری دعا مقبول ہوگی، کہا گیا ہے کہ دعا حاجت کی کنجی ہے، جس کے دندانے حلال کے لقمے ہیں۔ (رسالہ قشیریہ، ص، ۵۱۵/)

(۸) غنیتہ الطالبین میں غوثِ اعظم قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں، دعا کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھوں کو پھیلا کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے، نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے اور پھر اپنی حاجت کا سوال کرے دعا کرتے وقت آسمان کی طرف نہ دیکھے اور جب فارغ ہو جائے تو اپنے ہاتھوں کو چہرے پر ملے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، اللہ سے ہاتھوں کے اندرونی حصہ کے ساتھ دعا مانگو۔ (غنیتہ الطالبین، ص، ۱۸۸)

(۹) حضرت ابراہیم بن ادہم قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا گیا کیا وجہ ہے کہ ہم دعا مانگتے ہیں لیکن قبول نہیں ہوتی، انہوں نے فرمایا تم رسولِ اکرم ﷺ کو پہچانتے ہو لیکن آپ کے راستے پر نہیں چلتے، قرآن کی پہچان رکھتے ہو لیکن اس پر عمل نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاتے ہو لیکن اس کا شکر ادا نہیں کرتے، جنت کو پہچانتے ہو مگر اس کو طلب نہیں کرتے،

دوزخ کی پہچان رکھتے ہو مگر اس سے ڈرتے نہیں، شیطان کو جانتے ہو لیکن اس سے لڑائی نہیں کرتے، بلکہ اس کی موافقت کرتے ہو، موت کو جانتے ہو لیکن اس کے لئے تیاری نہیں کرتے، اپنے فوت شدہ لوگوں کو دفن کرتے ہو لیکن عبرت حاصل نہیں کرتے، اپنے عیبوں کی طرف نہیں دیکھتے اور دوسروں کے عیب تلاش کرتے ہو۔ (غنیۃ الطالبین، ص، ۱۸۸/)

(۱۰) اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ ظالموں سے کہو مجھ سے دعا نہ مانگیں، کیوں کہ میں نے اپنے ذمہ کرم پر قبولیت کو لازم قرار دیا ہے، اور میں ظالموں کی دعا اس طرح قبول نہیں کہ ان پر لعنت بھیجتا ہوں، ایک جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی دعا اسی وقت قبول کرتا ہے لیکن اس کی مراد کو تاخیر سے پورا کرتا ہے، تاکہ وہ دعا مانگتا رہے، اور اللہ اس کی دعا سنتا رہے، اس پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت دلیل ہے، آپ فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بندہ بارگاہ خداوندی میں دعا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے، اللہ ارشاد فرماتا ہے، اے جبرائیل، میرے اس بندے کی حاجت پوری کرو لیکن دیر سے پوری کرنا، میں چاہتا ہوں کہ اس کی آواز سنتا رہوں، اور اگر وہ بندہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں تو ارشاد ہوتا ہے اے جبرائیل، اس بندے کے دعا میں اخلاص کی وجہ سے اس کی مراد جلد پوری کرو کیوں کہ مجھے اس کی آواز سننا پسند نہیں۔ (غنیۃ الطالبین اردو، ص، ۵۱۹/)

(۱۱) حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس کے لئے دعا کا دروازہ کھل گیا، اس کے لئے قبولیت کا دروازہ کھل گیا۔ (غنیۃ الطالبین اردو، ص، ۵۱۹/)

باب ۳۵

مقام کا بیان

فرمانِ الٰہی

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ ﴿الرحمن: ۴۶﴾

اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں

اقوال

(۱) صاحبِ رسالہ قشیریہ فرماتے ہیں، مقام، آدابِ صوفیاء کی اس منزل کو کہتے ہیں، جسے بندہ خدا کی طرف سے حاصل کرتا ہے، جہاں تک بندہ کسی قسم کے تصرف سے پہونچتا ہے، یا تلاش اور تکلیف کر کے اسے حاصل کرتا ہے، لہٰذا ہر شخص کا وہ مقام ہے جہاں اس وقت اس کا قیام ہے، اور جس ریاضت کی مشق وہ اس وقت کر رہا ہے، اس کی شرط یہ ہے کہ جب تک اس مقام کے احکام وہ پورے طور پر حاصل نہ کرلے، اس مقام سے آگے نہ جائے، اس لئے کہ جب کسی کے پاس قناعت نہیں ہے تو اس کا توکل درست نہیں، اور جس کے پاس توکل نہیں اس کے لئے تسلیم درست نہیں، اسی طرح جسنے توبہ نہیں کی وہ اللہ کی طرف رجوع نہیں کر سکتا، جسکے پاس ورع نہیں اسکا زہد درست نہیں۔ (رسالہ قشیریہ، ۲۲۴)

(۲) حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کشف المحجوب میں ارشاد فرماتے ہیں، کہ حضرت ابوسعید خرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے عزیز وقت کو عزیز ترین چیزوں کے سوا کسی سے مشغول نہ کرو اور بندے کی عزیز ترین چیز ماضی و مستقبل کے درمیان وقت (مقام) اور حال ہے، اسی میں مشغول رہنا چاہئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں میرا ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ اس وقت میرے دل میں اٹھارہ ہزار عالم میں سے کسی کا بھی گزر ممکن نہیں۔ (کشف المحجوب، ۵۳۱)

(۳) حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں موحد کے دو وقت ہوتے ہیں، ایک گم ہونے دوسرا پانے کا، ایک وصال کا دوسرا فراق کا، دونوں حالتوں میں اس کا وقت مغلوب ہوتا ہے، کیوں کہ وصل میں اس کا وصل حق تعالیٰ سے ہے، اور فراق میں اس کا فراق بھی حق تعالیٰ ہی سے ہے، بندے کا اختیار اور اس کا کسب دونوں وقت قائم نہیں رہتا، جس کے ساتھ بندے کی صفت کی جاسکے، چونکہ بندے کا اختیار اس کے حالات سے جدا کر دیا جاتا ہے، اس لئے وہ جو کچھ کرتا ہے وقت کی زیبائش کے لئے ہوتا ہے۔ (کشف المحجوب، ص، ۵۳۱)

باب ۳۶

حال کا بیان

اقوال

(۱) حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، صوفیاء لفظ، حال، بھی استعمال کرتے ہیں، حال، ایک کیفیت ہے جو بلا ارادہ اور بغیر کوشش کے ان کے دل پر طاری ہوتی ہے، مثلاً طرب، غم، بَسط، قبض، شوق، بیقراری، ہیبت، اور احتیاج، احوال وہبی ہوتے ہیں، اور مقامات کسبی، ہوتے ہیں، احوال سعی اور کوشش کے بغیر حاصل ہوتے ہیں، اور مقامات کے حصول کے لئے محنت اور جانفشانی کی ضرورت ہوتی ہے، صاحبِ مقام اپنے مکان پر متمکّن ہوتا ہے، اور صاحبِ حال اپنے مقام سے ترقی کرتا رہتا ہے۔ (رسالہ قشیریہ، ص، ۲۲۵/)

(۲) حال وقت پر آنے والی چیز ہے، جو وقت کو مزین کرتی ہے، جس طرح روح سے جسم مزین ہوتا ہے، لامحالہ وقت، حال کا محتاج ہے، کیوں کہ وقت کی پاکیزگی حال سے ہوتی ہے، اور اس کا قیام بھی اسی سے ہوتا ہے، لہٰذا جب صاحبِ وقت صاحبِ حال ہوتا ہے، تو اس سے تغیر جاتا رہتا ہے، اور وہ اپنے احوال میں مستحکم ہوجاتا ہے، کیوں کہ بغیر حال کے وقت کا زوال ممکن نہیں، اور جب اس سے حال ملجاتا ہے، اس کے تمام احوال وقت بن جاتے ہیں، ان کے لئے وقت کا نزول تھا چونکہ متمکّن کے لئے غفلت جائز تھی، اور صاحبِ غفلت پر اب حال نازل ہے اور وقت چونکہ متمکّن ہے اس لئے صاحبِ وقت پر غفلت جائز تھی، اور اب صاحبِ حال پر غفلت جائز نہیں ہے۔ (کشف المحجوب، ص، ۵۳۳)

(۳) صاحبِ عوارف المعارف حضرت شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں، چونکہ یہ حالت تمام احوال کی اصل اور ان کی بنیاد ہے اور اشرف الاحوال ہے، اور یہ حالت اکتسابی نہیں ہے صرف وہبی ہے، (خداداد عطیہ ہے) اس لئے بندۂ حق کی ان تمام خداداد کیفیات کو احوال کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اس لئے کہ اس میں بندۂ حق کی سعی کو کوئی دخل نہیں ہے اس لئے کیفیت حال کے نام سے مشہور ہوگئی، اور شیوخ کی زبانوں پر تو یہ بات چڑھی رہتی ہے، (وہ ہر وقت اس کو بیان کرتے ہیں) کہ مقامات کوشش سے حاصل ہوتے ہیں، اور احوال صرف اللہ کی دین ہے، (مقام کوشش سے حاصل ہوتا ہے اور حال اللہ کی عطا سے) اور انہیں کے ذریعہ برکات کا نزول ہوتا ہے، پس صحیح بات یہی ہے کہ احوال عطیات خداوندی ہیں اور اس ترتیب پر نازل ہوتے ہیں، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، تمام کسبی کیفیات ان خداداد کیفیت سے گری ہوئی ہیں، اور یہ خداداد کیفیات کسبی کیفیات سے اعلیٰ ہیں، چنانچہ احوال وجدانی کیفیات ہیں، اور مقامات تک رسائی کے راستے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ مقامات میں عمل اور سعی کا ظاہری دخل ہے، اور باطن میں وہ مواہب ہیں اور احوال میں صورت یہ ہے کہ باطن کسبی ہے اور ظاہر مواہب ہے۔ (عوارف المعارف، ص، ۶۳۳)

باب ۳۷

سُکر و صحو کا بیان

فرمانِ الٰہی

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ﴿الأعراف: ۱۴۳﴾

ترجمہ، جب اللہ تعالیٰ کی تجلّی پہاڑ پر ہوئی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا، اور موسیٰ (علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے) موسیٰ علیہ السلام باوجود رسول ہونے کے بے ہوش ہو کر گرے اور پہاڑ ٹھوس اور مضبوط ہونے کے باوجود ریزہ ریزہ ہو گیا، (رسالہ قشیریہ اردو)

اقوال

(۱) بہجۃ الاسرار میں ہے کہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے سُکر کی بابت پوچھا گیا، تو فرمایا، کہ محبوب کے ذکر کے معارضہ کے وقت دلوں میں جوش ہو جائے، اور خوف محبوب کے غلبہ کے علم کی وجہ سے دلوں کے اضطراب کا نام ہے۔ (بہجۃ الاسرار، ص، ۳۶۸)

(۲) خواجہ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ عوارف المعارف میں فرماتے ہیں کہ روحانی حال کے غلبہ کا نام سُکر ہے، اور تہذیب اقوال و ترتیب افعال کی جانب سُکر سے واپس آجانے کا نام صحو ہے، شیخ خفیف فرماتے ہیں، سکر وہ جوش و خروش قلب ہے جو ذکر محبوب کے معارضات کے موقع پر پیدا ہوتا ہے (جب محبوب حقیقی کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے دل میں جو جوش و خروش پیدا ہوتا ہے وہ سُکر ہے)

(۳) شیخ واسطی فرماتے ہیں کہ وَجد کے مقامات چار ہیں، (۱) ذھول (۲) حیرت (۳) سُکر (۴) صحو، ان مراتب و مقامات کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سمندر کا حال سنے، پھر وہ سمندر کے قریب جائے، پھر وہ سمندر میں داخل ہو جائے، اس کے بعد وہ سمندر کی لہروں میں گھر جائے، اسی تمثیل کے مطابق جس کسی میں حال کا کچھ اثر باقی رہتا ہے، اس پر سُکر کا اثر باقی رہتا ہے، اور جس کی ہر چیز اپنے مقام پر لوٹ آئے تو اس کی اس وقت حالت، صحو، کی ہوتی ہے، پس (سُکر) ہر ایک کے لئے نہیں) صرف ارباب قلوب کے لئے ہے، اور صحو ان کو نصیب ہوتا ہے، جن پر غیبی حقائق کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ (عوارف المعارف، ص، ۶۹۸)

(۴) حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ارباب معانی نے سکر و غلبہ (مدہوشی) سے غلبہ محبت الٰہی اور صحو (صحت مندی) سے حصول مقصد مراد لئے ہیں، اس مسئلہ میں اہل معانی کا بہت اختلاف ہے، چنانچہ ایک جماعت سکر کو صحو پر فضیلت دیتی ہے، اور ایک جماعت صحو کو سکر پر برتری دیتی ہے، پہلی جماعت جو سکر کو صحو پر فضیلت دیتی

ہے ان میں حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ العزیز اور ان کے ماننے والے ہیں، ان کہنا ہے کہ صحو آدمیت کی صفت پر اعتدال و استقامت کی شکل بناتی ہے، اور یہ مشاہدۂ حق میں بہت بڑا حجاب ہے، اور سُکر آفت کے زائل ہونے صفات بشریت کے فنا کرنے، تدبیر و اختیار کے نیست و نابود ہونے اور معنوی بقا اور حق تعالیٰ کے افعال میں بندے کے تصرفات کے فنا ہونے اور اس قوت کے فنا ہونے سے جو بندے میں اس کی جنس کے خلاف ہے حاصل ہوتا ہے یہ حالت سُکر، صحو سے زیادہ مکمل ہے، اور وہ جماعت جو صحو کو سکر پر فضیلت دیتی ہے ان میں حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ العزیز اور ان کے ماننے والے ہیں، ان کا کہنا یہ ہے کہ سکر محل آفت ہے اس لئے کہ سکر میں احوال پراگندہ، صحت و ہوش ختم اور بندے کے تمام علائق گم ہوتے ہیں، اور جب بندہ تمام فوائد معانی کا طالب ہو خواہ صورت فنا میں یا حالت بقاء میں، خواہ نابود ہونے کی صورت میں یا اثبات کی شکل میں، اگر بندہ صحیح الحال نہ ہوگا، تو تحقیق کا فائدہ کیسے حاصل کر سکے گا، اس لئے کہ اہل حق کا دل ہر موجود و مخلوق سے خالی ہونا چاہئے، اور بینائی کی بنیاد، قید اشیاء میں کبھی چین نہیں پاتی، اور اس کی آفت ہرگز زائل نہیں ہوتی، لوگ حق تعالیٰ کے مشاہدے فنا ہونے والے ہیں) نہیں دیکھ پاتے، اور وہ اس میں پھنسے رہتے ہیں۔ (کشف المحجوب، ص، ۲۶۷)

(۵) سُکر کی دو قسمیں ہیں، ایک شراب مودّت سے، دوسرے جامِ محبت سے، سکر مودت معلول ہے یعنی وہ سب کے ساتھ ہے کیوں کہ مدہوشی اور مستی، نعمت کے دیدار سے پیدا ہوتی ہے، اور سکر محبت غیر معلول یعنی بے علّت و سبب ہے، کیوں کہ یہ مستی، منعم یعنی حق تعالیٰ کے دیدار سے پیدا ہوتی ہے، لہٰذا جس نے نعمت کو دیکھا گویا اس نے خود کو دیکھ لیا، اور جس نے منعم کو دیکھا اس نے اپنے آپ کو نہیں دیکھا، اگرچہ وہ حالتِ سکر میں ہے لیکن اس کا یہ سکر صحو ہے، (کشف المحجوب اردو، ص، ۲۷۱)

(۶) اسی طرح صحو کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک صحو بر غفلت دوسرا صحو بر محبت، صحو بر غفلت بہت بڑا حجاب ہے، اور صحو بر محبت، روشن و واضح کشف و مشاہدہ ہے، لہٰذا جو غفلت پر ہوتا ہے اگرچہ وہ صحو و ہوش مند ہے سکر و مدہوش ہے، اور جو محبت میں واصل بحق ہو جائے اگرچہ وہ سکر و مدہوشی میں ہو مگر وہ صحو و ہوشمند ہے، اور جب اصل بنیاد، مضبوط و مستحکم ہوتی ہے، تو صحو سکر کی مانند اور سکر صحو کی مانند ہوتی ہے، اور جب اصل و بنیاد، درست و صحیح نہ ہو تو دونوں بے فائدہ اور بیکار ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ مردانِ خدا کی جائے اقامت میں صحو و سکر اختلاف سبب کی وجہ سے معلول ہوتا ہے، لیکن جب سلطان حقیقت اللہ رب العزت دلپنا جمال دکھادے، تو صحو و سکر دونوں طفیلی رہجاتے ہیں، اس لئے کہ ان دونوں کے کنارے اور سرحدیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں، اور ایک کی انتہا میں دوسرے کی ابتدا شامل ہے، ابتدا و انتہا سوائے تفرقہ کے کچھ نہیں ہے، چونکہ ان کی نسبت تفرقہ سے ہے اس لئے حکم میں دونوں برابر ہیں، (کشف المحجوب، ص، ۲۷۲)

باب ۳۸

فقر اور درویشی

فرمانِ الٰہی

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿البقرۃ: ۲۷۳﴾

ان فقیروں کے لئے جو راہ خدا میں روکے گئے زمین میں چل نہیں سکتے نادان انہیں تونگر سمجھے بچنے کے سبب تو انہیں ان کی صورت سے پہچان لے گا لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑگڑانا پڑے اور تم جو خیرات کرو اللہ اسے جانتا ہے۔

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوكًا لَّا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَمَن رَّزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا ﴿النحل: ۷۵﴾

اللہ نے ایک کہاوت بیان فرمائی ایک بندہ ہے دوسرے کی ملک آپ کچھ مقدور نہیں رکھتا اور ایک جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا فرمائی تو وہ اس میں سے خرچ کرتا ہے چھپے اور ظاہر

تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿السجدۃ: ۱۶﴾

ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خوابگاہوں سے اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے اور ہمارے دیے ہوئے سے کچھ خیرات کرتے ہیں۔

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی، اے خدا مجھے مسکینی زندگی عطا فرما، اور مسکینی میں وفات دے، اور مسکینوں کے زمرے میں اٹھانا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یارسول اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم، (کیوں ایسا ہو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مساکین، امیر لوگوں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، اے عائشہ،

مسکین (کے سوال) کو کبھی رد نہیں کرنا، اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو، اے عائشہ، مساکین سے محبت رکھ اور انہیں اپنے قریب کر (ایسا کرنے سے) اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن اپنا قرب نصیب کرے گا۔ (جامع ترمذی اردو، ابواب الذہد)

(۲) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کے لئے بشارت ہے جسے اسلام کی ہدایت دی گئی، ضرورت کے مطابق رزق دیا گیا، اور اس پر اس نے صبر کیا، یہ حدیث صحیح ہے۔ (جامع ترمذی اردو، ابواب الذہد)

(۳) حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے بارگاہِ رسالتمآب میں عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں آپ سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا سوچو، کیا کہہ رہے ہو، کہنے لگا، اللہ کی قسم، میں آپ سے محبت کرتا ہوں، اس نے تین مرتبہ یہ بات کہی، آپ نے فرمایا، اگر تو مجھ سے محبت کرتا ہے تو فقر کے لئے تیار ہوجا، کیوں کہ میرے محبین کی طرف فقر ہے سیلاب کی طرح اپنی منزل کی طرف تیز دوڑنے سے بھی جلدی آتا ہے، (جامع ترمذی اردو، ابواب الذہد)

(۵) حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر آرام فرما ہوئے جب بیدار ہوئے تو پہلو پر چٹائی کے نشانات تھے، ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کیا ہم آپ کے لئے آرام دہ بچھونا نہ بنالیں، آپ نے فرمایا میرا دنیا سے کیا تعلق ہے، میں دنیا میں ایک سوار کے مثل ہوں، جو درخت کے سائے میں بیٹھا پھر چلا گیا، اور درخت کو چھوڑ دیا، اس باب میں حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات ہیں، یہ حدیث صحیح ہے۔ (جامع ترمذی، ابواب الذہد)

اقوال

(۱) صاحبِ رسالہ قشیریہ حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، فقر اللہ کے ولیوں کا شعار اور خواص کا زیور ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں مثلاً اتقیاء اور انبیاء کے لئے پسندیدہ قرار دیا ہے، اور فقراء وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے منتخب کر رکھا ہے، اور یہ لوگ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے رازداں ہوتے ہیں، انہیں کی بدولت اللہ تعالیٰ مخلوق کی حفاظت کرتا ہے، اور انہیں کی برکت سے اللہ انہیں رزق میں وسعت دیتا ہے، اور صابر فقیر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہوں گے، (رسالہ قشیریہ اردو، ص ۵۲۱/)

(۲) ایک شخص حضرت ابراہیم ادہم قدس اللہ العزیز کے پاس دس ہزار درہم لایا، مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار کیا اور فرمایا تو دس ہزار درہم دیکر میرا نام فقراء کے دیوان سے مٹانا چاہتا ہے، میں ایسا نہ کروں گا۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۵۲۱/)

(۳) استاد ابوعلی دقاق کے پاس ایک فقیر زوزن سے آیا جس نے ٹاٹ کا کرتہ اور ٹاٹ کی ٹوپی پہن رکھی تھی، ہمارے ساتھیوں میں سے ایک نے تفریح کے طور پر کہا کہ یہ ٹاٹ کتنے میں خریدا ہے، اس نے جواب دیا کہ یہ ٹاٹ دنیا دے کر خریدا ہے، اور بیچنے والے نے مجھ سے کہا کہ اسے میرے پاس بیچ دو اور آخرت لے لو، مگر میں نے نہیں بیچا۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۵۲۲/)

(۴) امام قشیری فرماتے ہیں میں نے استاد ابوعلی دقاق کو فرماتے سنا کہ ایک فقیر نے ایک مجلس میں کھڑے ہو کر کچھ مانگا اور کہا کہ میں تین دن سے بھوکا ہوں، اس وقت وہاں ایک شیخ موجود تھے انہوں نے بلند آواز سے کہا تو جھوٹ کہتا ہے کیوں کہ فقر تو اللہ کا راز ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنا راز اس شخص کے پاس نہیں رکھتا جو اس راز کو جہاں چاہے لئے پھرے۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۵۲۲/)

(۵) حضرت امام قشیری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ جب تم فقراء کو دیکھو تو ان سے اسی طرح کی باتیں کرو جس طرح مالداروں سے کرتے ہو، اگر ایسا نہیں کرتے تو جو علم بھی میں نے تمہیں دیا ہے، اسے مٹی کے نیچے ڈال دو۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۵۲۳/)

(۶) حضرت امام قشیری نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ قیامت کے دن تمھاری تمام نیکیاں تمام لوگوں کی نیکیوں جتنی ہوں، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، ہاں چاہتا ہوں، حکم ہوا مریض کی عیادت کیا کرو، فقراء کے کپڑوں سے جوئیں نکالا کرو، اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہر ماہ میں سات دن مقرر کر دئے، جن میں وہ فقراء کے ہاں چکر لگاتے، ان کے کپڑوں سے جوئیں نکالتے، اور مریضوں کی عیادت کرتے۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۵۲۴/)

(۷) فرماتے ہیں فقیر کے لئے کم از کم چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے، (۱) علم جو اس کی تدبیر کرے (۲) پرہیز گاری جو اُسے (برے کاموں سے) روکے (۳) یقین جو اسے عمل کرنے پر (آمادہ کرے) اکسائے (۴) ذکر جس سے اسے انس محسوس ہو۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۵۲۷/)

(۸) حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، بارگاہِ احدیت میں فقراء کا بڑا مقام و درجہ ہے، خدا نے ان کو خاص منزلت و مرحمت سے نوازا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اسباب ظاہری و باطنی سے ترک تعلق کر کے مکمل طور پر مسبب الاسباب پر قناعت کر کے رہ گئے ہیں، اور اپنے آپ کو خدا کی ملازمت اور اس کی بندگی کے لئے وقف کر دیا ہے، ان کا یہ فقر ان کے لئے موجب فخر بن گیا ہے، اور فقر کی دوری پر آہ و زاری اور اس کی آمد پر خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں، یہ حضرات فقر و مسکینی ہی سے ہم کنار رہتے ہیں اور اس کے سوا ہر چیز کو ذلیل و خوار جانتے ہیں۔ (کشف المحجوب اردو، ص، ۵۰/)

(۹) حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، فقر و مسکینی کی نرالی شان ہے، اور اس کی رسم عجیب ہے، حقیقی رسم و اضطرار ہے اس کی حقیقت اقبال اختیاری یعنی خندہ پیشانی کے ساتھ افلاس و اضطرار کو قبول کرتا ہے، جس نے اس مسلک و طریق کو دیکھا اور سمجھا اس نے اس سے آرام پایا، جب مراد پائی تو حقیقت سے ہمکنار ہو گئے اور جو حقیقت سے ہم کنار ہو گیا وہ موجودات سے دست کش ہو گیا رویتِ کل میں فنائے کلی حاصل کر کے بقائے کلی سے سرفراز ہو گیا۔ (کشف المحجوب اردو، ص، ۵۰/)

(۱۰) حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، فقیر و درویش وہ ہے کہ اس کے پاس کچھ نہ ہو اور کوئی چیز اسے خلل انداز نہ کرے، نہ وہ اسباب دنیا کی موجودگی سے غنی ہو اور نہ اس کے نہ ہونے سے محتاج ہو، اسباب کا ہونا اور نہ ہونا دونوں اس کے فقر میں یکساں ہیں، بلکہ اسباب کی غیر موجودگی میں زیادہ خوش و خرم رہتا ہو، جواز کی ایک حالت یہ ہے اس لئے مشائخ نے فرمایا ہے کہ درویش جس قدر تنگدست ہو گا اس کا حال اتنا ہی کشادہ ہو گا، کیوں کہ درویش کے نزدیک اسباب دنیوی کا ظاہری وجود بھی تنگ دلی کا موجب ہوتا ہے، حتیٰ کہ وہ کسی چیز کا دروازہ بند نہیں کرتا اگر بند کرے تو اتنا ہی اس کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، لہٰذا حق تعالیٰ کے اولیاء اور اس کے محبوبوں کی زندگیاں الطاف خفی میں چھپی ہوتی ہیں، اور حق تعالیٰ کے ساتھ روشن اسرار بہتر ہوتے ہیں، نہ کہ دنیائے غدّار کی مصاحبت، چونکہ یہ دنیا نافرمانوں کی جگہ ہے اس کے اسباب سے تعلق رکھنا صحیح نہیں ہوتا، اسی لئے یہ حضرات رضائے الٰہی کی راہ میں دنیاوی ساز و سامان سے کنارہ کشی کی تعلیم دیتے ہیں، (کشف المحجوب اردو، ص، ۵۱/)

(۱۱) خواجہ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ العزیز عوارف المعارف میں فرماتے ہیں کہ شیخ دراج رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ میں نے سرمہ دانی نکالنے کے لئے ایک شیخ کی تھیلی ٹٹولی تو اس میں چاندی کا ایک ٹکڑا موجود پایا میں حیران رہ گیا، جب وہ تشریف لائے تو میں نے ان سے عرض کیا کہ میں نے آپ کی تھیلی میں یہ ٹکڑا پایا ہے، میرے شیخ نے فرمایا کہ میری

خواہش ہے کہ میں اس کو لوٹا دوں پھر فرمایا اچھا اس کو لے جاؤ اور اس کے بدلے کچھ چیز خرید لو یہ سن کر میں نے عرض کیا اس ٹکڑے کا آپ کے رب سے کیا تعلق ہے (جو اس طرح آپ نے اس کو رکھا ہے) آپ نے فرمایا کہ اس ٹکڑے کے سوا اللہ تعالیٰ نے مجھے نہ چاندی دی ہے اور نہ سونا عطا کیا ہے، لہٰذا میرا خیال تھا کہ میں وصیت کر جاؤں کہ میرے مرنے کے بعد اس ٹکڑے کو میرے کفن سے باندھ دینا تاکہ میں اس کو اللہ کو واپس کر دوں۔ (عوارف المعارف، ص، ۶۵۸/)

(۱۲) خواجہ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز عوارف المعارف میں فرماتے ہیں، شیخ علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بار مجھ سے شیخ ابوعلی دقاق قدس اللہ سرہ العزیز نے دریافت کیا کہ اے ابوعلی، درویشوں نے اپنی ضرورت کے وقت بقدر ضرورت جو کچھ ان تک پہونچتا ہے لینا کیوں ترک کر دیا ہے، میں نے کہا کہ وہ خداوند کی بخشش کے باعث اس قدر مستغنی اور بے نیاز ہیں، کہ قبول ہدایہ و بخشش کی ان کو ضرورت نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ تم ٹھیک کہتے ہو لیکن ایک وجہ اور میرے خیال میں آتی ہے، میں نے عرض کیا کہ شیخ محترم ضرور مستفید و بہرہ مند فرمائیں، انہوں نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک ایسی جماعت ہے جس کے لئے کسی چیز کا وجود مفید نہیں، چونکہ ان کا فقر و فاقہ اللہ کے لئے ہوتا ہے اس لئے یہ فقر و فاقہ بھی ان کے لئے نقصان دہ نہیں ہے کیوں کہ ان کا وجود صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ (عوارف المعارف اردو، ص، ۶۵۸/)

باب ۳۹

علم اور علماء کی فضیلت

فرمانِ الٰہی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ وَإِذَا قِيلَ انشُزُوا فَانشُزُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿المجادلة: ۱۱﴾

اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو اللہ تمھارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا، اور اللہ کو تمھارے کاموں کی خبر ہے۔

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿الزمر: ۹﴾

کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں سجود میں اور قیام میں آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان، نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ﴿فاطر: ۲۸﴾

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرمادیتا ہے، اور میں تو بس تقسیم کرنے والا ہوں، جب کہ دیتا اللہ ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب العلم)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص حصولِ علم کے لئے نکلا وہ اس وقت تک اللہ کی راہ میں ہے جب تک کہ واپس نہیں لوٹ آتا۔ (جامع ترمذی کتاب العلم)

(۳) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جو آدمی طلبِ علم میں کسی راستہ پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستے پر چلا دیتا ہے، اور بیشک فرشتے طالب علم کی رضا کے حصول کے لئے اس کے پاؤں تلے اپنے پَر بچھاتے ہیں، اور عالم کے لئے زمین و آسمان کی ہر چیز یہاں تک کہ پانی میں مچھلیاں بھی مغفرت طلب کرتی ہیں، اور عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے، اور بیشک علماء، انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں، بیشک انبیاء کرام کی وراثت درہم و دینار نہیں ہوتی بلکہ ان کی میراث علم ہے، پس جس نے اسے پایا اسے بہت بڑا حصہ مل گیا، (جامع ترمذی اردو، کتاب العلم)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک فقیہ، ایک ہزار عابد سے زیادہ شیطان پر سخت اور بھاری ہے، اور ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ ہر ایک شئے کا ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون فقہ ہے۔ (جامع ترمذی، کتاب العلم)

(۵) حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا، جن میں سے ایک عابد تھا، اور دوسرا عالم، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عابد پر عالم کی فضیلت اسی طرح ہے جس طرح میری فضیلت تم میں سے ایک ادنیٰ (صحابی) پر ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیشک اللہ، اس کے فرشتے، (تمام) زمین و آسمان والے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بِل میں اور مچھلیاں (بھی) اس شخص کے لئے رحمت مانگتے ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے۔ (جامع ترمذی، کتاب العلم)

حاجت سے زیادہ علم

مکتوبات دوصدی میں حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس اللہ العزیز فرماتے ہیں،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مکتوب، ۱۵۷

امام تاج الدین طاہر سلام و دعائی کاتب حروف شرف الدین احمد یحییٰ منیری مطالعہ کریں، آں عزیز کو معلوم ہو کہ فرض کی مقدار سے زیادہ علم حاصل کرنا اپنی ذات سے مستحسن ہے، یہ کمال علم کی صفت ہے، اور تبحر ہے دین میں، یہ سب کو معلوم ہے کہ آج کل اکثر و بیشتر دینی امور اور دوسرے کسب و کمال کی طرح ہو گئے ہیں، دنیا کا حصول اور امیروں، دولت مندوں کے توشہ خانہ اور ان کے املاک سے نفع حاصل کرنے کا وسیلہ بن گئے ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ ہلاکت ہے، مثنوی

علم سوئے درالہ بردنہ سوئے نفس و مال و جاہ برد
علم راچوں توخوانی ازبازی آلت سازجاہ ازاں بازی

(ترجمہ، علم تو اللہ کے در کی طرف رہبری کرتا ہے، نہ یہ کی نفس و مال و مرتبہ کی سمت، اگر تم علم کو یوں ہی پڑھتے ہو کہ مال و دولت و جاہ و منصب حاصل کرو تو یہ بے کار ہے)

اور آج کل اس بلا میں علماء دنیا مبتلاء ہیں۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۝

(ترجمہ، ان کی مثال اس گدھے کی ہے جس پر بوجھ لدا ہوا ہے)

اور علماء آخرت وہ ہیں، جن کے حق میں ہے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الْاَنْبِيَاءِ كَمَا نَطَقَ الشَّرْعُ عُلَمَاءُ اُمَّتِيْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ۔

ترجمہ، کہ ان کی مثال انبیاء کی ہے، جیسا کہ شرع ناطق ہے، میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں، علماء آخرت ان آفات سے پاک ہوگئے ہیں، اور پاک ہیں ان کی صفت یہ ہے جو کہی گئی ہے، مثنویات

با علم و عمل زباں شاں راست میزان صفت اند بے کم و کاست
چون نیک و بد از خدائے دیدند روئے از ہمہ خلق در کشیدند
بر خاطر شان ز خاص و از عام یکساں شدہ آفرین و دشنام

ترجمہ، علم و عمل کے ساتھ ان کی زبانیں سچی ہیں، یہ لوگ ٹھیک ترازو کی طرح ہیں، چوں کہ یہ خیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیکھتے ہیں، اس لئے تمام مخلوق کی جانب سے رُخ موڑے ہوئے ہیں، ان کے لئے خاص و عام کی جانب سے مدح و ذم، تعریف و تذلیل سب یکساں ہے۔

دین کو ان لوگوں کے سایہ دولت میں پا سکتے ہیں اور اسلام کا منور چہرہ اور توحید کے حقیقت کا جمال انہیں لوگوں کی خدمت سے حاصل کر سکتے ہیں، اسی کو کہا ہے، مثنویات

دردمندی بکرو عیسیٰ کرد داروی رہ بنشیں چہ خواہی کرد

(ترجمہ، مسیحائی کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کام ہے، مسافر کسی کا علاج کیا کر سکے گا)

اسوقت جب کہ علماء آخرت کبریت احمر ہوگئے ہیں، لَا يَسْمَعُ وَلَا يَرٰى، نہ سننے میں آئے ہیں نہ دیکھنے میں، جس کسی کو دین کا درد ہے اور بے چارہ کیا کرے، اپنے ماتم و مصیبت میں لگا رہے، نہ یہ کہ چوپائے کی طرح کھانے پینے میں دن کاٹا کرے۔

اے بھائی جتنا بھر فرض کی مقدار میں علم حاصل ہو چکا ہے، اگر دین کا درد اور اپنا غم ہے تو اسی کو کام میں لانا چاہئے، اور اس پر عمل کرنا چاہئے، اگر وہ دولت و نعمت یعنی مردان خاص میسر نہیں ہیں، پھر بھی بوڑھی عورتوں کے چراغ کی طرح روشنی تو ہے۔

از بخت بدم اگر فروشد خورشید از نور رخت مہا چراغ گیرم

ترجمہ، اگر میری بدبختی سے سورج ڈوب چکا تو اے چاند سے محبوب تمھارے چہرے کی چمک سے چراغ کا کام لوں۔

اور اگر یہ بھی فوت ہوجائے تو پھر مادر زاد پیدائشی بدبختی کی کیا تدبیر، ہر چہ استاد در نبشتہ براند طفل در مکتب آں تواند خواند (جو کچھ استاد نے لکھ دیا ہے لڑکا مکتب میں وہی پڑھے گا)

والسلام شرف منیری (مکتوباتِ دوصدی اردو، مکتوب، ۱۵۷/)

علم ظاہر اور علم باطن

مکتوب، ۱۷ مکتوبات دوصد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی تم جانو اس گروہ کے لوگ وہ ہیں۔

صَدَقَتْ مُجَاهِدَتُهُمْ فَنَالُوْا عِلْمَ الْوَرَثَةِ ()

وہ لوگ اپنے مجاہدہ میں سچے نکلے تو انہیں علمِ وراثت یعنی وراثت انبیاء کا علم حاصل ہوگیا)

جنہوں نے علم حاصل کرنے میں کوشش کیں، اور یہ سچ ہے اور درست کہ اس علم کا حاصل کرنا تو وہی ہے جو صرف خدا کے لئے حاصل کیا جائے نہ یہ کہ جاہ و مرتبہ و ریاست اور حصول دنیا کے لئے۔

وَخَلَصَتْ عَلَيْهَا مَعَامِلَاتُهُمْ فَأُعْطُوْا عِلْمُ الْوِرَاثَةِ ()

یعنی جب اس علم سے ان کے معاملات کا علم خالصاً اللہ کے لئے ہوگیا، تو اللہ نے ان کو اس وعدہ کے تحت علم وراثت عطا فرمایا، کہ۔

مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ مِنَ الْوِرَاثَةِ اللهُ عَلَّمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ()

(ترجمہ، جو شخص ان باتوں پر عمل کرتا ہے، جن کا اسے علم وراثتاً حاصل ہوچکا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے ان باتوں کا علم عطا فرماتا ہے جنہیں وہ نہیں جانتا)

علم در اصل علمِ ظاہر کو کہتے ہیں، علم وراثت علمِ باطن ہے، تو اس گروہ صوفیہ کے لوگ دو علم کے مالک ہوتے ہیں، ظاہری علم کے بھی اور باطنی علم کے بھی، جیسا کہ ہم نے کہا۔ اے بھائی،

اَلْاِشْتِغَالُ بِالْعُلُوْمِ الشَّرِيْعَتِ وَ كِتَابَتُهَا وَمُطَالِعَتُهَا وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ اُمُوْرٌ حَسَنَةٌ يَخْتَصُّ بِهَا الْعُلَمَاءُ الصُّلَحَاءُ وَلَكِنَّ شَانَ طَالِبِ الْحَقِّ شَانٌ آخر۔

(ترجمہ، شرعی علوم ان کی کتابت ان کے مطالعہ اور تلاوتِ قرآن میں لگے رہنا اچھے کام ہیں یہ علماء وصلحاء کا طریقۂ کار ہے، لیکن طالب حق کی شان تو کچھ اور ہی شان ہے)

اے بھائی علم ظاہر ہے اور علم باطن ہے، علم ظاہر، علمِ مطالعہ ہے، اور علمِ باطن، علم مکاشفہ ہے، اور عبارت اس نور سے ہے کہ جب سالک کا دل بُری صفتوں سے پاک ہوجاتا ہے تو علم مکاشفہ سالک کے دل پر ظاہر ہوتا ہے، اور اس نور سے وہ تمام کام کی معانی اس پر نہیں کھلے ہیں، وہ سب معانی اس پر کھل جاتے ہیں، کشادگی، یہ عین مجریٰ سے جاری ہے، نہ یہ کہ عین عیاں ہے، جیسے کہ حقیقی معرفت اللہ تعالیٰ کی ذات میں اور اس کی صفات تامہ میں اور اس کے افعال میں، اور اللہ تعالیٰ کی قربت کا معنی، اللہ تعالیٰ کے جوار میں پہونچنے کا معنی، اور دیدار کا معنی، اور معنی النظر لوجہ الکریم، اور دنیا وآخرت پیدا کرنے میں، اس کی حکمت اور نبوت کا معنی، وحی کا معنی، اور پیغمبروں کے پاس فرشتوں کے ظاہر ہونے کی کیفیت، ان پر وحی کے پہونچنے کی کیفیت، اور دل کا معنی بہشت دوزخ، صراط، میزان، حساب اور اس کے مانند دوسری چیزیں، ان سب کے کھل جانے، کشف ہونے کو معرفت کہتے ہیں، جس کسی کو یہ علم مکاشفہ جسے علم باطن اور علم معرفت کہتے ہیں، نہ ہو تو وہ دنیا میں نابینا آیا، نابینا رہا، اور اندھا گیا۔

اے بھائی، نبیوں کا علم لدنّی ہے، علماء کا علم کسبی ہے، کیا کہتے ہو یہ علماء ظاہر اس مخصوص علم کے ترکہ دار و وارث ہوتے ہیں یا نہیں، کیوں کہ کہا گیا ہے، اَلْعُلَمَاءُ وَرَاثَةُ الْاَنْبِيَاءِ ہ (علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں) اس بارے میں یہی روا ہے کہ نہیں ہوتے ہیں، وہ روایت یہ ہے کہ انبیاء کے علوم علمِ لدنّی ہیں، جس کا علم کتابوں اور معلمین کے ذریعہ حاصل کردہ ہو تو وہ اپنے علم میں انبیاء کا وارث نہیں ہوتا، بطریق توسع اس علم کو میراث انبیاء کہا جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کا علم اللہ سے حاصل کیا ہوا ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا، اور تیرا بزرگ و برتر پروردگار جس نے قلم سے علم سکھایا، انسان کو وہ سب بتایا جس کا وہ علم نہیں رکھتا تھا، یہ گمان نہ کرو کہ ربانی تعلیم نبی ہی کے لئے مخصوص ہے، کیوں کہ اللہ کا ارشاد ہے، ڈرو اللہ سے اور اللہ تمہیں تعلیم دیتا ہے تو اس کی مملکت میں جو بھی تقویٰ کی حقیقت تک رسائی حاصل کرلیتا ہے، تو یقیناً اللہ اسے ان چیزوں کا علم عطا فرماتا ہے جن کا وہ علم نہیں رکھتا، والسلام شرف منیری

آخرت کا علم اور علماء آخرت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مکتوبات دوصدی مکتوب ۱۷۲

اے بھائی علماء آخرت جو اپنے وقت خاص میں کوئی ایسی بات بولتے ہیں، یا کوئی ایسا کام کرتے ہیں، کہ بظاہر ان کا قول یا فعل شریعت کے موافق نہیں معلوم ہوتا ہے، اور اہلِ ظاہر اس پر انکار کے طور پر اعتراضاً زبان دراز کرتے ہیں، تم اس سے رنجیدہ اور فکر مند نہ ہو، نظر اس پر رکھو کہ قرآن مجید منکروں کے حق میں یوں فرماتا ہے۔

اذلم یھتدوا بہٖ فسیقولون ھٰذا افکٌ قدیمٌ ہ

یعنی جب ان کی باتوں کو سمجھ نہ سکے تو کہنے لگے، یہ پرانا جھوٹ ہے، یعنی ہم لوگوں نے قرآن جیسی بات اپنے باپ دادا سے نہیں سنی ہے، جواباً کہا گیا۔

اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ہ

تم اور تمھارے باپ دادا صریح گمراہی میں تھے۔

اس بارے میں یہ جو کچھ کہا گیا وہ تمہید کے طور پر بیان ہوا ہے، جاننا چاہئے کہ آج کل علماء ظاہر بزرگان طریقت کے اقوال و افعال کے انکار میں یہ کہتے ہیں کہ ذخیرہ اور خلاصہ میں یہ روایت اس طرح آئی ہے، اس روایت کی صراحت یوں ہے، راویوں نے اس طرح نقل کیا، مگر ان نادانوں نے اپنی حماقت سے یہ گمان کر لیا ہے کہ علم بس اتنا ہی ہے، جتنا کہ ان لوگوں نے حاصل کیا ہے، اور جتنا یہ جانتے ہیں، کہ اور کوئی نہیں جانتا، یا جو کچھ اور جتنا یہ علم رکھتے ہیں، اتنا اور دوسرے نہیں رکھتے، اگر ایسا ہی ہوتا تو۔

فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ہ (سورہ یوسف)

(ہر ایک صاحب علم سے برتر کوئی کوئی اور صاحبِ علم ہے)

کیا ہے، یا یہ کہ اس پر ایمان نہیں رکھتے، کہ خداوند عزوجل کے علم و حکمت کی کوئی انتہا نہیں ہے، حضور ﷺ تمام عارفوں کے سردار ہیں، خدا کو پہچانے ہوئے ہیں، اور خدا تک پہونچے ہوئے ہیں، اسکے باوجود اپنی دعاء وزاری میں کیوں یہ فرماتے تھے۔

اللّٰھم ارنا الاشیاء کما ھی

(اے رب دکھلادے اشیاء کی حقیقت جیسے وہ ہے)

اور حضور ﷺ کو یوں دعا کرنے کا حکم تھا،

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً ہ

(اے میرے اللہ میرے علم کو اور زیادہ فرما)

اے بھائی، ایک صاحبِ عزت ان لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں، کہ یہ بے چارے مسکینان دودھ پیتے بچے ہیں، بلکہ ماں کے پیٹ ہی میں ہیں، بلکہ باپ کے پشت ہی

میں ہیں، ان بے چاروں کو قرآن اور اس کے اسرار و معانی کی کیا خبر، ان لوگوں نے تو حضور رسالت پناہ ﷺ کی یہ حدیث بھی نہیں سنی، فرمایا ہے،

اِنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ الْقُرْآنَ عَلٰی عَشَرِ اَبْطُنٍ ہ

(یعنی خداوند تعالیٰ نے قرآن کو دس بطن پر نازل فرمایا ہے)

اور ہر بطن میں ایک منزل ہے، تمام اہلِ لغات، نحویان، مفسران، محدثان پہلی منزل میں ہیں، دوسری منزل سے وہ بالکل بے خبر ہیں، اہلِ حقیقت جو خدا تک پہونچے ہوئے ہیں، خدا کو پہچانے ہوئے ہیں، اشیاء اور اشیاء کی حکمت یعنی جیسی کی وہ چیز ہے اور جیسی اس کی حقیقت ہے، اسے جانے پہچانے، اور دیکھے ہوئے ہیں۔

قرآن کے معنی اور اسرار کے محرم ہو چکے ہیں، اور تمام منزلوں سے گزر چکے ہیں، اس منزل سے بھی جو تمام سالکان و طالبانِ راہ حق کا مقصود ہے اس تک پہونچے ہوئے ہیں، ایسے بزرگوں کے اقوال و افعال پر جس کسی کو اعتراض و انکار ہو ان پر افسوس ہی افسوس ہے، ان کو ان لوگوں کی بے سعادتی پر محمول کیا جائے گا، اس بارے میں جو کچھ ہے، اس کی غایت و غرض یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کو اس پر تصدیق و ایمان نہ ہو تو بھی اس پر تو ایمان رکھتے ہیں، اور اس کو مانتے ہیں کہ، جب حضور رسالت پناہ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو پوچھا، اے معاذ وہاں تم کس بنیاد پر فیصلہ کرو گے، انہوں نے عرض کیا اللہ کی کتاب سے، پھر فرمایا، اگر اس میں نہیں پایا تو، عرض کیا، اپنے رسول ﷺ کی سنت سے، پھر سوال ہوا، اگر وہاں بھی تم کو نہ ملا تو، عرض کیا، اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، پس رسالت پناہ ﷺ ان کے اس جواب سے شاداں و فرحاں ہوئے اور خداوند کا شکر اس عبارت میں ادا فرمایا،

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِہٖ ہ

(تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، جس نے اپنے رسول کے بھیجے ہوئے حاکم کو توفیق عطا فرمائی)

اور ایک روایت میں ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا، ارشاد ہوا جب تم کو کوئی مشکل درپیش ہو تو اپنے دل سے فیصلہ طلب کرو، کہ یہ صحیح ہے، یہ غلط ہے، فتویٰ دل سے طلب کرو، یہ سب کو معلوم ہے، بزرگانِ طریقت بشریت کی تاریکیوں، نفس کے حجابات دنیا کی لذتوں، شہوتوں، خواہشوں سے پاک ہو چکے ہیں، اصحاب قلوب صاحبانِ دل بن چکے ہیں، ملک و ملکوت (ظاہر و باطن) ان پر کھل چکا ہے، ایسے لوگوں پر اگر ان کے اپنے عالم میں کوئی مشکل چیز آجاتی ہے تو وہ دل سے فتویٰ طلب کرتے ہیں، اور اسی فتویٰ کے مطابق عمل کرتے ہیں، اور اپنے مریدوں مسترشدوں کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیتے ہیں، اس میں انکار و اعتراض

جہالتِ محض کی دلیل ہے، اور اگر یہ کہیں کہ مجھے ان بزرگوں کے قول وفعل پر اعتراض وانکار نہیں ہے لیکن تم لوگوں کے اقوال و افعال پر اعتراض و انکار ہے، تو ہم کہیں گے ہاں، یہ تمھارے لئے صحیح ہے، ہم تمھارے ساتھ ہیں ہمارے بارے میں تم جو کچھ بھی کہو وہ سب ہم جانتے ہیں، اور قبول کرتے ہیں منکروں کے حق میں یہی گمان غالب تھا کہ وہ یہی جواب دیں گے، سب کی عاقبت وخاتمت بخیر ہو، والسلام حقیر منیری (ماخوذ از مکتوبات دوصدی)

فائدہ:

اے بھائی، یاد رہے کہ ہر مرید کو حُبِّ دنیا، غرور وتکبر، حسد، رِیا، مال و دولت و اہل وعیال کی محبت، عزت وشہرت وبلند مرتبہ کی محبت وخواہش سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہئے، کسی کو اپنے کمتر، اور اپنے آپ کو کسی سے برتر وبالا ہرگز تصور نہ کرے، ہمیشہ صدق و سچائی، خلوص وپیار عجز وانکساری اختیار کرے، اور پیر ومرشد (شیخ) کی بارگاہ کا اپنے آپ کو سب سے کمتر حقیر خادموں میں تصور کرے، جتنا تو اپنے کو حقیر ذلیل وخوار سمجھے گا، اتنا ہی اللہ تعالیٰ تجھے بلندی عطا فرمائے گا، یاد رہے کہ شیخ کی رضا ہی اللہ کی رضا اور شیخ کی عطا ہی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، اور پیر کا خوف جتنا دل میں ہوگا، اتنا ہی خوف اللہ کا ہوگا، اور جتنا عشق شیخ سے ہوگا، اتنا ہی عشق اللہ تعالیٰ سے ہوگا، (مؤلف)

باب ۴۰

موت اور آخرت یاد کرنے کی فضیلت

فرمانِ الٰہی

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿آل عمران: ۱۸۵﴾

ہر جان کو موت چکھنی ہے، اور تمھارے بدلے تو قیامت ہی کو پورے ملیں گے، جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا، اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے

فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿النحل: ۶۱﴾

پھر جب ان کا وعدہ آئے گا نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹیں نہ آگے بڑھیں۔

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جو اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات پسند فرماتا ہے، اور جو اللہ سے ملنا پسند نہیں کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا ناپسند فرماتا ہے، یہ حدیث متفق علیہ ہے، (صحیح بخاری)

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دنیا پیٹھ پھیر کر چلی جانے والی اور آخرت پیش آنے والی ہے، ان میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں، مگر تم آخرت کے بیٹے بنو، اور دنیا کے بیٹے نہ بن جانا کیوں کہ آج عمل ہے حساب نہیں، لیکن کل حساب ہوگا اور عمل نہیں، اس حدیث کو امام بخاری اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے، (صحیح بخاری)

(۳) ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، لذّتوں کو توڑنے والی چیز کو ہمیشہ یاد کرو، یعنی موت کو، ابو نعیم نے بھی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایسی حدیث روایت کی، (جامع ترمذی اردو)

(۴) بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لذّتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو بکثرت یاد کرو، کیوں کہ جو تنگ دست ہے اسے یاد کرتا

ہے، اس پر فراخی ہوتی ہے، اور جو خوش عیش اور فراخ دست ہوتا ہے، اس پر تنگی ہوتی ہے، (شرح الصدور)

(۵) ابن ماجہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے عقلمند مومن کون ہے، آپ نے ارشاد فرمایا، جو موت کو سب سے زائد یاد رکھے، اور موت کے بعد کے لئے سب سے اچھی تیاری کرے یہ ہیں عقلمند، (شرح الصدور)

(۶) ترمذی نے شداد بن اوس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو خود بدلہ دے، اور بعد الموت کیلئے کام کرے، اور عاجز وہ ہے جو نفس کی پیروی کرے اور اللہ سے قسم قسم کی آرزوئیں کرے، (شرح الصدور)

(۷) ابن ابی الدنیا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ موت کو بکثرت یاد کرو، وہ گناہوں کو زائل کرتی ہے، اور دنیا میں زہد پیدا کرتی ہے، اور تم اس کو مال داری کے عالم میں یاد کروگے تو یہ اس کو ختم کردے گی، اور محتاجی کے عالم میں یاد کروگے تو تم کو تمھاری زندگی سے راضی کردے گی، (شرح الصدور)

(۸) ابن ابی الدنیا نے عطا خراسانی سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی مجلس سے گزرے جس میں خوب ہنسی مذاق ہو رہا تھا، آپ نے فرمایا کہ اپنی مجلس میں لذتوں کو توڑنے والی چیز کی ملاوٹ بھی کرو، عرض کی گئی وہ کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا، کہ وہ موت ہے موت کو یاد کرو، (شرح الصدور)

(۹) ابن ابی الدنیا نے حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وصیت فرمائی کی موت کو بکثرت یاد کرو تو دوسری چیزوں کو بھول جاؤ گے، (شرح الصدور)

(۱۰) ابن ابی الدنیا نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں زید سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو غفلت میں پاتے تھے تو بلند آواز سے پکار کر فرماتے تھے کہ اے لوگو، تمھارے پاس موت آگئی، یا نیک بختی کا پیغام بن کر یا بدبختی کا، (شرح الصدور)

(۱۱) بیہقی نے ابن عطاء سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں میں غفلت دیکھتے تو دروازہ پکڑ کر تین مرتبہ فرماتے، اے اہل اسلام موت آگئی، اس کو جو کچھ اپنے ساتھ لانا تھا لے آئی، خوشی اور راحت لائی اللہ کے دوستوں کے لئے، اور ان لوگوں کے لئے جو جنت میں رہیں گے، ان کے لئے برکت کی خوش خبری لے آئی، سنو ہر کوشش کرنے والوں کی انتہا ہے، اور ہر کوشش کرنے والے کی انتہا موت ہے کوئی آگے جاتا ہے اور کوئی پیچھے، (شرح الصدور)

(۱۲) طبرانی نے حضرت عمّار رضی اللہ عنہٗ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، نصیحت کرنے کو موت کافی ہے، (شرح الصدور)

(۱۳) حضور اکرم ﷺ سے عرض کی گئی، کہ کیا شہداء کے ساتھ کسی اور کا حشر بھی ہوگا، آپ نے فرمایا، ہاں، اس کا جو شب و روز میں موت کو بیس مرتبہ یاد کرے گا، نیز حضرت سعدی رضی اللہ عنہٗ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا،

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴿الملك:۲﴾

کی تفسیر مروی ہے کہ کون تم میں سے موت کو زیادہ یاد کرنے والا ہے اور کون اس کے لئے زیادہ تیاری کرتا ہے، اور کون زیادہ ڈرنے والا ہے (شرح الصدور)

(۱۴) ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور امام احمد نے زہد میں ابن سابط سے روایت کی کہ ایک شخص کی حضور ﷺ کے سامنے بڑی تعریف کی گئی، آپ نے دریافت کیا کہ وہ موت کو بھی یاد کرتا ہے یا نہیں، عرض کی گئی، جی نہیں آپ نے فرمایا تو پھر وہ ایسا نہیں جیسا کہ تم کہتے ہو۔ (شرح الصدور)

(۱۵) دیلمی نے انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، دنیا میں بہترین زہد موت کی یاد ہے، اور بہتر عبادت تفکر ہے، جس کو موت کی یاد خوف زدہ کرتی ہو اس کی قبر جنت کا باغ بن جائے گی، حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا، لوگ سو رہے ہیں جب مر جائیں گے تو جاگ جائیں گے تو جاگ اٹھیں گے۔ (شرح الصدور)

آپ کے فرمان سے ظاہر ہوا کہ غفلت کو ختم کرو ہوشیار ہو جاؤ ورنہ مرنے کے بعد ہمیشہ جاگنا پڑے گا، یعنی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔ (شرح الصدور)

اقوال

(۱) حضرت امام قشیری قدس اللہ سرہ العزیز بیان کرتے ہیں کہ جب امام حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ کی وفات کا وقت آگیا تو آپ رو پڑے، آپ سے کسی نے پوچھا، آپ کیوں رو رہے ہیں، فرمایا، میں ایسے آقا کے حضور میں جا رہا ہوں جسے میں نے کبھی دیکھا نہیں ہے، (رسالہ قشیریہ، از حضرت امام قشیری)

(۲) حضرت ابو سعید الخزاز رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا، میں مکہ میں تھا، ایک دن باب بنی شیبہ سے گزرا تو ایک خوبصورت نوجوان کو مردہ دیکھا، میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا، تو وہ مسکرایا اور مجھ سے کہنے لگا، اے ابو سعید، کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ کے دوست زندہ رہتے ہیں، خواہ وہ مر چکے ہوں (یعنی موت آگئی ہو) وہ تو صرف ایک گھر سے دوسرے گھر کو منتقل ہو جاتے ہیں۔ (رسالہ قشیریہ اردو، از امام قشیری)

(۳) بعض بزرگان دین کا قول ہے کہ جس نے موت کو بکثرت یاد کیا اسے تین انعامات ملیں گے، (۱) توبہ کی جلد توفیق ہوگی (۲) دل میں قناعت نصیب ہوگی (۳) عبادت میں خوشی ہوگی، اور جس نے موت کو بھلا دیا، اس پر تین مصیبتیں نازل ہوں گی، (۱) توبہ میں ٹال مٹول (۲) بے صبری (۳) عبادت میں سستی، یحییٰ نے کہا دو چیزوں نے میرے سامنے دنیا کی لذتوں کو بے حقیقت بنادی، موت کی یاد اور بارگاہ ایزدی میں کھڑا ہونا، ابن ابی الدنیا نے اسے روایت کیا، بعض حضرات نے اللہ تعالیٰ کے قول، ☆ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ☆ کی تفسیر کفن سے کی ہے، اور اس سے پہلے کی آیت میں فرمایا کہ ☆ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ☆ دنیا کی چیزوں کو ایسی راہوں پر خرچ کرو کہ جس کے بدلے دارالآخرت میں جنت بھی ملتی ہے، اور یاد رکھو کہ تم ہر چیز چھوڑ کر چلے جاؤ گے سوائے اپنے حصہ کے اور وہ ہے کفن۔

(۴) ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ دنیا عمل کی جگہ ہے، موت کے بعد ہم کو اور تمہیں پتہ چلے گا۔

(۵) دیلمی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دنیا میں بہترین زہد موت کی یاد ہے، اور بہتر عبادت تفکر ہے، جس کو موت کی یاد خوف زدہ کرتی ہو اس کی قبر جنت کا باغ بن جائے گی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، لوگ سو رہے ہیں جب مر جائیں گے تو جاگ جائیں گے تو جاگ اٹھیں گے، آپ کے فرمان سے ظاہر ہوا کہ غفلت کو ختم کرو ہوشیار ہو جاؤ ورنہ مرنے کے بعد ہمیشہ جاگنا پڑے گا، یعنی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔ (شرح الصدور، از، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

عمر اور موت

تفسیر روح البیان میں درج ہے کہ، جو بڑی عمر صرف اس لئے چاہے کہ اس میں نیکی ہی کرتا رہے، تو وہ کامیاب لوگوں میں سے ہے، حدیث شریف میں ہے، طُوبیٰ لِمَنْ طَالَ عُمُرُہٗ اَحْسَنَ عَمَلُہٗ (مبارک ہو اس بندے کو جس کی عمر لمبی اور عمل نیک ہوں) مسئلہ، جو لمبی عمر صرف گناہوں کے لئے چاہے اس جیسا بدبخت کوئی اور نہ ہوگا، موت سے ڈرنے سے کیا فائدہ آخر اسے ایک دن آکر ہی رہنا ہے۔

مسئلہ، تمام امت کا اتفاق ہے کہ موت کا کوئی سن مقرر نہیں، نہ میعاد مقرر ہے، نہ ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ فلاں مرض میں موت آئے گی، اور فلاں میں نہیں، یہ صرف اس لئے کہ مرد اس کی تیاری میں لگا رہے۔ (تفسیر روح البیان)

حکایت

ایک بزرگ ہمیشہ شہر کے قلعہ کے ارد گرد چکر لگا کر کہتے تھے، الرحیل الرحیل، (لوگو، موت کی تیاری کرلو) جب وہ بزرگ فوت ہوگئے، تو اس شہر کے امیر نے پوچھا اب اس بندۂ خدا کی آواز نہیں آتی، لوگوں نے کہا وہ انتقال کرگئے ہیں، امیر نے عربی میں ایک شعر کہا جس کا ترجمہ یہ ہے،

ترجمہ، وہ بزرگ ہمیشہ کوچ کا اعلان کیا کرتے تھے، آخر موت نے ان کے دروازے پر اونٹ لاکر بٹھادیا، موت نے ان کو بیدار اور جانے کے لئے بالکل تیار پایا، کیوں کہ انہوں نے پہلے ہی سے رخصت سفر باندھ رکھا تھا، انہیں دنیا کی آرزوؤں نے غافل نہیں کیا تھا۔

دوسرے شعر کا ترجمہ جو امیر نے کہا تھا،

ترجمہ، تجھے نقارہ کی آواز بیدار نہیں کرتی، تو خواب میں نہیں بلکہ مردہ ہے، تو نے ہوا کے راستے پر چراغ رکھا ہوا ہے، اور تیرا گھر سیلاب کی گزرگاہ میں ہے۔

سبق ☆ موت کا آنا حق ہے، اگرچہ طویل عمر ہی کیوں نہ گزرے آخر کار وہ آکر ہی رہے گی، کوئی چاہے یا نہ چاہے۔ (تفسیر روح البیان)

حکایت

شارح خطیب حضرت وہب بن منبّہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت دانیال علیہ السلام ایک جنگل سے گزر رہے تھے، کہ آواز آئی، ترجمہ، اے دانیال ذرا ٹھہرئے ایک کرشمہ دیکھتے جائیے، حضرت دانیال علیہ السلام نے ادھر اُدھر دیکھا مگر کچھ نظر نہیں آیا، دوبارہ نداء آئی، حضرت دانیال کہتے ہیں میں ٹھہر گیا، اور دیکھا کہ ایک گھر سے مجھے کوئی بلا رہا ہے، میں اندر گیا تو دیکھا کہ ایک چارپائی موتیوں اور یاقوت سے مرصّع ہے، اور کچھ دکھائی نہیں دیتا، چارپائی کے اوپر سے آواز آئی، اے دانیال، آپ عجیب معاملہ دیکھنے والے ہیں، میں چارپائی کے اوپر چڑھ گیا، اور اس کے اوپر سنہری بستر بچھا ہوا پایا، جو مشک اور عنبر سے پُر ہے، اور اس کے اوپر ایک نوجوان مرا پڑا ہے، ایسا لگتا تھا کہ وہ آرام فرما رہا ہے۔

اس کے اوپر نہایت شاندار پوشاکیں اور زیورات تھے، جن کا وصف بیان سے باہر ہے، اس کے بائیں ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی، اور سر پر سونے کا تاج تھا، اور کمر میں سبز رنگ کی ایک تلوار بندھی تھی، وہ کہنے لگا، اس تلوار کو اٹھائیے اور اس پر لکھی ہوئی عبارت پڑھئے میں نے دیکھا کہ اس پر یہ عبارت مرقوم ہے، یہ تلوار صمصام بن عوج بن عنق بن عاد بن ارم کی ہے، پھر کہا میں نے ایک ہزار سات سو برس کی عمر پائی، اور بارہ ہزار باکرہ عورتوں

سے شادی کی، اور چالیس ہزار شہر بنوائے، افسوس کہ یہ زندگی ظلم و تشدّد اور بے انصافی و بیوقوفی سے گزری، میرے خزانے کی چابیاں چار سو خچر اٹھاتے، اور دنیا کے بادشاہ مجھے خراج ادا کرتے، اور میری شاہی میں کوئی میرا ہمسر نہ تھا، بنابریں میں نے ربوبیت کا دعویٰ کر دیا، آج مجھے بھوک نے ستایا میں نے ایک ہزار موتی صرف جوار کے ایک دانہ کے عوج دے کر اناج طلب کیا، مگر افسوس کی آج میں بھوک سے مر گیا ہوں، اے دنیا والو، میری موت سے نصیحت پکڑو، موت کو بکثرت یاد کرو، کسی دھوکے میں نہ رہو میری طرح مارے جاؤ گے، اب میرے اقارب میرے گناہوں کی ڈھال نہیں بن سکے، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

(۱) چوں ہمہ نیک و بد بیاید مرد خنک آنکس کہ کوئی نیک برد

(۲) برگ عیشے بگور خویش فرست کس نیارد زپیش فرست

ترجمہ، (۱) جب تمام نیک اور بروں کو مرنا ہے اسے مبارک جو نیکی کی گیند لے گیا، (۲) عیش کا سامان اپنی قبر میں بھیج تیرے پیچھے اور کوئی نہ لائے گا، تو اپنا سامان خود بھیج، (تفسیر روح البیان صفحہ ۴۰۰ تا ۴۰۲)

عنایتِ خداوندی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مکتوبات صدی ۸۹ مکتوب میں حضور مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں، کہ خیبر کے فتح کے دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ دوستوں میں سے ایک آدمی ایک بکرے کے بچے کا کان پکڑ کر کھینچے لا رہا ہے، آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھ کر فرمایا، اے ابن عمر اس بکری کے بچے کو اس آدمی کی قید میں مجبور دیکھتے ہو، انہوں نے عرض کیا، ہاں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتا ہوں، آپ نے فرمایا، میری امت میں ایسے آزاد مرد بھی ہوں گے، جو میدان قیامت میں آئیں گے، اور ان کے ہاتھوں میں دوزخ کے ساتوں طبقے اس بکری کے بچے سے کہیں زیادہ مجبور و مقید ہوں گے، جو اس مرد کے ہاتھ میں ہے، دوزخ کا کام تو ان ہوا پرستوں کا جلانا ہے، جن کے گوشت و پوست لقمۂ حرام سے پیدا ہوئے ہیں، صدیقوں اور متقیوں کے سامنے دوزخ کی کیا مجال کہ ذرا بھی ہل سکے، ان بزرگوں کا حال جو تم سنتے ہو، یہ نہ پیغمبر تھے، نہ فرشتے، بلکہ ہمارے جیسے آدمی تھے، خدائی باتوں کی آرزو مندی نے ان کا دامن پکڑا اور اس کی تمنّا میں انہوں نے اپنی نیاز مندی پیش کی، اور اپنے دعوے کو دلیلوں سے پیش کیا، تم بھی ایسا ہی کرو، اگر تم چاندی سونا نہیں رکھتے، کہ اس کے نام پر لٹاؤ تو زندگی تو رکھتے ہو کہ قربان کرو، اور کوئی چیز تمہیں روک نہ سکے، اور اپنے عہد کو پورا کرنے کے لئے مستعد ہو جاؤ، جو تم نے دین کے راستے میں کیا ہے، تاکہ کوئی شخص تمھارے اوپر دعویٰ نہ کر سکے، اور دین کے راستے میں تمھارے سامنے جو حجاب ہیں، انہیں اٹھا دو، عرصہ ہوا کہ بتایا جا چکا ہے کہ یہ وہ راستہ ہے جس میں خود کو ہلاک کئے بغیر منزل تک نہیں پہونچ سکتے، دین کی راہ میں نفس کا

ہلاک کرنا ہی منزل ہے، پہلے ہی اپنے کو ہلاک کرنے کے لئے تیار ہوجاؤ، تب اس راستے میں قدم رکھو، ورنہ اپنی زحمت کو دین داروں کے حلقے سے باہر نکالو، تاکہ مردانِ خدا کے لئے راستہ صاف ہوجائے، پہلے اپنی خودی کو چھوڑ تب اس راستے میں قدم رکھ، تیرا یہ نفس کافر ہی بت ہے، اس کو زمین پر دے مار، اگر تو اس راستے کا مرد ہے تو اس راستے میں گم ہوجا، اور قدم رکھا ہے تو اس کے راستے میں اپنی جان فدا کردے۔

اگر تجھ سے کہیں کہ میرے راستے میں سر ڈھر کی بازی لگا دے، تو یہ بڑی خوشی کا مقام ہے، فوراً اپنی دستار سر سے اتار کر پھینک دے، اب اگر تو دیکھے کہ اس راستے کا تو مرد نہیں تو لازم ہے کہ تو اس راستے کے کسی مرد کا دامن تھام لے، اور اسی کا ہوجا، کیوں کہ ہر شخص ماں کے پیٹ سے بادشاہ نہیں پیدا ہوتا، ہر زمانے میں بادشاہ ایک ہی ہوتا ہے، باقی سب لوگ اسی کے سایۂ عاطفت میں زندگی بسر کرتے ہیں، دین کا علم اٹھانا کوئی معمولی بات نہیں، تم نے سنا ہوگا کہ روئے زمین پر جتنے بھی جن و انسان، وحشی جانور، اور چرند و پرند تھے، سب حضرت سلیمان علیہ السلام کے مطیع و فرمانبردار تھے، اس پر بھی ان کا یہ حال تھا کہ دین کی طلب میں جلتے رہے، اور جو کچھ ان کے پاس تھا، دین کے لئے تھا، یہ نہ سمجھنا کہ دنیا حضرت سلیمان علیہ السلام کے عیش و آرام کے لئے تھی، ہرگز نہیں، دنیا ان کے دین کی خدمت کے لئے تھی، اور ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے، صحبت اور چیز ہے اور خدمت اور چیز، بڑے آگ کے دریا سے گزرنا پڑتا ہے، جب کہیں خدمت سے صحبت نصیب ہوتی ہے، جب اس چیونٹی کی آواز سنی تو ہوا کو حکم دیا کہ ان کے تخت کو وہاں اتار دے اور چالیس رات دن اس چیونٹی کی صحبت اختیار کی اور اس سے صمدیت کے اسرار سنتے رہے، اس سے تم کو جاننا چاہئے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کے ساتھ ایسے اسرار پوشیدہ فرمائے ہیں، کہ ہر شخص کو ان کی خبر نہیں، اور اگر کسی کو اس میں شبہہ ہو تو قرآن کی زبان سے سنو،

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ﴿الجمعة: ١﴾

ترجمہ، زمین اور آسمان میں جتنی چیزیں ہیں، سب اللہد کی تسبیح کرتی ہیں) اور سنو،

وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ ﴿الإسراء: ٤٤﴾

ترجمہ، اور کوئی چیز ایسی نہیں، جو حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو)

آگے فرمان ہے، وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ﴿المدثر: ٣١﴾

ترجمہ، تمھارے پروردگار کے لشکر کو سوائے رب کے اور کوئی نہیں جانتا)

نقل ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام محراب میں نماز ادا فرما رہے تھے، ایک چیونٹی سامنے سے گزری، آپ نے ہاتھ اٹھایا کہ اس کو سجدے کی جگہ سے ہٹادیں، اس چیونٹی نے فریاد کی کہ اے داؤد علیہ السلام یہ کیا زیادتی ہے کیا میری بندگی بارگاہِ خداوندی میں تمھاری

عبادت سے کم ہے، حضرت داؤد علیہ السلام رونے لگے اور اللہ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے، خداوندا مخلوقات عالم کے ساتھ کیا سرمایا لیکر زندگی بسر کروں، حکم ہوا تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ، تاکہ کوئی شخص تم سے رنجیدہ نہ ہو، مخلوق کے گوشت و پوست اور ظاہری صورت پر نظر نہ ڈالو، بلکہ ان کی خلقت کے اسرار کو دیکھو، اگر ہم ایک چیونٹی کو حکم دیں کہ اپنے سیاہ لباس سے باہر آجا، تو اس چیونٹی کے سینے سے توحید کے وہ اسرار ظاہر ہوں کہ کائنات موحدین مارے شرم کے سر جھکالیں، (مکتوبات صدی)

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

یہی راز تھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں فرماتے،

اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ ()

ترجمہ، اپنی مخلوقات کو مجھے اس طرح دکھلا، جس طرح وہ فی الحقیقت ہیں۔

مناجات موسیٰ علیہ السلام

ایک رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پروردگار کی مناجات میں ایسے بے خود و سرشار ہوئے کہ دوسرے دن تک اس کا سرور و خمار باقی رہا، آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا، کہ کسی مخلوق کو یہ دولت نصیب نہ ہوئی ہوگی، جو کل رات مجھے نصیب ہوئی، اسی وقت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا، اے موسیٰ اس بیابان میں کوئی ایسا بھی ہے جو صدّیقوں کے دردِ دل کا علاج کرے، موسیٰ علیہ السلام ایک جگہ پہونچے اور ایک مینڈھک کو پانی میں ٹر ٹر کرتے پایا، جب اس نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو بولا، اے موسیٰ، میں تو دیر سے تمھارا انتظار کر رہا ہوں، کہ تمھارے دل میں جو غرور پیدا ہوا ہے، اسے نکال دوں، دیکھو، ہرگز ہرگز اپنی یکتائی کا دعویٰ نہ کرنا، کل رات اللہ تعالیٰ کے دربار سے جو تحفہ تمھارے پاس آیا تھا، وہ میں نے ہی تم تک پہونچایا تھا، پہلے وہ مجھے عنایت کیا گیا ہے، اس کے بعد تم کو ملا ہے، یاد رکھو، اب کبھی ایسا خیال اپنے دل میں نہ لانا، ہاں، اے بھائی، اس کے دربار کی یہی شان ہے، کسی کو دوزخ میں ڈال کر ادب سکھاتے ہیں، کسی کو چیونٹی کے ذریعہ سے اور کسی کو مینڈھک کے ذریعہ سے، جب موسیٰ علیہ السلام نے اس مینڈھک کی مہربانیاں دیکھیں، تو جان لیا کہ یہ خدا کی طرف سے میرے اوپر مقرر کیا گیا ہے، اپنے سر سے تاج سربلندی اتار دیا اور کہا، اے گماشتۂ حق، اپنی ہمت سے میری امداد کر اور میرے دردو غم کی یہ کہانی بارگاہِ رب العزت میں عرض کردے، جیسا کہ کہا ہے،

مثنوی،

زہے عزت کہ جان حیران بماند خرد انگشت درداندان بماند
درِے مسدود شد نتوان کشادن کہ انگشتے برو نتوان نہادن
نہ آن کو می رود زین راز آگاہ نہ آن کامد خبر دارو ازیں راہ
چنان گم کردہ اند این سہ پئے راز کہ سر موئے نہ بیند ہیچ کس باز

(ترجمہ، اس کی کیا عزت و شان ہے کہ جان حیرت میں پڑ گئی ہے، عقل و خرد انگشت بدندان رہ گئے ہیں، جو دروازہ بند ہو گیا وہ کھل نہیں سکتا، اس پر تو انگلی رکھ دینا بھی محال ہے، ہر وہ شخص جو اس راستے پر چلتا ہے، اس راز سے واقف نہیں، اور نہ ہر آنے والا اس راستے سے آگاہ ہوتا ہے، راز کو پوشیدہ رکھنے کے لئے رازداروں کو ایسا چھپا لیا ہے کہ کوئی ان کا ایک بال بھی نہیں دیکھ سکتا)

حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن حضور ﷺ پر سو مرتبہ درود بھیجے گا، خداوند تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا، ستّر دنیا کی اور تیس آخرت کی، یا تیس دنیا کی اور ستّر آخرت کی، اور درود اس طرح پڑھے،

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَحَبِیْبِكَ وَنَبِیِّكَ وَرَسُوْلِكَ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

اور بزرگانِ دین کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ جو شخص جمعرات کو دو رکعت نماز ادا کرے جو سورت جی چاہے ملا کر پڑھے، جب نماز سے فارغ ہو تو ایک ہزار ایک مرتبہ ان کلمات کو پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کی تمام مشکلات کو آسان فرمادے گا، کلمات یہ ہیں،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ھٰ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَتَوَكَّلْتُ عَلَی الْحَیِّ الْقَدِیْمِ ()

جب ایک ہزار ایک مرتبہ پڑھ چکے تو حضرت خواجہ معروف کرخی قدس اللہ العزیز اور حضرت خواجہ حبیب عجمی قدس اللہ العزیز کو شفیع لائے یعنی ان بزرگوں کے وسیلے سے دعا مانگے، جو حاجتیں اس کی ہوں گی، اللہ تعالیٰ سب پوری کرے گا، اور چاہئے کہ درود مذکور کو ہر شب جمعہ کو برابر پڑھتا رہے، اور کبھی ناغہ نہ کرے، تو اس کے فوائد و ثمرات بہت ہیں، والسلام شرف منیری (مکتوباتِ صدی اردو)

باب ۴۱

خوفِ خدا کا بیان

فرمانِ الٰہی

إِنَّ الَّذِينَ هُم مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿۵۸﴾ وَالَّذِينَ هُم بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ﴿۶۰﴾ أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ ﴿المؤمنون:۶۱﴾

بیشک وہ جو اپنے رب کے ڈر سے سہمے ہوئے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کا کوئی شریک نہیں کرتے۔ اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں یوں کہ ان کو اپنے رب کی طرف پھرنا ہے۔ یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی سب سے پہلے انہیں پہنچے

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ﴿الرحمن:۴۶﴾

اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿النازعات:۴۰﴾

اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا

احادثِ کریمہ

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے والا جہنم میں نہیں جائے گا، یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس ہوجائے، اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں لگی ہوئی غبار اور جہنم کا دھواں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے، اس باب میں ابوریحانہ اور ابن عباس رضی اللہ عنھم سے بھی روایات مذکور ہیں، یہ حدیث صحیح ہے، (جامع ترمذی جلد دوم صفحہ ۹۴)

(۲) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو شخص خوفِ خدا سے روتا ہے وہ جہنم میں ہرگز داخل نہیں ہوگا، اسی طرح جیسے کہ دودھ دوبارہ اپنے تھنوں میں نہیں جاتا، (مکاشفۃ القلوب اردو، ص،۴۶/ از امام غزالی) (اقوال)

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب قرآن مجید کی کوئی آیت سنتے تو خوف سے بے ہوش ہو جاتے، ایک دن ایک تنکا ہاتھ میں لیکر کہا کاش، میں ایک تنکا ہوتا، کوئی قابلِ ذکر چیز نہ ہوتا، کاش مجھے میری ماں نہ جنتی، اور خوفِ خدا سے آپ اتنا رویا کرتے تھے کہ آپ کے چہرۂ مبارک پر آنسوؤں کے بہنے کی وجہ سے دو سیاہ نشان پڑ گئے تھے، (مکاشفۃ القلوب، ص،۴۶)

(۲) ہر مومن اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے مگر اس کا خوف اس کے قرب کے بقدر ہوتا ہے، یعنی بندہ اللہ تعالیٰ سے جتنا قریب ہوگا، اس کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف اتنا ہی بڑھتا جائے گا، چنانچہ اسلام کا خوف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غلبہ اور قدرت کا اعتقاد ہو، قدرت اور غلبہ کو اس کے لئے تسلیم کرے، جس عذاب کی اس نے خبر دی اور جس عذاب سے اس نے ڈرایا اس کی تصدیق کرے، (قوت القلوب)

(۳) حضرت فضیل بن عیاض قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ جب تجھ سے کہا جائے، کہ تو اللہ سے ڈرتا ہے تو تو خاموشی اختیار کر، اس لئے کہ اگر تو نے کہا نہیں، تو کفر ہو جائے گا، اور اگر کہا ہاں، تو تیری صفت ڈرنے والی جیسی نہیں ہے، (قوت القلوب)

(۴) ایک واعظ نے کسی دانا سے شکایت کرتے ہوئے کہا میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتا ہوں، مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا، فرمایا، وعظ سے اس شخص کو کیسے فائدہ ہوگا، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا کوئی خوف نہ ہو، جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں فرمایا، جس کا ترجمہ، یہ ہے، یعنی نصیحت سے بدبخت ہی اجتناب کرتے ہیں، یہاں عدم خوف کو شقاوت قرار دیا ہے اور اسے نصیحت سے محروم ٹھہرایا ہے، (قوت القلوب)

حضرتِ آدم آقا ﷺ کے خلیفہ

جاء الحق میں حضرتِ حکیم الامت احمد یار خاں نعیمی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں،

اَوَّلُ نَائِبٍ کَانَ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَخَلِیْفَتُہٗ اٰدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامَ ()

ترجمہ، حضور ﷺ کے پہلے خلیفہ حضرتِ آدم علیہ السلام ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام حضور نبی کریم ﷺ کے خلیفہ ہیں، خلیفہ اس کو کہتے جو اصل کی غیر موجودگی میں اس کی جگہ کام کرے، حضور ﷺ کی پیدائش پاک سے

قبل سارے انبیاء حضور ﷺ کے نائب تھے، یہ مولوی قاسم نانوتوی نے بھی تحذیر الناس میں لکھا ہے جیسا کہ ہم بیان کریں گے، خلیفہ علم کا یہ حال ہے، فرماتے ہیں، شفاء شریف قاضی عیاض میں لکھا ہے کہ، حضور ﷺ پر ساری مخلوقات حضرتِ آدم سے لیکر قیامت تک پیدا ہونے والی سب پیش کی گی، پس ان سب کو آپ نے پہچان لیا، جیسے کہ حضرتِ آدم کو سب نام سکھائے، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سب کو جانتے پہچانتے ہیں، فرمان خدا ہے،

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ﴿البقرۃ: ۱۴۳﴾

اور یہ رسول تمھارے نگہبان و گواہ ہیں۔

تفسیر عزیزی میں اسی آیت کے ماتحت ہے کہ حضور ﷺ اپنے نورِ نبوت کی وجہ سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ کس درجہ دین تک پہوچا ہے، اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے، اور کون سا حجاب اس کی ترقی سے مانع ہے، پس حضور ﷺ تمھارے گناہوں کو اور تمھارے ایمانی درجات کو اور تمھارے نیک و بد اعمال اور تمھارے اخلاص اور نفاق کو پہچانتے ہیں، لہٰذا ان کی گواہی دنیا میں بحکمِ شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔

فرماتے ہیں کہ کسی کو عادل کہنا اور صفائی کی گواہی دینا گواہ کے حالات پر مطلع ہونے سے ہوسکتا ہے اور حضور ﷺ کی مسلمانوں پر گواہی دینے کے معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ ہر دیندار کے دینی مرتبہ کو پہچانتے ہیں، پس حضور ﷺ مسلمانوں کے گناہوں کو ان کے ایمان کی حقیقت کو ان کے اچھے برے اعمال کو ان کے اخلاص اور نفاق وغیرہ کو نورِ حق سے پہچانتے ہیں، اور حضور ﷺ کی امت بھی قیامت میں ساری امتوں کے یہ حالات جانے گی، مگر حضور ﷺ کے نور سے، تفسیر خازن میں ہے، قیامت میں حضور ﷺ کو بلایا جائے گا، پس رب تعالیٰ حضور ﷺ سے آپ کی امت کے حالات پوچھے گا، تو آپ ان کی صفائی کی گواہی دیں گے، اور ان کی سچائی کی گواہی دیں گے، تفسیر مدارک پارہ دو سورۂ بقرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کو بلایا جائے گا، اور آپ کی امت کے حال پوچھے جائیں گے، پس آپ اپنی امت کی صفائی بیان فرمائیں گے، اور ان کے عادل ہونے کی گواہی دیں گے، لہٰذا حضور ﷺ تمھاری عدالت کو جانتے ہیں۔

ان تفاسیر میں یہ فرمایا گیا کہ قیامت کے دن دوسرے انبیائے کرام کی امتیں بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں گی، کہ ہمارے پاس تیرا کوئی پیغمبر نہ پہونچا، ان امتوں کے نبی عرض کریں گے کہ خدایا ہم ان میں گئے، تیرے احکام پہونچائے مگر ان لوگوں نے قبول نہ کئے۔

رب تعالیٰ کا انبیاء کو حکم ہوگا، کہ چونکہ تم مدعی ہو اپنا کوئی گواہ لاؤ، وہ اپنی گواہی کے لئے امت مصطفیٰ ﷺ کو پیش فرمائیں گے، مسلمان گواہی دیں گے کہ خدایا تیرے پیغمبر سچے ہیں، انہوں نے تیرے احکام پہونچائے تھے۔

اب دو باتیں تحقیق کے لائق ہیں، اول یہ کہ یہ مسلمان گواہی کے قابل ہیں یا نہیں (فاسق و فاجر اور کافر کی گواہی قبول نہیں ہوتی، مسلمان پرہیزگار کی گواہی قبول ہے) دوسرے یہ کہ ان لوگوں نے اپنے سے پہلے پیغمبروں کا زمانہ دیکھا نہ تھا، پھر گواہی کس طرح دے رہے ہیں، مسلمان عرض کریں گے کہ خدایا ہم سے تیرے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا، کہ پہلے پیغمبروں نے تبلیغ کی تھی، اس کو سن کر ہم گواہی دے رہے ہیں، تب حضور ﷺ کو بلایا جائے گا، اور حضور ﷺ دو باتوں کی گواہی دیں گے، ایک یہ کہ یہ لوگ فاسق یا کافر نہیں حتیٰ کہ ان کی گواہی قبول نہ ہو بلکہ مسلمان اور پرہیزگار ہیں، دوسرے یہ کہ ہاں ہم نے ان سے کہا تھا کہ پہلے نبیوں نے اپنی قوم تک احکامِ الٰہیہ پہونچائے، تب ان پیغمبروں کے حق میں ڈگری ہوگی۔

اس واقعہ سے چند باتیں حاصل ہوئیں، ایک یہ کہ حضور ﷺ قیامت تک کے مسلمان کے ایمان، اعمال، روزہ و نیت سے بالکل خبردار ہیں، ورنہ پہلی یعنی صفائی کی گواہی کیسی، ممکن نہیں کہ ایک مسلمان کا بھی کوئی حال آپ سے چھپا رہے، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی آنے والی نسل کا حال معلوم فرمالیا، کہ خدایا ان کی اولاد بھی ہوئی تو کافر ہوگی، تو ان کو غرق کردے، اور حضرت خضر علیہ السلام نے جس بچے کو قتل فرمایا، اس کا آئندہ کا حال معلوم کرلیا تھا، کہ اگر آئندہ زندہ رہا تو سرکش ہوگا، تو سید الانبیاء ﷺ پر کسی کا حال کیوں کر چھپ سکتا ہے، دوسرے یہ کہ گزشتہ پیغمبروں اور ان کی امتوں کے حالات حضور ﷺ نورِ نبوت سے دیکھے تھے، اور آپ کی گواہی دیکھی ہوئی تھی، اگر سنی ہوئی ہوتی تو ایسی گواہی تو اس سے پہلے مسلمان بھی دے چکے تھے، سنی گواہی کی انتہا دیکھی گواہی پر ہوتی ہے۔

تیسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ تو جانتا ہے کہ نبی سچے ہیں مگر پھر بھی گواہیاں لیکر فیصلہ فرماتا ہے اسی طرح اگر حضور ﷺ مقدمات میں تحقیقات فرمادیں اور گواہیاں وغیرہ لیں تو اس سے لازم یہ نہیں آتا کہ حضور ﷺ کو خبر نہ ہو، بلکہ مقدمات کا قاعدہ یہی ہے، (جاء الحق صفحہ ۴۷ تا ۴۹)

باب ۴۲

غلبۂ نفس اور اس کی خرابیاں

فرمانِ الٰہی

وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿آل عمران: ۱۸۶﴾

اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

(۲) متقی شخص دشمنوں سے مامون و محفوظ رہتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے،

وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ﴿آل عمران: ۱۲۰﴾

اور اگر تم صبر اور پرہیز گاری کیے رہو تو ان کا داؤ تمھارا کچھ نہ بگاڑے گا۔

(۳) متقی شخص کی اللہ تعالیٰ تائید و امداد فرماتا ہے، ارشاد خداوندی ہے،

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ﴿النحل: ۱۲۸﴾

بیشک اللہ ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں،

ایک جگہ فرمایا، وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ﴿الجاثية: ۱۹﴾

ترجمہ، اور اللہ متقیوں کا حمائتی اور کارساز ہے۔

(۴) اہل تقویٰ آخرت کی ہولناکیوں اور وہاں کی تکالیف سے نجات میں رہیں گے، اور دنیا میں انھیں رزق حلال نصیب ہوگا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے،

وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ﴿۲﴾ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴿الطلاق: ۲﴾

ترجمہ، جو شخص تقویٰ و پرہیز گاری کو اپنا شعار بنائے گا، اللہ ہر قسم کی گمراہی سے بچنے کا راستہ مہیا کر دے گا، اور اسے ایسی جگہ سے روزی عطا کرے گا، جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔

(۵) اس کے اعمال کی اصلاح ہو جائے گی، قرآن پاک میں وارد ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿۷۰﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ﴿الأحزاب: ۷۱﴾

ترجمہ، اے ایمان والو، اللہ سے ڈرتے رہو اور ہمیشہ درست اور سچی بات کہو اس طرح اللہ تمھارے اعمال کی اصلاح فرما دے گا۔

(۶)تقویٰ کی برکت سے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں، قرآن مجید میں ہے،

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ﴿الأحزاب: ۷۱﴾

ترجمہ، اور تقویٰ اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ معاف کردے گا۔

(۷)متقی شخص اللہ کا دوست بن جاتا ہے، جیساکہ کلام اللہ شریف میں آیا ہے،

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿التوبة: ۴﴾

ترجمہ، بیشک اللہ تعالیٰ متقی لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔

(۸)تقویٰ سے اعمال درجہ قبولیت کو پہونچتے ہیں، چنانچہ ارشاد ہے،

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿المائدة: ۲۷﴾

ترجمہ، اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف اہل تقویٰ کے اعمال ہی قبول ہوتے ہیں۔

(۹) تقویٰ کے باعث انسان خدا کے یہاں اعزازو اکرام کا مستحق ہوجاتا ہے، فرمانے الٰہی، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ﴿الحجرات: ۱۳﴾ ترجمہ، تم میں سے خدا کے یہاں وہی زیادہ اکرام کا مستحق ہے جو زیادہ متقی و پرہیزگار ہے۔

(۱۰)متقی لوگوں کو بوقت موت دیدار الٰہی اور آخرت میں نجات کی بشارت دی جاتی ہے، الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿۶۳﴾ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ﴿یونس: ۶۴﴾ جو لوگ ایمان لائے اور تقویٰ کی زندگی اختیار کی انھیں دنیا و آخرت میں بشارت و خوشخبری ہے۔

(۱۱)متقی لوگ آتش دوزخ سے محفوظ رہیں گے، رب تعالیٰ کا ارشاد ہے،

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا ﴿مریم: ۷۲﴾

ترجمہ، پھر ہم اہل تقویٰ کو نار دوزخ سے نجات دیں گے۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿اللیل: ۱۷﴾

متقی انسان نار دوزخ سے بچالیا جائے گا،

أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿آل عمران: ۱۳۳﴾

جنت اہل تقویٰ کے لئے تیار کی گئی ہے۔

تو خلاصہ یہ نکلا کہ دنیا و آخرت کی سعادت مندیاں اور بھلائیاں اس ایک تقویٰ میں جمع کردی گئی ہیں اس لئے اے عزیز، تو بھی راہ تقویٰ اختیار کر اور حسب استطاعت اس سے حصہ حاصل کر، (منہاج العابدین ۸۸ تا ۹۳/ امام غزالی)

غلبہ نفس وعداوتِ شیطان

حضور حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ مکاشفۃ القلوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر عقل مند کے لئے ضروری ہے کہ وہ بھوکا رہ کر شہوات کو ختم کرے، اس لئے کہ بھوک اس دشمن خدا نفس کے لئے قہر ہے، شیطان کی کامیابی کا ذریعہ یہی خواہشات اور کھانا پینا ہے، فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ شیطان تمھارے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے، اس کے ان راستوں کو بھوک سے بند کرو۔

بلا شبہ قیامت کے دن وہی شخص اللہ تعالیٰ سے قریب ہوگا جس نے بھوک پیاس برداشت کی ہوگی، اور ابن آدم کے لئے، سب سے زیادہ برباد کرنے والی چیزیں پیٹ کی خواہشات ہیں، اس پیٹ کی بدولت حضور آدم اور حوا علیہم السلام جنت سے ذلت اور فقر و فاقہ کی زمین پر اتارے گئے، جب کہ رب کریم نے انہیں شجر (ممنوعہ) کے کھانے سے منع فرمایا تھا، تو انہوں نے پیٹ کی خواہشات کی بنا پر اسے کھالیا تھا یہی پیٹ ہی حقیقت میں شہوات کا منبع اور مرکز ہے، (مکاشفۃ القلوب)

حکیمانہ اقوال

فرماتے ہیں ایک دانا کا قول ہے، جس انسان پر اس کا نفس غالب آجاتا ہے، وہ شہوات کا قیدی ہوجاتا ہے، اور بے ہودگی کا تابع ہوجاتا ہے، اس کا دل تمام فوائد سے محروم ہوجاتا ہے، جس کسی نے بھی اپنے اعضاء کی زمین کو شہوات سے سیراب کیا اس نے اپنے دل میں ندامت کی کھیتی کی، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تین قسموں پر پیدا فرمایا ہے،

(۱) فرشتوں کو پیدا فرمایا ان میں عقل رکھی مگر انھیں شہوات سے پاک و منزہ رکھا،

(۲) جانوروں کو پیدا فرمایا، ان میں شہوت رکھی مگر عقل سے دور رکھا،

(۳) انسان کو پیدا فرمایا، ان میں عقل اور شہوت دونوں ودیعت فرمائے، اب جس انسان کی عقل پر اس کی شہوت غالب آجاتی ہے، وہ جانوروں سے بھی بدتر ہے، اور جس مسلمان کی شہوت پر اس کی عقل غالب آجاتی ہے، وہ فرشتوں سے بھی بہتر ہے، اسی لئے انسان کو اشرف المخلوقات کہتے ہیں، (مکاشفۃ القلوب)

حکایت

حضور حجۃ الاسلام امام محمد غزالی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خواص قدس اللہ سرہ العزیز کہتے ہیں، میں لسکام کے پہاڑ میں تھا، وہاں میں نے انار دیکھے اور میرے دل میں انھیں کھانے کی خواہش پیدا ہوئی، چنانچہ میں نے ایک انار اٹھاکر اسے دو ٹکڑے کیا مگر وہ

ترش نکلا لہٰذا میں نے اسے پھینک دیا، اور چل پڑا، چند قدم آگے جاکر میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو زمین پر پڑا ہوا تھا، اور اس پر بھڑیں چمٹی ہوئی تھیں، میں نے اسے سلام کیا اور اس شخص نے میرا نام لیکر سلام کا جواب دیا، میں نے حیرت سے پوچھا آپ مجھے کیسے پہچانتے ہیں اس بندۂ خدا نے جواب دیا جو اپنے خدا کو پہچان لیتا ہے، پھر اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی، میں نے کہا تب تو تمھارا مقام بارگاہ خداوندی میں بڑا اعلیٰ ہوگا، تم یہ دعا کیوں نہیں کرتے کہ یہ جو تمہیں چمٹی ہوئی ہیں، تم سے دور ہوجائیں اس نے کہا میں جانتا ہوں اللہ کے یہاں تمھارا ابھی مقام بڑا ہے تم نے یہ دعا کیوں نہیں مانگی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں انار کھانے کی خواہش سے بچالیتا، کیوں کہ بھڑوں کی تکلیف دنیاوی عذاب ہے، مگر انار کھانے کی وجہ سے آخروی عذاب ہے، یہ بھڑیں تو انسان کے جسم پر ڈستی ہیں مگر خواہشات انسان کے دل کو ڈس لیتی ہیں، میں یہ نصیحت آمیز گفتگو سن کر وہاں سے اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگیا، شہوات بادشاہوں کو فقیر اور فقیروں کو بادشاہ بنادیتی ہیں، آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخہ کا قصہ نہیں پڑھا، حضرت یوسف علیہ السلام صبر کی بدولت مصر کے بادشاہ بنے، اور حضرت زلیخہ خواہشات کی وجہ سے عاجز اور رسوا ہوئیں، اور بصارت سے محروم عجوزہ (بڑھیا) بن گئیں، اس لئے کہ حضرت زلیخہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں صبر نہیں کیا تھا۔ (مکاشفۃ القلوب)

حضرت ابوالحسن رازی کا خواب دیکھنا

حضرت ابوالحسن رازی قدس اللہ سرہ العزیز کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو ان کے انتقال کے دو سال بعد خواب میں اس حال میں دیکھا کہ ان کے جسم پر جہنم کے قیر کا لباس تھا، میں نے پوچھا اباجان یہ کیا ہوا، میں آپ کو جہنمیوں کے لباس میں دیکھ رہا ہوں، میرے والد نے فرمایا اے فرزند، مجھے میرا نفس جہنم میں لے گیا، اس کے دھوکہ میں کبھی نہ آنا، میں ان چار دشمنوں میں گھرا ہوا ہوں، جو میری بدبختی اور کثرت گناہ کی وجہ سے مجھ پر غالب آگئے ہیں، شیطان، نفس، دنیا، اور خواہشات، ان سے کیسے رہائی مل سکتی ہے، حالانکہ یہ چاروں میرے جانی دشمن ہیں، میں دیکھتا ہوں کہ خودبینی اور شہوت کی ظلمت میں میرے دل کو خواہشات اپنی طرف بلاتی رہتی ہیں، حضرت حاتم اصم قدس اللہ سرہ العزیز کا قول ہے کہ نفس میرا اصطبل ہے، علم میرا ہتھیار ہے، ناامیدی میرا گناہ ہے، شیطان میرا دشمن ہے، اور میں نفس کے ساتھ فریب کرنے والا ہوں، (اس کو فریب میں مبتلا کرتا ہوں) (مکاشفۃ القلوب)

عارفانہ نکتہ

ایک عارف باللہ کا قول ہے کہ جہاد کی تین قسمیں ہیں،

(۱) کفار کے ساتھ جہاد اور یہ جہاد ظاہری ہے، فرمان الٰہی ہے،

يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ﴿المائدۃ: ۵۴﴾

(۲) جھوٹے لوگوں کے ساتھ علم اور دلائل سے جہاد، فرمان الٰہی،

وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ﴿النحل: ۱۲۵﴾

(۳) برائیوں کی طرف لے جانے والے سرکش نفس سے جہاد، فرمان الٰہی ہے،

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ﴿العنکبوت: ۶۹﴾

(مکاشفۃ القلوب اردو، امام غزالی)

محبت و محاسبہ نفس

(۱) حضرت سفیان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ، محبت اتباع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ایک اور بزرگ کا قول ہے کہ محبت دائمی ذکر کا نام ہے، ایک اور قول ہے کہ محبت محبوب کو خود پر ترجیح دینا ہے، اور بعض کا قول ہے کہ محبت کا نام ہے دنیا کے قیام کو برا سمجھنے کا، مذکورہ بالا سب اقوال محبت کے ثمرات کی طرف اشارہ کرتے ہیں، نفس محبت کو کسی نے نہیں چھیڑا، بعض نے یہ کہا ہے کہ محبت نام ہے محبوب کے ان کمالات کا، جن کو اپنانے کے لئے دل مجبور اور جس کی ادائیگی کے لئے زبانیں مسدود ہیں۔

(۲) حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ العزیز کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا سے تعلق رکھنے والوں پر محبت کو حرام کر دیا ہے، اور فرمایا، ہر محبت کسی عوض کے جواب میں ہوتی ہے، جب وہ چیز ختم ہو جاتی ہے محبت زائل ہو جاتی ہے۔

(۳) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس شخص سے کہدو جو شخص اللہ کی محبت کا دعویٰ کرے، کہ کسی غیر کے سامنے ذلیل ہونے سے بچتا رہے۔

(۴) حضرت ابوبکر شبلی قدس اللہ العزیز کا قول ہے کہ آپ سے پوچھا گیا، ہمیں عارف اور محبت کی تعریف بتلائیے، انہوں نے کہا عارف اگر بات کرتا ہے تو ہلاک ہو جاتا ہے، اور محبت کرنے والا اگر چپ رہتا ہے تو ہلاک ہو جاتا ہے، ایک شاعر کہتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے، اے مہربان سردار تیری محبت میرے دل کی گہرائیوں میں مقیم ہے، اے میری پلکوں سے نیند اڑانے والے، جو کچھ مجھ پر بیتی تو اسے خوب جانتا ہے، کسی دوسرے شاعر کا قول ہے، (۱) مجھے اس پر انتہائی، تعجب ہوتا ہے جو مجھ سے کہتا ہے تو نے میری محبت کو یاد کیا ہے، کیا میں اس کی محبت بھول گیا ہوں جو اسے یاد کروں، (۲) جب میں تجھے یاد کرتا ہوں تو مرجاتا

ہوں پھر زندہ ہوجاتا ہوں، اگر میرا حُسنِ ظن نہ ہوتا تو میں کبھی زندہ نہ ہوتا، (۳) پس میں موت میں زندگی پاتا ہوں اور تیرے شوق میں موت پاتا ہوں کتنی مرتبہ میں تیرے لئے زندہ ہوتا ہوں اور مرتا ہوں، (۴) میں نے محبت کا جام بار بار پیا، نہ شراب محبت کم ہوئی اور نہ ہی میں سیر ہوا۔

(۵) اے کاش اس کا خیال میرا نصب العین ہو، جب بھی وہ میری نظروں سے دور ہو میں اندھا ہوجاتا ہوں (مکاشفۃ القلوب اردو)

نفس

حضور حجتہ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ منہاج العابدین میں فرماتے ہیں کہ اے عبادت کے طالب، اللہ تعالیٰ تجھے اور ہمیں ہر لغزش سے محفوظ رکھے، اس نفس امارہ کی شرارتوں سے بچنا بھی بہت ہی ضروری ہے کیوں کہ یہ نہایت نقصان دہ دشمن ہے، اور اس کی آفات نہایت سخت ہیں، اس کا علاج بہت مشکل امر ہے، اس کی بیماری نہایت خطرناک بیماری ہے، اور اس کی دواسب دواؤں سے دشوار ہے، نفس کا اس قدر مُضِر اور خطرناک ہونا دو وجہ سے ہے، اول یہ کہ نفس گھر کا چور ہے، اور چور جب گھر میں ہی چھپا ہو تو اس سے محفوظ رہنا، بہت مشکل ہوتا ہے، اور بہت زیادہ نقصان پہونچاتا ہے، نفس کی شرارتوں کے متعلق کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے۔

(۱) نفس مجھے مضرت رساں کاموں کی طرف بلاتا ہے، اور میری بیماریوں اور امراض کو زیادہ کرتا رہتا ہے، (۲) اس دشمن سے بچنے کی کیا تدبیر ہوسکتی ہے، جو دونوں پہلوؤں کے درمیان چھپا بیٹھا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ، نفس ایک محبوب دشمن ہے، اور انسان کو جب کسی سے محبت ہوتی ہے تو اس کے عیوب نظر نہیں آتے، بلکہ محبت کی وجہ سے محبوب کے عیوب سے اندھا رہتا ہے۔

ایک شاعر نے اس چیز کو مندرجہ ذیل دو شعروں میں بیان کیا ہے جس کا ترجمہ اس طرح ہے، (۱) جب تیری کسی سے دوستی اور اس سے بھائی چارہ ہوتا ہے، اور تو تو اس سے راضی ہوتا ہے، تو تجھے اس کا کوئی عیب نظر نہیں آتا، (۲) رضا اور پیار والی آنکھ ہر عیب سے اندھی ہوتی ہے، لیکن دشمن آنکھ کو برائیاں ہی برائیاں دکھائی دیتی ہیں، تو جب انسان اپنی ہر قباحت کو نظر استحسان سے دیکھے، اور نفس کے عیوب سے آگاہ نہ ہو، جو ہر وقت انسان کے ساتھ عداوت اور نقصان رسانی میں مصروف ہے، تو ایسا شخص اگر خدا تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل نہ ہوا تو عنقریب ہلاکت اور ذلت کے گہرے گڑھے میں جا گرے گا۔

اے عزیز تو اس ایک نکتے پر ہی غور کر یہی تیرے لئے کافی ہے، وہ نکتہ یہ ہے کہ جب تو ماضی پر غور کرے گا، تو تجھے معلوم ہوگا کہ اول روز سے جو ذلت و خواری، جو تباہی، جو گناہ اور جو آفت و مصیبت دنیا میں واقع ہوئی اور قیامت تک ہوگی، سب نفس کے باعث ہی ہوئی اور ہوگی، بعض برائیاں اکیلے نفس کے باعث اور بعض نفس کی مدد و شرکت کے ذریعہ، اللہ تعالیٰ کی سب سے اول نافرمانی ابلیس نے کی اور اس کا باعث تکبر و حسد تھا، جب ابلیس نے حکم الٰہی کے آگے تکبر کیا اور حضرت آدم علیہ السلام سے حسد کیا، تو اس کی اسی ہزار برس کی عبادت ضائع ہوگئی، اور وہ ہمیشہ کے لئے ضلالت و گمراہی کے گہرے سمندر میں غرقاب ہوگیا، اس وقت نہ دنیا تھی نہ مخلوق اور نہ ہی کوئی اور ابلیس تھا، جو اس ابلیس کو گمراہ کرتا لہٰذا ابلیس کے اندر تکبر و حسد اس کے نفس کی وجہ سے صادر ہوا، ابلیس کی مردودیت کے بعد حضرت آدم و حوا علیہم السلام سے جو لغزش ظہور پزیر ہوئی، اس میں بھی چاہت نفس در کار تھی، ابلیس نے قسم کھا کر کہا کہ دانہ کھا لینے کے بعد تمہیں ہمیشہ کے لئے جنت میں رہنا نصیب ہوجائے گا، تو دونوں بقائ حیات کو عزیز گردانتے ہوئے پھسل گئے، تو یہ لغزش بھی (جو بعد میں بالکل معاف ہوگئی) نفس کی مدد و شرکت سے واقع ہوئی، اور دونوں حضرات اس بنا پر اللہ تعالیٰ کے پڑوس اور قرب سے دور کر دئے گئے، اور جنت الفردوس سے اس فانی، حقیر، کھوٹی، ہلاکت میں ڈالنے والی دنیا کی طرف منتقل کر دئے گئے، اور اس لغزش کے باعث انہیں بہت کچھ تکلیفیں پیش آئیں، اور ان کی اولاد بھی قیامت تک دنیا کے پھندوں میں مبتلا ہوگئی، پھر ہابیل کا قتل بھی بخل و حسد کی وجہ سے ہی ہوا، اور ہاروت ماروت بھی شہوت کے باعث فتنے میں مبتلا ہوئے، اور اسی طرح قیامت تک نفس کی وجہ سے ناقابل فراموش واقعات رونما ہوتے رہیں گے، مخلوق میں جو فتنے، جو خرابیاں، جو گمراہیاں، اور جو گناہ واقع ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے، ان کی بنیاد نفس اور نفس کی خواہش ہی ہوتی ہے، اگر یہ نہ ہوتا تو مخلوق خیر اور سلامتی سے رہتی، جب نفس کی عداوت اس حد تک خطرناک ہے، تو عاقل کو چاہئے کہ نفس کی شرارتوں سے بچنے کا اہتمام کرے، **واللہ الھادی و الناصر الحقیقی۔**

سوال، تو ایسے دشمن سے حفاظت میں رہنے کا حیلہ اور تدبیر کیا ہے، اس کی وضاحت فرمائیے، تاکہ اس کے مطابق عمل کیا جاسکے،

جواب، ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ نفس کا معاملہ سب سے زیادہ سخت ہے، کیوں کہ اسے بالکل ختم کرنا بھی حکمت الٰہی کے خلاف ہے کیوں کہ یہ عبادت کے سلسلے میں بندوں کی سواری اور ذریعہ ہے، کہتے ہیں کسی اعرابی نے اپنے دوست کے لئے دعائے خیر کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تیرے ہر دشمن کو ذلیل کرے سوائے نفس کے، اس لئے کہ اسے بالکل ختم نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ اس میں بھی نقصان ہے، تو درمیانی راستہ اختیار کرنا ضروری ہے، کہ کسبِ

حَسَنَات کے لئے، اس کو قوت دو، اور اس کی تربیت کرو، اور برائیوں سے محفوظ رہنے کے لئے، اس کو ضعیف ولاگر بھی رکھو اور بندش میں بھی۔

اس بیان سے واضح ہوا کہ نفس کا علاج بہت مشکل امر ہے، اور بڑی دقّت نظر کی ضرورت ہے، ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ اس کو تقویٰ اور ورع کی لگام دئے رکھو، تاکہ کسب حسنات اور گناہوں سے حفاظت دونوں فائدے حاصل ہوں۔

سوال، نفس امّارہ تو بہت ہی سرکش، ضدی اور بد فطرت شئے ہے، اس کا لگام سے قابو میں آنا، مشکل ہے، اس لئے اور کون سا حیلہ ہو سکتا ہے، جس سے اس کو زیر کر سکیں،

جواب، تمھارا یہ اشکال درست ہے، واقعی یہ انتہائی سرکش ہے، مگر اس کا حیلہ یہ ہے کہ اسے بہت ذلیل کیا جائے، اور خوار رکھا جائے، تاکہ لگام میں آسکے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں، کہ نفس کو خوار اور اس کے زور کو تین چیزوں سے توڑا جاسکتا ہے، اول یہ کہ اسے شہوات سے روکا جائے، کیوں کہ آڑیل حیوان کو جب چارہ کم ملتا ہے تو نرم ہو جاتا ہے۔

دوسری چیز یہ کہ عبادات کا بھاری بوجھ اس پر لاد دیا جائے، کیوں کہ گدھے کو جب چارہ کم دیا جائے، اور بوجھ زیادہ لادا جائے، تو لازمی طور پر اپنی شیخی چھوڑ دیتا ہے، اور مطیع و فرمانبردار ہو جاتا ہے۔

تیسری چیز یہ ہے کہ، ہر وقت رب تعالیٰ سے امداد طلب کرتا رہے، کہ وہ نفس کے شر و فساد سے بچائے، رکھے، تم نے قرآن میں سیدنا یوسف علیہ السلام کا یہ ارشاد نہیں پڑھا،

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ﴿یوسف: ۵۳﴾

(نفس تو ہمیشہ برائیوں کا ہی حکم دیتا ہے ہاں جس پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہو وہی محفوظ رہتا ہے)

جب تم ان تین باتوں پر کار بند ہو جاؤ گے تو انشاء اللہ تعالیٰ نفس سرکش مطیع و فرمانبردار ہو جائے گا، اس وقت تمہیں اس کو زیر کرنے اور لگام دینے میں جلدی کرنی چاہئے، تاکہ آئندہ کے لئے اس کی شرارتوں سے محفوظ رہ سکو۔

سوال، ذرا تقویٰ کی وضاحت بھی فرمادیں تاکہ ہم تقویٰ کی حقیقت سے واقف ہو جائیں، جواب، اے عزیز، اول تجھے یہ جاننا چاہئے کہ تقویٰ ایک نادر خزانہ ہے اگر تم اس خزانے کو پالینے میں کامیاب ہو گئے تو تمہیں، اس میں بیش قیمت موتی و جواہرات ملیں گے، اور روحانی علم و دولت کا بڑا خزانہ ہاتھ لگے گا، رزق کریم تمھارے ہاتھ آجائے گا، تم بہت

بڑی کامیابی حاصل کرلو گے، بہت بڑی غنیمت پالو گے، اور ملک عظیم (جنت) کے مالک بن جاؤ گے، یوں سمجھو کہ دنیا و آخرت کی بھلائیاں تقویٰ میں جمع کردی گئی ہیں، تم ذرا قرآن حکیم میں تو غور کرو کہ کہیں ارشاد فرمایا ہے کہ، اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو ہر قسم کے خیر و برکت کے مالک بن جاؤ گے، کہیں تقویٰ اختیار کرنے پر اجر و ثواب کے وعدے فرمائے گئے ہیں، اور کہیں فرمایا گیا کہ سعادت کا ذریعہ تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرنا ہے، میں یہاں قرآن حکیم سے تقویٰ کے کچھ فوائد بیان کرتا ہوں، (۱) متقی شخص کی رب تعالیٰ حمد و ثناء کرتا ہے۔

(۱۲) اہل تقویٰ کو ہمیشہ کے لئے جنت میں رہنے کی سعادت نصیب ہوگی جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے، (منہاج العابدین)

باب ۴۳

خدا سے حُسنِ ظن رکھنے اور اس سے ڈرنے کا بیان

فرمانِ الٰہی

الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿البقرۃ:۴۶﴾
جنہیں یقین ہے کہ انہیں اپنے رب سے ملنا ہے اور اسی کی طرف پھرنا

وَأَنَّهُمْ ظَنُّوا كَمَا ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا ﴿الجن:۷﴾
اور یہ کہ انہوں نے گمان کیا جیسا تمہیں گمان ہے کہ اللہ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا،

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ میرے متعلق جیسا خیال رکھتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں، جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر (ذکر خفی) کرے تو میں بھی خفیہ طور پر اس کا ذکر کرتا ہوں، اور اگر وہ جماعت میں میرا ذکر (ذکر جلی) کرے تو میں اس کی جماعت سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ ایک بالشت میرے نزدیک آئے تو میں ایک بازو کے برابر اس کے نزدیک ہوجاتا ہوں، اگر وہ ایک بازو کے برابر میرے نزدیک آئے تو میں دو بازوؤں کے برابر اس کے نزدیک ہوجاتا ہوں، اور اگر وہ چل کر آئے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں، (صحیح بخاری، کتاب التوحید)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوتا ہوں، جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے، اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، (صحیح بخاری، کتاب التوحید)

(۳) شیخین نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال سے تین روز قبل فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ خدا سے مرتے دم تک اچھا گمان رکھنا، (شرح الصّدور)

(۴) احمد، ترمذی، اور ابن ماجہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان شخص کے پاس نزع کے وقت تشریف لے گئے، اور اس سے دریافت کیا کہ کیا حال ہے، اس نے بتایا کہ اللہ کے ثواب کا امیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں جس شخص کے دل میں جمع ہوں گی، اللہ اس کی امید برلائے گا، اور ڈر سے محفوظ فرمائے گا، (جامع ترمذی)

(۵) حکیم ترمذی نے نوادرالاصول میں حسن سے روایت کی، وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا رب کہتا ہے کہ میں اپنے بندے پر دو ڈر جمع نہیں کروں گا، اور نہ دو امن، تو جو مجھ سے دنیا میں ڈرے گا، میں آخرت میں اسے بے خوف کردوں گا، اور جو دنیا میں مجھ سے بے خوف رہے گا اس کو قیامت میں خوف زدہ کروں گا، یہی حدیث ابو نعیم نے شداد بن اوس سے روایت کی، (جامع ترمذی اردو)

(۶) ابن عساکر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شخص کو چاہئے کہ اللہ سے حُسنِ ظن رکھے کہ یہی جنت کی قیمت ہے، (شرح الصّدور)

(۷) احمد نے واثلہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں، تو وہ جیسا گمان چاہے میرے ساتھ رکھے، ایسی ہی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، (شرح الصّدور)

(۸) ابن مبارک، احمد اور طبرانی نے، کبیر، میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اگر تم چاہو تو میں تم کو بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب سے پہلے مؤمنین سے کیا کہے گا، اور مؤمن اس کو کیا جواب دیں گے، ہم نے عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم نے میری ملاقات کو پسند کیا تو وہ جواب دیں گے، ہاں، اے میرے رب، وہ پوچھے گا کیوں، وہ عرض کریں گے ہم نے تیرے عفو و مغفرت کی امید پر تمنا کی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو میری مغفرت تمھارے لئے واجب ہوگئی، (شرح الصّدور)

اقوال

(۱) ابن ابی الدنیا نے حسنُ الظّن میں روایت کی کہ بعض قوموں کو اللہ تعالیٰ نے اسی لئے ہلاک کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمان تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنتُم بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُم مِّنَ الْخَاسِرِينَ ﴿فصلت: ۲۳﴾

(یعنی یہ تمھاری ہلاکت تمھارے اس گمان کے باعث ہے جو تم نے اپنے رب سے کیا، تو تم نقصان اٹھانے والے ہوگئے، (شرح الصّدور)

(۲) ابن مبارک نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب تم کسی شخص کو نزع میں دیکھو تو اسے بتاؤ، کہ وہ اپنے رب سے اچھا گمان رکھتے ہوئے ملے، اور جب کسی زندہ کو دیکھو تو اسے عذاب الٰہی سے ڈراؤ، (شرح الصّدور)

(۳) ابن ابی الدنیا نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ بزرگان دین جب کسی شخص کے پاس نزع کے وقت جاتے تو اس کے اچھے کام یاد دلاتے تاکہ وہ اپنے رب سے اچھا گمان رکھے، (شرح الصّدور)

(۴) ابن ابی شیبہ نے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں کہ خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی، کہ بندہ اللہ سے جو اچھا گمان رکھے گا، خدا اسے پورا فرمائے گا، (شرح الصّدور)

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو

بندہ گناہ گار سہی مگر اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرے اور اللہ کی ذات سے اچھا گمان رکھے تو وہی رب ہی اس کے لئے کافی ہے بندہ بندگی کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے مالک حقیقی کے رحم وکرم پر بھروسہ رکھتے ہوئے اچھی امید رکھے وہ ضرور فضل فرمائے گا، (مؤلف)

(۵) ابن مبارک عقبہ بن مسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا، بندہ کی خصلتوں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زائد یہ خصلت پسند ہے کہ وہ اس سے ملاقات کو پسند کرے، (شرح الصّدور)

(۶) ابن ابی الدنیا اور بیہقی، شعبُ الایمان میں اور ابن عساکر ابو غالب سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں شام میں قیس کے ایک بہترین شخص کے پاس گیا، اس شخص کا ایک سرکش بھتیجا تھا، یہ ہر چند اس کو نصیحت کرتا تھا، مگر وہ ہدایت پر نہ آتا تھا، اتفاق سے وہ بیمار ہوگیا، اس نے اپنے چچا کو بلوایا، لیکن اس نے انکار کردیا، مگر میں اس کو مجبور کرکے لے آیا، اس نے آتے ہی بھتیجے کو گالیاں دینی شروع کردیں، اور کہنے لگا، کہ اے دشمن خدا کیا تو نے ایسا نہیں کیا اور ویسا نہیں کیا، تو اس نوجوان نے پوچھا کہ اے چچا، یہ تو بتائیے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو میری ماں کے سپرد کردیتا تو وہ کیا کرتی، تو چچا نے جواب دیا کہ وہ تجھ کو جنت میں داخل کرتی، تو نوجوان نے جواب دیا کہ بخدا، خدا مجھ پر میری ماں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، الغرض وہ نوجوان مرگیا، اور اس کے چچا نے اس کو دفن کردیا، جب اس پر اینٹیں رکھی جارہی تھیں، تو ایک اینٹ گر پڑی تو اس کا چچا کود کر ایک طرف ہٹ گیا، میں نے دریافت کیا کہ اے بھائی کیا معاملہ ہے، اس نے جواب دیا کہ اس کی قبر تو نور سے بھر گئی، اور حدِّ نگاہ تک اس میں وسعت کردی گئی، (شرح الصّدور)

سبحان اللہ دیکھئے کہ جو اللہ کی ذات سے اچھا گمان رکھتے ہیں، مولیٰ تعالیٰ ان کے گمان کو جھوٹا نہیں کرتا، بلکہ ان کو اس امید کے بدلے اپنی رحمت کے سائے میں لے لیتا ہے، (مؤلف)

(۷) ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے، شعب الایمان، میں حمید سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ میرا ایک بھانجہ نافرمان تھا، وہ بیمار ہو گیا تو اس کی ماں نے مجھے بلوایا، جب میں پہونچا تو دیکھا کہ اس کی ماں سرہانے کھڑی رو رہی ہے، تو اس لڑکے نے مجھ سے دریافت کیا کہ اے ماموں، یہ کیوں رو رہی ہے، میں نے جواب دیا کہ یہ تمھاری برائیوں کی وجہ سے رو رہی ہے، لڑکے نے کہا کہ کیا میری ماں مجھ پر رحم نہ کرتی تھی، میں نے کہا کیوں نہیں، تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر میری ماں سے زائد رحم کرنے والا ہے، جب وہ مر گیا تو میں نے اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس کو قبر میں اتارا، جب ہم نے اس پر اینٹیں رکھیں، تو ہم نے جھانک کر قبر میں دیکھا، تو معلوم ہوا کہ وہ حدّ نگاہ تک وسیع کر دی گئی، میں نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ کیا تم نے بھی یہی دیکھا جو میں دیکھ رہا ہوں، انہوں نے کہا کہ ہاں، تو میں سمجھ گیا کہ یہ اسی کلمہ کی وجہ سے ہے جو اس نے مرتے وقت کہا تھا، (شرح الصُّدور، از، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

حکایت شیخ ابوالحسن نوری

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز آداب الصالحین میں فرماتے ہیں کہ، شیخ ابوالحسن نوری قدس اللہ سرہ العزیز کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ کشتی میں سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے، دیکھا تو اس میں شراب کے مٹکے معتضد باللہ کے لوگ لے جا رہے تھے، شیخ نے سب کو توڑ ڈالا لیکن ایک مٹکا چھوڑ دیا، لوگوں نے ان کو معتضد باللہ کے سامنے پیش کیا، جو کہ ایک ظالم بادشاہ تھا، اور زبان سے پہلے اس کی تلوار چلتی تھی، دربار میں لوہے کی کرسی پر بیٹھا تھا، اور لوہے کا گرز ہاتھ میں لئے رہتا تھا، اس نے شیخ سے پوچھا کہ آپ کو محتسب کس نے مقرر کیا، شیخ نے برجستہ جواب دیا کہ جس نے تمہیں بادشاہ مقرر کیا ہے، معتضد باللہ نے یہ سنتے ہی سر نیچے جھکا لیا، اور کچھ دیر تک جھکائے رہا، اس کے بعد سر اٹھایا اور کہا کہ آخر آپ کے لئے اس پر باعث کیا امر ہوا، شیخ نے فرمایا کچھ نہیں محض تم پر اور مخلوق خدا پر شفقت کے خیال سے میں نے ایسا کیا کہ تم کو گناہ سے بچایا اور مخلوق کو تمھاری اتباع کرنے سے، اس نے کہا کہ پھر ایک مٹکے کو کیوں چھوڑ دیا، فرمایا کہ ان مٹکوں کو توڑتے وقت میری قلبی توجہ حق تعالیٰ کے جلال کے مشاہدہ اور اس کے مطالبہ کے خوف میں لگی ہوئی تھی، اور مخلوق کا ڈر اور تیرا رعب اور دبدبہ میرے قلب سے یکسر اٹھ گیا تھا، اور میرے قلب کی ایسی حالت تھی، کہ اگر تمام روئے زمین مٹکوں سے بھری ہوتی تو میں سب کو توڑ ڈالتا، یہ کیفیت مسلسل رہی، لیکن

آخری مٹکے پر پہونچ کر دل کا خیال بدلہ اور قلب میں ایک طرح کا عجب و تکبر پیدا ہوا، کہ تجھ جیسے شخص کی بھی میں نے پرواہ نہیں کی، اور ایسی جرأت سے کام لیا، بس اس خیال کے آتے ہی میں نے سوچا کہ کار خدا میں نفس کی شرکت نہ ہونا چاہئے، اس لئے آخری مٹکے کو توڑنے سے میں رک گیا، معتضد باللہ نے کہا کہ اچھا تو احتساب کے سلسلے میں میں نے آپ کو اختیار کلی دیا، آپ جو چاہیں کریں۔

شیخ نے فرمایا کہ امیر المومنین مجھ کو اس سے معاف کریں اس لئے کہ اب تک میں غیرتِ دین اور غیرتِ حق کی بنا پر امر بالمعروف کیا کرتا تھا اور اب میرا یہ کام بطور شرف امیر کے ہوا کرے گا، یعنی آپ کے حکم کا پابند ہو کر کہ آپ کا حکم ہو تو کروں نہ ہو تو نہ کروں میں اسے پسند نہیں کرتا، لہٰذا آپ یہ کریں کہ اپنے ملازمین کو حکم دیں کہ وہ مجھے صحیح سلامت یہاں سے نکال دیں اور آپ کے قلم رو سے باہر کر دیں، چنانچہ شیخ نوری وہاں سے تشریف لے گئے، اور جب تک معتضد کا دور تھا بغداد میں قدم نہ رکھا (آداب الصالحین)

باب ۴۴

تکبر کا بیان

فرمانِ الٰہی

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿لقمان: ۱۸﴾

اور کسی سے بات کرنے میں اپنا رخسارہ کج نہ کر اور زمین میں اِترا تا نہ چل، بیشک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اِترا تا فخر کرتا۔

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿الحدید: ۲۳﴾

اور اللہ کو نہیں کوئی اترونا (شیخی بگھارنے والا) بڑائی مارنے والا۔

وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنكَفُوا وَاسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿النساء: ۱۷۳﴾

اور وہ جنہوں نے نفرت اور تکبر کیا تھا انہیں دردناک سزا دے گا

حضرت بہلول اور ہارون رشید

اسی طرح سے کتابوں میں لکھا ہے کہ ہارون رشید ایک مرتبہ حج سے آرہے تھے، جب کوفہ پہونچے تو چند روز وہاں قیام کیا، شہر کے لوگ اس کو دیکھنے کے لئے نکلے ان میں حضرت بہلول دانا قدس اللہ سرہ العزیز بھی تھے، یہ حضرت بہلول اس وقت کے اولیاء میں سے تھے، اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے، راستہ میں ایک کوڑا خانہ پر بیٹھ گئے، محلّہ کے لڑکے ان کے گرد جمع ہوگئے، اتنے میں خلیفہ کی سواری سامنے سے گزری، حضرت بہلول نے بلند آواز سے پکارا کہ اے امیر المومنین، ہارون رشید نے چہرے سے نقاب اٹھائی، اور کہا لبیک یا بہلول، یعنی فرمائیے کیا فرماتے ہیں، حضرت بہلول نے کہا کہ اے امیر المومنین میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے لوٹے تھے، اور اونٹنی پر سوار تھے، تو آپ کے آگے آگے نہ تو مار پیٹ تھی اور نہ ہٹو بچو کا شور تھا، اور نہ آگے بڑھو کی آواز تھی، پھر یہ ہنگامہ تیرے ساتھ کیسا، امیر المومنین تواضع اختیار کیجئے تواضع، تکبر کو چھوڑئے، ہارون رشید یہ سن کر رودیا، یہاں تک کہ اس کے آنسو زمین پر گرے، اور کہا کہ بہلول اور کچھ نصیحت کیجئے، اللہ آپ کو اپنی رحمتوں سے نوازے، حضرت بہلول نے فرمایا کہ اے امیر المومنین جس شخص کو اللہ

تعالیٰ نے مال و جمال دیا ہو اور اس نے اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہو، اور اپنے جمال کے ساتھ پارسائی اختیار کی ہو، اللہ تعالیٰ اس کے نام کو اپنے دیوان خاص میں منجملہ ابرار کے لکھتا ہے، ہارون رشید نے کہا تم نے خوب بات کہی، اچھا تو کچھ مجھ سے مانگو تاکہ میں تمہیں دوں، حضرت بہلول نے کہا جو مجھے دینا چاہتے ہو، وہ ان لوگوں کو دے دو، جن سے بطور ظلم کے تم نے مال وصول کیا ہے، مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، ہارون رشید نے کہا اچھا اگر تم قرضدار ہو تو میں اس کو ادا کردوں، فرمایا کہ امیر المومنین یہ تمام علمائے کوفہ موجود ہیں، ان سب کا اتفاق ہے کہ قرض کی ادائیگی قرض سے جائز نہیں، مطلب یہ کہ تو نے لوگوں کا مال جو از راہ ظلم لیا ہے، وہ ان کا تجھ پر قرض ہے، اس سے تو چاہتا ہے کہ میں اپنا قرض ادا کروں، پس قرض سے قرض کیوں کر ادا ہو، کیوں کہ میرے سر سے بار اترا بھی تو تیرے سر رہا، ہارون رشید نے کہا کہ حضرت کچھ تو قبول کر لیجئے، بقدر ایک دن کے کھانے کے ہی سہی، حضرت بہلول نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا کہ اے امیر المومنین ہم اور تم سب خدا کے بندے ہیں، یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ تجھے یاد کرے اور ہمیں بھول جائے، ہارون رشید نے یہ سن کر نقاب چہرے پر ڈالا اور روانہ ہو گیا، (آداب الصالحین) اس سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ علمائے حق اور اصفیاء نے امراء کے ساتھ حد بھر قطع تعلق رکھنے کی کوشش کی ہے، اور وقت آنے پر ان کو سخت کلام سے بھی زیر کیا ہے اور نصیحتیں فرمائی ہیں، (مؤلف)

غرور و تکبّر

حضور حجۃ الاسلام امام محمد غزالی قدس اللہ سرہ العزیز خطبات غزالی میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تکبر کرنے والے کا بہت برا ٹھکانہ ہے کبریائی خاص میری چادر ہے پس جو شخص بھی اس میں شریک ہونا چاہے گا، میں اس کو ختم کردوں گا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہ جائے گا، (حاکم) جو لوگ باوجود صاحب عزت و مال ہونے کے تواضع کرتے ہیں، اور عاجزی و انکساری کے ساتھ لوگوں سے ملتے ہیں، ان کو مبارک ہو کہ ان کے بڑے درجے ہیں، ان کی دنیا میں بھی عزت بڑھتی ہے اور آخرت میں بھی، تکبر کے معنیٰ یہ ہے کہ انسان خود کو صفات کمالیہ میں دوسروں سے زیادہ سمجھے اور ظاہر ہے جب انسان کا اپنے متعلق ایسا خیال ہوتا ہے تو نفس پھول جاتا ہے، اور پھر اس کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں، مثلاً راستے میں چلتے وقت دوسروں سے آگے قدم رکھنا مجلس میں صدر مقام یا عزت کی جگہ بیٹھنا دوسروں کو نظر حقارت سے دیکھنا اگر کوئی سلام کرنے میں پیش قدمی نہ کرے تو ناک بھوں چڑھانا حق بات معلوم ہونے کے باوجود اسے نہ ماننا اور عوام الناس کو ایسی نگاہ سے دیکھنا جس طرح گدھوں کو دیکھتے ہیں، (نعوذ باللہ منھا)

چونکہ تکبر بڑی بڑی خباثتوں کا مجموعہ ہے اس لئے جہنم کا پورا ذخیرہ ہے، اول، کبریائی، کہ یہ اللہ عزوجل ہی کے لئے مخصوص اور اسی کی شان کو زیبا ہے پس انسان ضعیف البیان جس کو دوسرے کا اختیار تو درکنار اپنے ہی نفس کا اختیار نہیں، اس صفت الٰہی میں ساجھی ہونے کی کس طرح جرأت کر سکتا ہے، چونکہ متکبر شخص باوجود اس ذلت وضعف کے اللہ تعالیٰ کی برابری چاہتا ہے، اور اس صفت میں اس کے جیسا ہونا چاہتا ہے، اس لئے بڑے درجے کا احمق اور خبیث النفس سمجھا جائے گا۔

دوم، تکبر کے سبب حق بات کے انکار کی نوبت آتی ہے، جس سے دینی سعادت کا دروازہ بند ہوجاتا ہے، اور متکبر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو بنظر حقارت دیکھنے لگتا ہے اور یہ بات اللہ عزوجل کو بہت ناگوار ہے، غور سے سنو اور یاد رکھو کہ ایک بزرگ نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کو اپنی اطاعت میں چھپا رکھا ہے لہٰذا کسی عبادت کو کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو حقیر نہ سمجھو کیا خبر ہے کہ اس کی رضامندی اسی میں چھپی ہوئی ہو، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی ناراضگی اور غصہ کو معصیت میں چھپا رکھا ہے، پس کسی گناہ کو کیسی ہی ذراسی کیوں نہ ہو کبھی معمولی نہ سمجھو کیا خبر ہے شاید اسی میں اس کی ناراضگی و غصہ چھپا ہوا ہو، اسی طرح اپنی قرب کو اپنے بندوں میں مخفی رکھتا ہے لہٰذا کسی بندہ کو کیسا ہی گناگار کیوں نہ ہو کبھی حقیر نہ سمجھو کیا خبر ہے کہ شاید اسی عمل میں اس کی رضامندی چھپی ہو جس کا ظہور اس کے انتقال کے وقت ہوجائے۔

سوم، متکبر نفس کو کوئی شخص پسندیدہ نہیں سمجھتا، تکبر کرنے والا شخص تواضع سے محروم رہتا ہے، حسد اور غصہ کو دور کرنے پر قادر نہیں ہوتا، ریاکاری کا ترک اور نرمی کا برتاؤ اس کو دشوار ہوتا ہے، کسی اسلامی بھائی کی خیر خواہی اس سے ہو نہیں سکتی، غرض اپنی عظمت اور بڑائی کے غرور میں مست اور اچھی صفت سے موصوف ہونے کے خیال باطل میں ناصح کی نصیحت سے مستغنی اور نفس امارہ کی اصلاح سے بالکل محروم رہتا ہے، جب تک یہ بدخصلت دفع نہ ہوجائے، آئندہ بھی اس کی اصلاح کی توقع نظر نہیں آتی، لہٰذا اس کے علاج میں جلدی کرنی چاہئے اول تو یہی سوچنا چاہئے کہ ہماری اصلیت اور حقیقت کیا ہے، ظاہر ہے کہ ابتداء تو نجس اور ناپاک منی کا قطرہ ہے، اور انتہا مردار لوتھڑا، اور کیڑے مکوڑوں کی غذا، اب رہی متوسط حالت کہ جس کا نام زندگی اور حیات دنیا ہے، سو اس کی حالت یہ ہے کہ منوں نجاست پیٹ میں بھری ہوئی ہے، اللہ فرماتا ہے کہ بیشک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کی کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے دیا، مگر اب بھی بیسویں امراض کا ہر وقت نشانہ بنا ہوا ہے، بھوک و پیاس سے محتاجی الگ ہے، ذراسی تکلیف میں بے کار ہو کر بیٹھ جاتا ہے، کسی شئے کا علم چاہتا ہے مگر نہیں ہو سکتا، نفع حاصل کرنا چاہتا ہے مگر نقصان ہوجاتا

ہے، کوئی لحظہ موت سے امن نہیں، اللہ جانے کس وقت بیمار ہوجائے، کس وقت عقل چھن جائے کس وقت کوئی عضو بے کار ہوجائے، اور کس وقت روح پرواز کرجائے، پھر انجام کار موت کا شکار اور اس کے بعد تنگ و تاریک گھاٹیوں کا سامنا ہونا ہے، حساب و کتاب اور حشر و نشر پیش آنے ہیں، جنت، دوزخ، میں دائمی زندگی کا فیصلہ اور شہنشاہی فرمان کا صادر ہونا، بھلا تم ہی بتاؤ، کہ ایسے گرفتار معصیت اور ذلیل و ناکارہ غلام کو زبردست قدرت والے جبار و قہار شہنشاہ کی ہمسری کا خیال کیوں کر زیبا ہو سکتا ہے، جس شخص کی یہ حالت ہو کہ اگر نجاست اس کے ہاتھ کو لگے تو تین تین مرتبہ دھوئے، اور پھر اسی نجاست کو ہر وقت پیٹ میں لئے پھرے اس کو تکبر کرنا کسی طرح بھی زیب نہیں دیتا، (خطاباتِ غزالی)

تکبر کی وجوہات اور ان کا علاج

عموماً چار وجوہات کی بنا پر انسان میں تکبر پیدا ہوتا ہے، ☆علم ☆ تقویٰ ☆ حسب و نسب ☆ مال و جمال ☆ چونکہ ہر وجہ کا علاج مختلف ہے چنانچہ ہر مضمون کو ہم جدا جدا کر کے بیان کریں گے، (خطبات غزالی)

علم پر تکبر اور اس کا علاج

علماء تکبر سے بہت کم خالی ہوتے ہیں، کیوں کہ علم کے برابر کسی چیز کی فضیلت نہیں ہے، لہٰذا اس کو حاصل کر کے دو خیال پیدا ہوتے ہیں، اول، یہ ہے کہ ہمارے برابر اللہ کے یہاں دوسروں کا مرتبہ نہیں ہے، دوم، یہ ہے کہ لوگوں پر ہماری تعظیم واجب اور ضروری ہے، پس اگر لوگ تواضع کے ساتھ پیش نہ آئیں تو ان کو تعجب ہوا کرتا ہے، پہلا تکبر دینی تکبر ہے، اور دوسرا تکبر دنیوی ہے، ایسے عالم کو جاہل کہنا چاہئے، کیوں کہ علم کا منشا تو یہ تھا کہ انسان اپنے نفس شریر کی حقیقت اور اللہ عزوجل کی عظمت کو معلوم کرتا، اور پھر سمجھتا کہ خاتمہ کا اعتبار ہے، اور اس کا حال کسی کو معلوم نہیں پس جو شخص اپنے آپ کو قابل عظمت سمجھتا ہو تو گویا وہ اپنی اصلیت سے ناواقف اور خاتمہ کے اندیشہ سے بے خوف ہے، اور یہ بڑا گناہ ہے، کیوں کہ جاہل شخص اگر کسی گناہ کے ارتکاب اپنی ناواقفیت کی وجہ سے معذور سمجھا جائے تو کچھ عجب نہیں مگر عالم چونکہ جان بوجھ کر گناہ کرتا ہے اس لئے وہ معذور نہیں ہو سکتا، چنانچہ سب جانتے ہیں، کہ قانون داں شخص کا جرم عام لوگوں کے جرم سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، پس تعجب ہے کہ عالم ہو کر جاہل بن گیا، اور باوجود اس کے اپنی جہالت سے بے خبر ہے، اسی کا نام جہل مرکب ہے، یاد رکھو کہ جس علم سے تکبر پیدا ہو وہ علم جہل سے بھی بدتر ہے، کیوں کہ حقیقی علم انسان کو جتنا بھی زیادہ حاصل ہوگا، اسی قدر اس کا خوف بڑھے گا، اللہ تعالیٰ اپنے

پیغمبر حضور انور ﷺ کو یہ حکم فرمایا کہ اپنے متبع مسلمانوں کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کی زبان پر ہی رہے گا، نہ حلق سے نیچے اترے گا، اور نہ دل تک اس کا اثر پہونچے گا، لوگوں سے کہیں گے کہ ہم قاری ہیں ہم عالم ہیں، ہمارے برابر دوسرا نہیں، سن لو یہ لوگ دوزخ کا ایندھن ہوں گے، سلف صالحین کے حالات دیکھو ایک مرتبہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نماز میں امام بنے اور سلام پھیر کر فرمانے لگے کہ بھائیو، اپنے لئے کوئی دوسرا امام تلاش کرلو، یا الگ الگ نماز پڑھ لیا کرو، کیوں کہ میں امامت کے لائق نہیں ہوں اس لئے کہ اس وقت میرے نفس میں یہ خطرہ آیا کہ چونکہ میرے برابر ساری جماعت میں کوئی شخص نہ تھا، لہٰذا مجھے امام تجویز کیا گیا، یاد رکھو کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو، یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کا خاتمہ بخیر ہی ہو، اور کیسا ہی جاہل کیوں نہ ہو یہ یقین نہیں کہ اس کا انجام بخیر نہ ہو، اور بری حالت میں مَرے، جب عالم ہو کر اتنا سمجھتے ہو تو پھر تکبر کس بنا پر کرتے ہو، کیا علم پر عمل کرنا تم پر فرض نہیں ہے۔

حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ قیامت کے دن عالم لایا جائے گا، اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اس کی آنتیں اس کے گرد اس طرح گھومتی ہوں گی، جس طرح چکّی کے گرد گدھا گھومتا ہے، یا کولہو کا بیل چکر لگاتا ہے، لوگ تعجب کے ساتھ پوچھیں گے، کہ آپ یہاں کیسے آئے، وہ کہے گا کہ میں اپنے علم پر عمل نہ کرتا تھا، دوسروں کو نصیحت کیا کرتا تھا، مگر اپنی خبر نہ لیتا تھا، اے اللہ عزوجل ہمیں اس سے محفوظ رکھ، آمین بجاہ النبی الامین ﷺ دیکھو اللہ عزوجل نے بلعم باعور (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا ایک عالم) کو بڑا زبردست عالم تھا، اسے کتے کے مثل فرمایا ہے جو زبان باہر نکال دے، اور علمائے یہود کو گدھا فرمایا ہے، جس پر کتابیں لدی ہوئی ہیں، اور یہ اسی لئے کہ وہ شہوات نفسانی میں گرفتار تھے، تکبر کرتے اور خود کو بڑا سمجھتے تھے، دوسروں کو نصیحت کرتے تھے، اور خود غافل تھے، پس ان واقعات اور احادیث میں خود غور کرو گے تو تکبر جاتا رہے گا، اور اگر اس پر بھی نہ جائے تو سمجھو کہ بے فائدہ علوم یعنی منطق و فلسفہ اور مناظرہ وغیرہ کے پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہنے کا ثمرہ ہے، یا اپنی خباثت باطنی کا اثر ہے، کہ اس کی وجہ سے دوا نفع نہیں دیتی بلکہ الٹا ضرور بڑھاتی ہے، پس ان کے اثر کو ختم کرنے کی کوشش کرو، (خطبات غزالی)

تقویٰ پر تکبر اور اس کا علاج

تکبر کی دوسری وجہ تقویٰ اور پرہیز گاری ہے، چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ عابد بھی اکثر تکبر کرنے لگتا ہے، اور بعض کی تو یہاں تک حالت ہو جاتی ہے، کہ لوگوں کو ایذا پہونچانے کو اپنی کرامت سمجھنے لگتا ہے، مثلاً اگر کسی شخص سے ان کو ایذا پہونچے تو جھلا کر کہتے ہیں کہ دیکھتے رہو اللہ تعالیٰ اس کو کیسی سزا دیتا ہے، اس نے ہم پر ظلم کیا ہے، مگر عنقریب سزا بھی ایسی ملے

گی کہ یاد رکھے گا، اس کے بعد اگر تقدیر سے وہ شخص بیمار پڑ گیا یا مر گیا تو اپنے دعویٰ کا ثبوت بھی پیش کرتے اور خوش ہو کر کہتے ہیں، کہ دیکھا اللہ کے فقیر بندوں کو ایذا دینے کا کیسا نتیجہ رہا، اس احمق سے کوئی پوچھے کہ کافروں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو ہزار ہا ایذا پہونچائیں، مگر کسی نے انتقام کی فکر نہیں کی، اور نتیجہ یہ ہوا کہ ایذا دینے والے کفار مشرف بایمان ہو گئے، اور دنیا و آخرت کی بہبودی سے دامنوں کو بھر لیا۔

اگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنے دشمنوں سے انتقام لیتے یا ان کا مرجانا چاہتے تو بھلا اللہ تعالیٰ کی مخلوق کیوں کر ہدایت پاتی، کیا کوئی عابد ولی کسی نبی سے بڑھ سکتا ہے، (استغفر اللہ) عابد کو ہر شخص کے سامنے تواضع کرنی چاہئے، مثلاً کسی عالم گناہگار کو دیکھے تو اس کے سامنے اس کے علم کی وجہ سے جھک جائے، اور اس کے گناہ کا خیال نہ کرے، کیوں کہ علم کی فضیلت بڑی ہے، اور جاہل فاسق کو دیکھے تو یوں سمجھے کہ کیا خبر ہے، کہ شاید اس کی باطنی حالت مجھ سے بدرجہا بہتر ہو، اور اس میں کوئی ایسی محمود صفت ہو جو اس کے ظاہری گناہوں کو چھپالے، اور میرے اندر کوئی خباثت ہو جس کے باعث ظاہری عبادتیں ضبط ہو جائیں، اللہ عزوجل تو دلوں کو دیکھتا ہے، صورت کو نہیں اور کسی کے دل کا حال علّام الغیوب کے سوائے کسی کو معلوم نہیں، پھر تکبر کیسا، علاوہ ازیں خود تکبر بھی تو ایک باطنی خباثت ہے، پس اپنی حالت کا بدتر ہونا تو خود ظاہر ہو گیا، کہ اپنے اندر تکبر موجود ہے، اور وہ شخص جو فاسق نظر آتا ہے، تکبر سے خالی ہے۔

بنی اسرائیل کا ایک شخص ایک مرتبہ ایک عابد کے پاس اس نیت سے آبیٹھا، کہ اللہ عزوجل اس کی برکت سے مجھ پر بھی رحم فرمادے گا، اس کے پاس آکر بیٹھا، عابد اپنے دل میں کہنے لگا کہ مجھے اس سے نسبت کیسے، کہاں یہ اور کہاں میں، اس کے بعد عابد نے اس سے کہا کہ جاؤ دور رہو، اسی وقت اس زمانے کے پیغمبر پر وحی نازل ہوئی کہ ان دونوں سے کہدو کہ از سر نو عمل کریں، کہ پہلا کیا کرایا برا تھا یا بھلا دونوں کو ضبط کر دیا گیا، کہ فاسق کے گناہ معاف ہو گئے، اور عابد کی نیکیاں مٹ گئیں، اب آئندہ جیسا کریں ویسا بھریں گے، اسی طرح ایک گستاخ شخص ایک عابد کی گردن پر سجدہ کی حالت میں آسوار ہوا، عابد نے غصہ ہو کر کہا واللہ دفع ہو، اللہ تیری کبھی مغفرت نہیں کرے گا، اسی وقت الہام ہوا کہ، اے متکبر تیری مغفرت کبھی نہ ہوگی، کیا میری مغفرت تیرے ہاتھ میں ہے، کہ قسم کھا کر پختگی کے ساتھ ہمارے ایک بندہ کو اس سے ناامید بناتا ہے، حضرت عطا سلمی رحمۃ اللہ علیہ باوجود نہایت درجہ متقی اور عابد و زاہد ہونے کے جب کبھی تیز ہوا چلتی یا بادل گرجتا تو یوں فرمایا کرتے تھے کہ مجھ بدنصیب کی وجہ سے لوگوں پر مصیبت نازل ہوتی ہے، پس اگر عطا مرجائے ان مصیبتوں سے لوگوں کو خلاصی ملجائے، دیکھو اس اخلاص اور کثرت عبادت پر ان کو کس قدر تواضع اور

اللہ تعالیٰ کا خوف تھا، اور اس زمانے میں تو یہ حالت ہے کہ دو چار ظاہری اعمال پر نازاں ہوتے اور اللہ تعالیٰ پر احسان جتاتے، اور اس کی حکومت و سلطنت جبروتی کی باگ اپنے ہاتھ لینا چاہتے ہیں، کہ کسی کو ماریں، کسی کو جلائیں، حالانکہ ان عبادتوں میں ریا کا احتمال جدا ہے اور انجام و خاتمہ کا خطرہ الگ، (خطبات غزالی)

حسب و نسب پر تکبر اور اس کا علاج

خود کو اعلیٰ یا شریف خاندان کا فرد سمجھ کر تکبر کرنا حسب و نسب پر تکبر کہلاتا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے نسب پر غور کرو کہ وہ کیا چیز ہے، ظاہر ہے کہ ہر شخص کا نسب اس کے باپ کا ناپاک نطفہ اور ذلیل مٹی ہی تو ہے کہ ہر شخص اسی سے پیدا ہوا ہے، پس دوسروں کے خصائل اور غیروں یعنی باپ دادا کی خوبیوں پر ناز کرنا کیسی غلطی کی بات ہے اگر واجداد کو گویائی مرحمت ہو تو یقیناً وہ بھی کہیں کہ صاحبزادہ دوسروں کے محاسن پر فخر کرنے والا تو کون، تو تو ان کے پیشاب کا کیڑا ہے، جنہوں نے قابل فخر کام کئے تھے، پس پیشاب کے کیڑے اور ناپاک نطفہ کو تو اپنی اصلیت دیکھنی چاہئے، نہ کہ آباو اجداد کے قابل تعریف اور بہادرانہ کام کہ میرے باپ ایسے بہادر تھے اور دادا ایسے سخی تھے، پھر اگر دنیاداروں کے نسب پر تکبر اور فخر کیا جائے، تب تو حماقت کا کچھ ٹھکانہ ہی نہیں، کیا خبر ہے کہ وہ نسب کہاں گئے ممکن ہے کہ جہنم کا کوئلہ ہو گئے ہوں، اور آرزو کرتے ہوں کہ کاش کتے اور سور پیدا ہوتے تاکہ اس مصیبت سے نجات ملتی، پس ان کی حالت تو ایسی اندیشہ ناک اور ان کے صاحبزادے دنیا میں ان کی اولاد ہونے پر ناز کریں، اور اگر دیندار اور تواضع کی بدولت تکبر ہوا تھا، سو جب وہ اپنی دینداری پر خود ہی متکبر نہ تھے، تو ان کی اولاد کس عزت و شرافت پر تکبر کرتی ہے، اور ناخلف اولاد قرار پاتی ہے، دیندار آباو اجداد کا تو یہ حال تھا، کہ وہ بعض وقت انجام خاتمے کے خوف سے لرز اٹھتے اور تمنائیں کیا کرتے تھے کہ کاش گھاس ہوتے کہ کوئی جانور چر لیتا، کاش پرند ہوتے کہ کوئی شکاری جانور یا انسان کھا لیتا، بھلا جن کو علم و عمل دونوں حاصل تھے، وہ تکبر سے کوسوں بھاگتے تھے، اور تم باوجود یہ کہ دونوں صفتوں سے بے بہرہ ہو محض ان کی اولاد ہو کر نسب پر فخر کرتے اور متکبر بنے جاتے ہو، (خطبات غزالی)

مال و جمال پر تکبر اور اس کا علاج

مال و دولت اور حُسن و جمال پر فخر کرنا بھی تکبر ہے، اور سراسر حماقت ہے، بھلا مال جیسی ناپائیدار چیز کہ ڈاکہ پڑ جائے یا آگ لگ جائے تو سب جاتا رہے، اسی طرح حسن و جمال جیسی چیز کو مہینہ بھر بخار آجائے تو سارا حسن و جمال خاک میں ملجائے، اور چیچک نکل آئے تو صورت کا روپ بدل جائے، فخر کے قابل کس طرح ہو سکتے ہیں، حسین صورت اگر

اندرونی نجاستوں میں غور کرے تو اپنے ظاہری جمال پر کبھی فخر نہ کرے، یاد رکھو کہ جس حُسن و جمال کو بناوٹ اور آرائش کی حاجت ہے وہ ہرگز فخر کے قابل نہیں ہے، اگر ہر ہفتہ غسل نہ کیا جائے تو دیکھ لو بدن کے رنگ و بو کا کیا حال ہوتا ہے، تھوک بول و براز جیسی نجاستوں سے سارا بدن بھرا ہوا ہے، پھر بھلا نجاست کے ڈھیر اور غلاظت کے کوڑے کو کیا زیبا ہے کہ خود کو صاحب جمال سمجھے اور اس پر نازاں اور متکبر ہو، (خطبات غزالی)

حُبِّ دنیا اور غرور

تفسیر روح البیان میں نقل ہے کہ یہود اس لئے حضور ﷺ کی فرمانبرداری اختیار نہ کرتے کہ انہیں اپنے جاہ و جلال اور دنیوی شوکت چھن جانے کا خطرہ تھا، اسی طرح جب دل میں دنیا کی محبت ہو ایمان کامل نصیب نہیں ہو سکتا، نفس کی سات صفتیں نہایت گندی ہیں، (۱) عُجب (۲) تکبّر (۳) غضب (۴) ریاء (۵) حَسَد (۶) مال کی محبت (۷) مرتبہ کی محبت اور جہنم کے بھی سات دروازے ہیں، جس نے اپنے نفس سے یہ سات گندی عادات دور کیں تو قیامت میں اس سے دوزخ کے ساتوں دروازے بند کر دئے جائیں گے، اور وہ بہشت میں داخل کیا جائے گا۔

حکایت

حضرت ابراہیم بن ادہم قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنے بعض خلفاء کو فرمایا،

کُنْ ذَنْباً وَلَا تَکُنْ رَاسًا (دُم بَن سر نہ بَن)

یعنی سرداری ترک کر کے کسی کا نوکر بن کر رہنا کیوں کہ بوقت حادثہ سر کٹ جاتا ہے لیکن دُم بچ جاتی ہے۔

مثنوی شریف میں ہے،

(۱) نا توانی بندہ شو سلطان مباش زخم کش چوں گوئی شو چوگاں مباش

(۲) اشتہار خلق بند محکمست در رہ ایں از بند آہن کے کم است

حتّٰی الامکان نوکر بننا بادشاہ نہ بننا، گیند کی طرح چوٹیں کھاتا رہ، لیکن ڈنڈا نہ بننا، مخلوق میں مشہور ہونا ایک مضبوط قید ہے اس راہ میں ایسی قید لوہے کی بیڑی سے کم نہیں،

حکایت

بعض مشائخ نقشبندیہ سے منقول ہے کہ وہ شیخ المعروف بدوہ عمر روشتی کی طبع پرسی کے لئے تشریف لے گئے، چونکہ ان کے دل میں کچھ حُبِّ ریاست گھر کر چکی تھی، اس لئے کہ شہر تبریز میں سب چھوٹے اور بڑوں کے مرجع تھے، اُسی لئے ان کا حال دگرگوں تھا، ڈر کے مارے خوفزدہ تھے، کہ کہیں موت کے بعد ان کا نتیجہ برا نہ ہو، شرح حکم میں ہے کہ اپنے وجود کو یعنی وہ امور جو مخلوق میں شہرت کا سبب بنتے ہیں، جیسے علم و عمل اور حال، گمنامی کی زمین میں دفن کردے، اور وہ تین باتیں ہیں،

(۱) اپنے آپ کو گھاٹے میں سمجھ اور وہ جو تیرے علم سے ظاہر ہو اس پر مت اعتبار کر تاکہ اس سے تیرے نفس کی خرابیاں تجھے خرابی میں نہ ڈالیں۔

(۲) اپنے آپ کو اس حیثیت سے دیکھ جیسے کہ تُو ہے، اپنی اس حیثیت کو نہ دیکھ کہ جس حیثیت سے چند القابات سے نوازا گیا ہے، کیوں کہ یہ بھی گھاٹے والی بات ہے، کہ تُو اپنے آپ کو القاب کی حیثیت سے دیکھے، اپنے مالک کو ہر کمال سے موصوف سمجھ، جو کچھ تجھ سے ظاہر ہوتا ہے، اسے مالک کی مہربانی سمجھ، اپنی طرف کسی بات کو منسوب نہ کر، اس سے گمنامی کی صفت حاصل ہوجائے گی۔

(۳) نفس کے ہر دعوے کو مٹادے اسے کوئی بات نہ ظاہر کرنے دے، جس سے عُجب پیدا ہو وہ تجھے خرابی میں لے جائے گی، جیسے بیج ایسی زمین میں ڈالا جاتا ہے جو کہ زرخیز ہو نہ کہ ردّی، (ازماخوذ تفسیر روح البیان صفحہ ۳۸۴)

انسان گھاٹے میں

جس طرح قرآن پاک میں مولیٰ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ﴿العصر: ۲﴾

ترجمہ، اس زمانۂ محبوب کی قسم، بیشک انسان ضرور نقصان میں ہے، گھاٹے میں ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے زمانۂ اقدس کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ انسان گھاٹے میں ہے، نقصان میں ہے، مگر انسان کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے علم و عمل، مال و دولت، عزت و شہرت، حُسن و جمال، عقل و خرد، پر غرور کرتا اور یہ سمجھتا ہے کہ میں نے یہ سب حاصل کرلیا اب میں کامیاب ہوں، مگر دیکھئے آگے اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے، فرمانِ خداوندی ہے،

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾

ترجمہ، مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔

احکامِ خداوندی سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کامیاب وہ ہیں، جو ایمان لائے، کامیاب وہ لوگ ہیں، جو اچھے کام کئے، اللہ عزوجل و پیارے رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق عمل کئے، اور کامیاب وہ لوگ ہیں، جنہوں نے ایک دوسرے کو حق پر عمل کرنے کی تاکید کی، حق کا راستہ بتایا اور دکھایا، اور کامیاب وہ لوگ ہیں، جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کرنا سکھایا، اور صبر کرنے کی تاکید کی، صبر کا راستہ اور اس کی عظمت بتائی، وہ لوگ کبھی کامیاب نہ ہوں گے، جنہوں نے حکمِ خداوندی و حکمِ رسول ﷺ کے خلاف عمل کیا، اور اس کی دنیا جاہ و حشمت و حُبِّ دنیا میں ڈوب گئے، فرمان الٰہی،

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴿الفاتحة:۷﴾

ترجمہ، راستہ ان کا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام و اکرام عطا فرمایا

دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کے مستحق کون لوگ ہیں، اور انہوں نے کونسا ایسا عمل کیا جس سے انعام خداوندی کے مستحق ہوئے، تو وہ ایسے لوگ ہیں، جنہوں نے اس پر عمل کیا،

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ﴿محمد:۳۳﴾

ترجمہ، اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسولِ اکرم ﷺ کی۔

جن اللہ کے نیک بندوں نے اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کی وہ انعام خداوندی سے سرفراز ہوئے، جن لوگوں نے اللہ و رسول ﷺ کی اتباع نہ کی وہ انعامِ خداوندی سے محروم رہے، جس طرح یہ ہے،

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿الفاتحة:۷﴾

ترجمہ، نہ ان کا راستہ جن پر غضب ہوا، اور نہ بہکے ہوؤں کا۔

اس سے ظاہر ہوا کہ جو لوگ اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کرتے وہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے، عذاب کے مستحق اور راہِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں، اور یہی شیطان کا راستہ ہے، سب سے پہلے شیطان نے حسد اور غرور کیا، وہ اس لئے کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کی عزت و عظمت و برتری کو دیکھ کر حسد کیا کہ یہ ایک مٹی کا پتلہ ہیں، انہیں سجدہ کیوں کروں، اپنی حسد کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلوانے کی

کوشش کرنے لگا، آخر کار کامیاب رہا، اور غرور اس لئے کہ حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے اور میں آگ سے پیدا کیا گیا، میں آگ کو کر مٹی کو ہرگز سجدہ نہیں کروں گا، کیوں کہ میں ان سے افضل ہوں، یہ اس کا غرور تھا اس غرور کی وجہ سے اسکے گلے میں لعنت کا طوق ڈالا گیا، اور رانے درگاہ ہوا، ایک وہ دن تھا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیا، تو اللہ نے اسے معلم الملکوت بنایا، فرشتے اس کے شاگرد و تابع ہوئے، مگر اسکے غرور و نافرمانی نے اسے تباہ و برباد کر دیا، اور اس کے گلے میں ہمیشہ کے لئے لعنت کا طوق پڑ گیا، اور یہ سبق دے دیا گیا کہ جس نے بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور غرور و حسد کیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھا وہ تباہ و برباد ہو گا، اور قربت خداوندی سے دور ہو جائے گا، اللہ تبارک و تعالیٰ ہر ایمان والے کی حفاظت و مدد فرمائے، استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ، اللہ اپنی پناہ میں رکھے اور شیطان کے مکر و فریب سے بچائے اور اطاعت خداوندی اور اطاعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر گامزن فرما کر اپنے انعام و اکرام سے مالا مال فرمائے، آمین، بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم (مؤلف خاکسار محمد عمر ارشدی غفرلہ)

باب ۴۵
ذکرِ الٰہی اور ذاکرین

فرمانِ الٰہی

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿الرعد: ۲۸﴾
سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿البقرۃ: ۱۵۲﴾
تو میری یاد کرو میں تمھارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو

وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ﴿العنکبوت: ۴۵﴾
اور بیشک اللہ کا ذکر سب سے بڑا اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو،

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ میرا بندہ میرے متعلق جیسا گمان رکھتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر (ذکر خفی) کرتا ہے تو میں بھی (اپنے شایانِ شان) خفیہ (طور پر) اس کا ذکر کرتا ہوں، اور اگر وہ جماعت میں میرا ذکر (ذکر جلی) کرتا ہے، تو میں اس کی جماعت سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ ایک بالشت میرے نزدیک آئے تو میں ایک بازو کے برابر اس کے نزدیک ہوجاتا ہوں، اگر وہ ایک بازو کے برابر میرے نزدیک آئے تو میں دو بازوؤں کے برابر اس کے نزدیک ہوجاتا ہوں، اور اگر وہ میری طرف چل کر آئے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں، (صحیح بخاری اردو، کتاب التوحید)

(۲) حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما دونوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گواہی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے بیٹھتے ہیں انہیں فرشتے ڈھانپ لیتے ہیں اور رحمت انہیں اپنی آغوش میں لے لیتی ہے اور ان پر سکینہ (سکون و طمانیت) کا نزول ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنی بارگاہ کے حاضرین میں کرتا ہے، (صحیح مسلم، کتاب الذہد)

(۳) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمھارے اعمال میں سے سب سے اعلیٰ عمل نہ بتاؤں جو تمھارے مالک کے ہاں بہتر اور پاکیزہ ہے، تمھارے درجات میں سب سے بلند ہے، تمھارے سونے اور چاندی کی خیرات سے بھی افضل ہے، اور تمھارے دشمن کا سامنا کرنے یعنی جہاد سے بھی افضل ہے، یہاں تک کہ تم انہیں قتل کرو اور وہ تمہیں، صحابہ کرام نے عرض کیا، کیوں نہیں، آپ نے فرمایا، وہ عمل اللہ کا ذکر ہے، (جامع ترمذی اردو، کتاب الدعوات)

(۴) حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، احکامِ اسلام مجھ پر غالب آ گئے ہیں، مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں جسے میں پابندی سے کرتا رہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیری زبان ہر وقت ذکر الٰہی سے تر رہنی چاہئے، (جامع ترمذی، کتاب الدعوات)

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا، جس روز کہ اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، (ان سات آدمیوں میں سے ایک وہ ہے) جو خلوت میں اللہ کا ذکر کرے تو اس کی آنکھیں بہنے لگیں، (صحیح بخاری اردو، کتاب الایمان)

(۶) فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص جنت کے باغوں سے سیراب ہونا چاہتا ہے، وہ اللہ کو بہت یاد کرے، (مکاشفۃ القلوب اردو)

(۷) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے، آپ نے ارشاد فرمایا جب تو مرے تو تیری زبان ذکر خدا سے شیریں ہو، (مکاشفۃ القلوب اردو)

(۸) فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ذکر خدا میں صبح و شام بسر کر، تو اس حالت میں دن اور رات مکمل کرے گا کہ تجھ پر کوئی گناہ باقی نہیں ہوگا، (مکاشفۃ القلوب اردو)

(۹) فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ صبح و شام یاد الٰہی، جہاد فی سبیل اللہ میں تلواریں توڑنے اور بے دریغ راہ خدا میں مال لٹانے سے بہتر ہے، (مکاشفۃ القلوب اردو)

(۱۰) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ فرماتا ہے جب میرا بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں اسے تنہائی میں یاد کرتا ہوں، اور جب وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس کی جماعت سے بہتر جماعت (فرشتوں) میں یاد کرتا ہوں، جب وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے، تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں، جب وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں دونوں ہاتھوں کی وسعت کے برابر اس کے قریب ہو جاتا ہوں، اور جب وہ میری طرف چل پڑتا ہے تو میری رحمت بڑھ کر اسے سایۂ عاطفت میں لے لیتی ہے، یعنی میں اس کی دعاؤں کو بہت جلد قبول فرمالیتا ہوں، (مکاشفۃ القلوب)

(۱۱) فرمان نبی اکرم ﷺ ہے کہ سات شخص ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سایۂ رحمت میں اس دن جگہ دے گا، جس دن کوئی سایہ نہیں ہوگا، ان میں سے ایک وہ ہے جس نے تنہائی میں خدا کو یاد کیا اور خوف خدا کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے، (مکاشفۃ القلوب اردو)

(۱۲) حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ مکاشفۃ القلوب میں رقم طراز ہیں کہ، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ انسان کے لئے ذکر خدا سے بڑھ کر کوئی عمل ایسا نہیں ہے جو عذاب الٰہی سے جلد نجات دلانے والا ہو، عرض کیا کہ جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، آپ نے ارشاد فرمایا، جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، مگر یہ کہ تو اپنی تلوار سے جہاد کرے اور وہ ٹوٹ جائے، بار بار کے جہاد سے بھی افضل ہے، (مکاشفۃ القلوب)

(۱۳) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں تمھارے اعمال میں سے بہترین عمل کی خبر نہ دوں، جو اللہ کے نزدیک سب اعمال سے پاکیزہ، سب اعمال میں بلند مرتبہ، سونے چاندی کی بخشش سے بہتر، دشمنوں سے تمھارے اس جہاد سے، جس میں تم انہیں قتل کرو اور وہ تمہیں شہید کردیں، سے افضل و اعلیٰ ہو، صحابۂ کرام نے پوچھا، حضور وہ کونسا عمل ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا دائمی ذکر الٰہی، حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جس شخص کو میرے ذکر نے سوال کرنے سے روکے رکھا میں اسے بغیر مانگے سب سائلوں سے زیادہ دوں گا، (مکاشفۃ القلوب اردو)

(۱۴) حدیث شریف میں ہے کہ قیام لیل کو لازم پکڑو، اس لئے کہ یہ تمھارے رب کی رضا اور تمھارے گناہوں کا کفارہ ہے اور یہ تم سے پہلے کے صلحاء کا طریقہ ہے، اور یہ قیام لیل گناہ سے روکنے والا ہے، جھوٹ ہٹانے والا، شیطان کے مکر و فریب کو دور کرنے والا، اور بدن سے بیماری کو دور کرنے والا، اور اللہ تعالیٰ نے قیام لیل کو اوصاف صالحین میں ذکر فرمایا ہے، فرمایا،

يَتْلُونَ آيَاتِ اللّٰهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ﴿آل عمران: ۱۱۳﴾

(وہ رات کے وقت اللہ کے آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کے آگے سجدے کرتے ہیں) سے لیکر

وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿آل عمران: ۱۱۴﴾

(اور یہی لوگ نیکو کار ہیں)

لہٰذا رات کی دو تہائی قیام اللیل مستحب ہے (قیام اللیل سے مراد رات میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت و ذکر و اذکار کرنا) (قوت القلوب اردو)

(۱۵) فرمان نبوی ﷺ ہے کہ جب کچھ لوگ محض رضائے الٰہی کے لئے ذکر خدا کے لئے جمع ہوتے ہیں، تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے کہ کھڑے ہوجاؤ، تمھارے گناہوں کو معاف کردیا گیا ہے، اور تمھارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا گیا ہے، (مکاشفۃ القلوب)

(۱۶) نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ کوئی قوم ایسی نہیں کہ جو کہیں بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نبی کریم ﷺ پر درود نہ بھیجے اور قیامت کے دن وہ حسرت سے دوچار نہ ہو، (مکاشفۃ القلوب اردو)

(۱۷) حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ سب سے افضل کلمہ جو میں نے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے زبان سے ادا کیا وہ ہے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ (مکاشفۃ القلوب اردو)

(۱۸) فرمان نبوی ﷺ ہے کہ جس نے ہر روز ایک سو مرتبہ،

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ()

زبان سے ادا کیا اسے دس غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے، اس کے نامۂ اعمال میں سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اور سو گناہ مٹائے جاتے ہیں، اور اس دن شام تک وہ شیطان سے محفوظ رہتا ہے، اور اس سے بڑھ کر کوئی اور عمل نہیں ہوتا، مگر یہ کہ کوئی شخص اس سے زیادہ بار یہ کلمات پڑھے، (مکاشفۃ القلوب اردو)

(۱۹) فرمان نبوی ﷺ ہے ایسا کوئی بندہ نہیں جو بہترین طریقہ سے وضو کرے پھر آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر کہے،

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

اور اس کے لئے جنت کے دروازے نہ کھول دئے جاتے ہوں، پھر وہ جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے، (مکاشفۃ القلوب)

ہر وقت ذکر الٰہی

حضور حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ، اللہ کا ذکر کثرت سے کرو کہ فلاح پاؤ، اور حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر جہاد اور صدقات و خیرات سب سے افضل ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے،

ذکر الٰہی کے لئے ایک مغز اور تین پوست ہیں، اور مغز تو مقصود بالذات، مگر پوست اس لئے کہ مقصود اور محبوب ہیں کہ وہ مغز تک پہونچنے کے ذرائع اور اسباب ہیں۔

(۱) پہلا پوست صرف زبان سے ذکر کرنا ہے،

(۲) دوسرا پوست قلب سے ذکر کرنا، اور جبراً یہ تکلف اس کا خوگر ہونا ہے، یاد رکھو کہ قلب کو اپنی حالت پر چھوڑنا نہ چاہئے، کیوں کہ اس کو تفکرات اور تخیلات میں پڑنے سے پریشانی ہوتی ہے، لہٰذا مناسب ہے کہ اس کی مرغوب شئے یعنی ذکر الٰہی اس کے حوالے کردی جائے تاکہ اس کو اطمنان حاصل ہوجائے۔

(۳) تیسرا پوست یہ ہے کہ ذکر الٰہی دل میں جگہ کرلے اور ایسا گھر جائے کہ اس کا چھڑانا دشوار ہوجائے، اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے درجہ میں جس طرح دل کو ذکر کی عادت ڈالنے میں دقت پیش آئی ہوئی تھی، اس تیسرے درجے میں دل سے ذکر اللہ کی عادت چھڑانا اس سے زیادہ دشوار ہو۔

(۴) چوتھا پوست، چوتھا درجہ جو مغز اور مقصود بالذات ہے، وہ یہ ہے کہ دل میں ذکر کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ذات رہ جائے، کہ نہ قلب کی طرف توجہ رہے نہ ذکر کی جانب التفات اور نہ ہی کسی دوسرے کی خبر ہو، الغرض ذات الٰہی میں استغراق ہوجائے، اسی حالت کا نام فنا ہے، اور اس حالت پر پہونچ کر بندہ کو نہ اپنی ظاہری حس وحرکت کا کوئی علم ہوتا ہے، اور نہ باطنی عوارض کا، یہاں تک کہ اپنے فنا ہوجانے کا علم بھی باقی نہیں رہتا، کیوں کہ فنا ہوجانا بھی تو اللہ کے علاوہ دوسری ہی چیز ہے، اور غیر اللہ کا خیال میل کچیل اور کدورت ہے، پس فنا کا علم بھی اس درجہ میں پہونچ کر کدورت اور بُعد ہوا، یہی وہ حالت ہے جس میں اپنے وجود کے فنا کے ساتھ خود فنا سے بھی فنائیت ہوتی ہے، ایسی محویت سمجھ میں آنی مشکل ہے، بلکہ ظاہر ناممکن اور دعویٰ بلا دلیل معلوم ہوگا، لیکن اگر تمہیں کسی حسین صورت پر عاشق ہونے یا کسی عاشق صادق کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہوگا، اس حالت کو کبھی دشوار نہ سمجھوگے، کیا حُسن پرست فریفتہ انسان اپنی معشوقہ کے فکر اور خیال میں ایسے محو ومستغرق اور بے خود نہیں ہوجاتے کہ بسا اوقات زبان سے کوئی بات کرتے ہیں اور اس کو خود بھی نہیں سمجھتے، پاؤں ڈالتے کہیں ہیں اور پڑتا کہیں ہے، اس کے سامنے سے آدمی گزر جاتا ہے۔

حالانکہ ان کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں، مگر وہ ان کو نظر نہیں آتا، دوسرا شخص ان سے بات کرتا ہے مگر یہ سنتے ہی نہیں، اگر ان سے پوچھا جائے کہ کیوں بھائی کیا دیکھا اور کیا سنا، تو وہ کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے، پس معلوم ہوا کہ ان کو ایسی محویت ہوگئی کہ اپنی محویت کا بھی ان کو علم نہیں رہا، کہ دیوانہ بن گئے، اور ایسے دیوانہ بنے کہ اپنی دیوانگی کی بھی خبر نہیں رہی،

مجنون ہوگئے اور جنون کی بھی اطلاع نہیں، یہ سب اس مطلوبہ معشوقہ کے خیال میں مستغرق ہوجانے کا اثر ہے، اس کو بھی جانے دیجئے اس سے بھی آسان طریقے سے فنا کی فنائیت سمجھ میں آسکتی ہے، دیکھو تمہیں اپنی آبرو اور مال کے ساتھ محبت ہے پس اگر خدا نخواستہ کسی دشمن کی طرف سے تمھارے مال یا آبرو پر حملہ ہو، تو اس کے غصہ اور طیش میں جو کچھ تمھاری حالت ہوگی اس پر غور کرو کہ وہ کیسی بے خودی کی حالت ہوگی، ظاہر ہے کہ غیض و غضب میں نہ تم کو اپنی خبر رہتی ہے اور نہ دوسرے کی، اور تم ایسے بیخود ہوجاتے ہو کہ اس وقت اپنی خودی کا بھی تمہیں احساس نہیں رہتا ہے، پھر بھلا اگر کوئی بندہ اپنے مولیٰ کے خیال میں ایسا محو ہوجائے کہ خود فنا سے فنا اور بے خود ہوجائے تو کیا تعجب ہے، سمجھانے کی غرض سے یہ مثالیں ہم نے بیان کی ہیں، ورنہ اصل بات تو یہ ہے کہ جس وقت اللہ عزوجل کے فضل سے اس حالت پر پہونچو گے تو فنائیت اور فناء الفناء کی اصل وقعت معلوم کر سکو گے، (مکاشفۃ القلوب)

(مؤلف کے پیر و مرشد حضور نور العارفین سیدنا الشاہ علامہ ڈاکٹر محمد ارشد میاں صاحب قبلہ عظمتی علیگڑھی مدظلہٗ العالی نے ایک بار مجھ (مؤلف) سے فرمایا کہ میاں عشق حقیقی تک پہونچنے کے لئے عشق مجازی کا ہونا ضروری ہے جس کی مثال یوں سمجھئے کہ قرآن پاک کو پڑھنے کے لئے الف سے ی تک کا اچھی طرح جاننا اشد ضروری ہے، بلکل اسی طرح عشق حقیقی تک پہونچنے کے لئے، عشقِ مجازی کا ہونا ضروری ہے، اور عشقِ مجازی ہے عشق پیر و مرشد، جب تک طالبِ صادق کو پیر و مرشد سے عشق نہیں ہوگا، اور وہ پیر کے عشق میں فنا نہیں ہوگا، (فنافی الشیخ نہیں ہوگا)، تو وہ فنافی الرسول یا فنافی اللہ بھی نہیں ہوسکتا، اس پر تمام صوفیاء کرام کا اتفاق ہے۔

لہٰذا سب سے ضروری یہ ہے کہ طالب صادق پہلے پیر کے عشق میں اپنی ہستی کو فنا کر کے فنافی الشیخ ہوجائے، پھر شیخ کی مدد سے وہ فنافی الرسول اور فنافی اللہ بھی ہوجائے گا، چنانچہ جاننا چاہئے کہ سب سے مشکل امر فنافی الشیخ ہونا ہے، اس کے بعد دیگر منزلیں آسان ہوجاتی ہیں، واللہ الہادی) (مؤلف)

اقوال

(۱) قوت القلوب میں لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے شیخ سے بے خوابی کی تکلیف بیان کی اور نید لانے کی کوئی دوا دریافت کی شیخ نے کہا، اے میرے بیٹے، رات اور دن میں اللہ کی طرف سے خوشبوئیں پھیلتی ہیں، جو بیدار دل کو پہونچتی ہیں، اور سوئے دلوں کو چھوڑ دیتی ہیں، ان خوشبوؤں کے لئے، اپنے کو پیش کر، اسی میں خیر ہے، اس نے عرض کیا، اے

شیخ، آپ نے تو مجھے نہ رات میں سونے کو چھوڑا اور نہ دن میں، ایک قوم نے رات کے مختصر ہونے کا ذکر کیا، ایک نے کہا رات میری زیارت کرتی ہے، جب کہ میں کھڑا ہوتا ہوں، اور بیٹھنے سے پہلے وہ چلی جاتی ہے، علی بن بکار نے کہا کہ چالیس سال سے مجھے کسی چیز نے غمزدہ نہیں کیا سوائے طلوع فجر کے۔

(۲) فضیل بن عیاض قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا، جب سورج غروب ہوتا ہے، تو میں تاریکی کے آنے سے خوش ہوتا ہوں، کہ اس میں اپنے رب کے ساتھ خلوت اختیار کروں گا، پھر جب صبح ہوتی ہے تو لوگوں کے آنے سے میں غمزدہ ہوجاتا ہوں، اور سلیمان کہتے ہیں کہ شب بیدار لوگ اپنی راتوں میں کھیل کود کرنے والوں سے زیادہ لذت محسوس کرتے ہیں، اور اگر رات نہ ہوتی تو میں دنیا میں رہنے کو پسند نہیں کرتا، اور کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ شب بیداروں کو ان کے اعمال کے ثواب کے بدلے میں وہ لذت عطا کردے، جو انہیں شب بیداری میں ملتی ہے، تو یہ بدلہ ان کے اعمال سے بہت بڑا ہوگا۔

(۳) بعض علماء فرماتے ہیں کہ دنیا میں کوئی وقت ایسا نہیں جو اہلِ جنت کی نعمت کے مشابہ ہو سوائے اس وقت کے جس میں گڑگڑانے والے رات میں اپنے دلوں میں مناجات کی لذت پاتے ہیں، (قوت القلوب)

(۴) بعض عارفین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سحری کے وقت بیدار دلوں کی طرف نظر فرماتا ہے، اور نور سے بھر دیتا ہے، تو ان کے دلوں پر واردات کا نزول ہوتا ہے، جس سے وہ منور ہوجاتا ہے، اور وہ نور ان کے دلوں سے منتشر ہوجاتا ہے، سوائے غافل دلوں کے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سحری کے وقت جنت پر نظر رحمت فرماتا ہے، تو وہ چمکنے لگتی ہے، اور روشن ہوجاتی ہے، اور اس کے جمال اور حُسن اور خوشبو میں لاکھوں گنا اضافہ ہوجاتا ہے۔

پھر وہ جنت کہتی ہے کہ مومن کامیاب ہوگئے، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، تجھے مبارک ہو اے بادشاہوں کی منزل میری عزت، جلال اور عفت مکانی کی قسم میں نہیں ٹھہراؤں گا تیرے اندر کسی ظالم، بخیل متکبر، اور غرور کرنے والے کو، اور اللہ تعالیٰ عرش کی طرف ایک نظر ڈالتا ہے، تو وہ لاکھوں گنا کشادہ ہوجاتا ہے، اور اس کی ہر کشادگی میں لاکھوں دنیا ہوتی ہے، کہ ہر دنیا کی کشادگی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر وہ عرش ہلنے لگتا ہے، اور حاملینِ عرش پر بھاری ہوجاتا ہے، بعض بعض کی طرف جھکنے اور گرنے لگتے ہیں، حالانکہ وہ اللہ کی تمام مخلوقات سے کئی گنا زیادہ ہوتے ہیں، تو عرش کہتا ہے تو پاک ہے اے خدا، تو جہاں بھی تھا، اور جہاں بھی ہو، تو حاملینِ عرش آواز دیتے ہیں، پاک ہے وہ ذات کہ کوئی نہیں جانتا کہ کہاں ہے، (قوت القلوب ۱۰۸/ حضرت ابوطالب مکی)

(۵) حضرت فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے تو مجھے صبح کے بعد اور عصر کے بعد کچھ دیر یاد کر لیا کر یہ عمل تجھے سارے دن کے لئے کافی ہو گا، (مکاشفتہ القلوب اردو)

(۶) بعض علماء کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میں کسی شخص کے دل کو اپنی یاد میں سرگرم عمل دیکھتا ہوں، تو میں اس کے جملہ امور کا متولی ہو جاتا ہوں، اور میں اس کا ساتھی، اس کا ہم نشین اور ہم سُخن بن جاتا ہوں، (مکاشفتہ القلوب اردو)

(۷) حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ذکر دو ہیں، ایک تو تنہائی میں اللہ کو یاد کرنا، جو بہت عمدہ اور اجر عظیم کا سبب ہے، اور اس سے بھی بہتر ذکر یہ ہے کہ انسان اللہ کی حرام کردہ چیزوں میں اللہ کو یاد رکھے اور ایسے امور سے باز رہے، مروی ہے کہ یاد الٰہی میں زندگی بسر کرنے والے کے سوا ہر انسان موت کے وقت پیاسا جاتا ہے، (مکاشفتہ القلوب)

(۸) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جنتی اس لمحے کے سوا جو یاد الٰہی میں بسر نہیں ہوا، کسی چیز پر حسرت نہیں کرے گا، (مکاشفتہ القلوب اردو)

(۹) حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا الٰہ العالمین جب تو مجھے دیکھے کہ میں ذکر کرنے والوں کی مجلس سے اٹھ کر غافلوں کی مجلس میں جا رہا ہوں تو میرے پاؤں توڑ دے، بلاشبہ میرے اوپر یہ تیرا انعام ہو گا، (مکاشفتہ القلوب اردو)

(۱۰) فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے نیک محفل، مومن کے لئے دو لاکھ بری مجلسوں کا کفارہ ہے، (مکاشفتہ القلوب اردو)

(۱۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے، آسمان کے رہنے والے ان گھروں کو جن میں یاد الٰہی ہوتی ہے ایسے دیکھتے ہیں جیسے تم ستاروں کو دیکھتے ہو، (پُر شوق نگاہوں سے) (مکاشفتہ القلوب اردو)

در بیان شُغلِ اعظم

شغلِ اعظم بر مریداں ہست واجب در نخست

دیدۂ دل تا شود در جلوۂ باری درست

سب سے زیادہ راہ طریقت کا ارادہ کرنے والوں کے لئے جو شغل ضروری ہے وہ شغل اعظم ہے تاکہ اس کے ذریعہ آئینۂ قلب تجلیاتِ باری کا عکس قبول کرنے کے لائق ہو جائے۔

تشریح، عنوانات میں درجہ بدرجہ ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے دامن مرشد سے منسلک ہونے کے بعد جب علم اور عقائد کا معاملہ درست ہوگیا، تو پھر عملی طور پر طریقت میں کس طرح قدم رکھا جائے، اس کا بیان یہاں سے شروع ہوتا ہے، اس سلسلے میں شیوخ طریقت نے کچھ اصول مرتب کئے ہیں ان کو اذکار و اشغال کہتے ہیں، تاکہ ان کے ذریعہ مطلوب حقیقی کی معیت اور قربت حاصل ہوجائے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے،

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ ﴿البقرۃ: ۱۵۲﴾

تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا، دوسری جگہ ارشاد فرمایا،

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ ﴿آل عمران: ۱۹۱﴾

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کو یاد کرتے ہیں، اُٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے، مطلب یہ ہے کہ، یہ لوگ ہر وقت اس کی یاد کرتے ہیں، اور جو ان کی راہ پر چلتا ہے، وہ ہر وقت اللہ کو یاد کرے،

حدیث پاک میں ارشاد ہے،

اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ وَتَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاہُ اور اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ

کہ جب میرا بندہ مجھ کو یاد کرتا ہے اور میرے نام سے اس کے ہونٹ ہلتے ہیں، میں اس کے ساتھ ہوجاتا ہوں، اور جو مجھ کو یاد کرتا ہے، میں اس کا ہم جلیس و ہم نشین ہوں۔

ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو ہمہ وقت ذکر مطلوب ہے، گویا اللہ تعالیٰ کی یاد میں اس طرح مشغول رہو کہ اپنی خواہش نفس سے کوئی بھی کام نہ کرو، بلکہ ہر کام میں ہر سانس میں، اسی کا دھیان اور اسی کا ذکر ہو، محققین اصفیاء نے اذکار و اشغال کا جو سلسلہ جاری کیا ہے اس کی اصل در حقیقت شریعت ہی ہے، کیوں کہ حضور اکرم ﷺ نے افضل الذکر، لا الٰہ الا اللہ، فرمایا ہے، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ذکر کے بہت سے اقسام ہیں، لیکن سب سے بہتر ذکر، لا الٰہ الا اللہ، لفظ افضل، اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے، لیکن شغل کا تعلق شریعت سے کہیں یقینی ہے، کہیں ظنّی ہے، اور کہیں احتمالی ہے، جس کی وجہ سے بعض حضرات کو اشتباہ ہوجاتا ہے، کہ شرعی طور پر اس کی بنیاد بظاہر نظر نہیں آتی، جس طرح کہ حدیث پاک میں ہے،

اِجْعَلْ بَصَرَكَ حَيْثُ تَسْجُدُ۔

یعنی بحالت نماز کھڑے ہونے کے وقت اپنی نظر کو سجدہ گاہ پر جمائے رکھو۔

تو جس طرح یہ حکم برائے تعظیم و ادب ہے اسی طرح قلب و نظر کی یکسوئی کے لئے بھی ہے، اسی وجہ سے صوفیائے کرام نے یکسوئی حاصل کرنے کے لئے، اذکار و اشغال کا سلسلہ جاری کیا ہے۔

اس تمہید کے بعد اذکار و اشغال کی حیثیت معلوم ہوگئی، اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ قلب و نظر کی یکسوئی ضروری ہے، تاکہ تمام طرف سے خیالات سمٹ کر ایک مرکز پر قائم ہوجائیں، اس سلسلہ میں سب سے پہلا شغل مصنف رحمۃ اللہ علیہ، شغل اعظم کے نام سے بیان کر رہے ہیں اور اس کا مقصد صرف اس قدر بتلا رہے ہیں کہ یہ شغل اس لئے ضروری ہے کہ اس کے ذریعہ قلب سالک میں تجلیات الٰہیہ قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجائے، اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے، کہ گناہوں کا گرد و غبار اور اعمال نفسانیہ کے خس و خاشاک کو جھاڑ کر قلب کے آئینہ کو بالکل صاف و شفاف کردیا جائے، فرماتے ہیں،

شغلِ اعظم وجہِ مرشد دیدنی را نام داں

ہم چنیں صد نام یک کم از زبان سالکاں

ترجمہ، مرشد کے چہرے کو دیکھنے کا نام، شغل اعظم ہے،

اور اس شغل کے اہل سلوک کی اصطلاح میں ننانوے نام ہیں۔

تشریح، اس شغل کی اصل بنیاد، تصور شیخ ہے، کہ قلب سالک میں ہر وقت تصور شیخ، کا دھیان رہے، کیوں کہ راہ سلوک میں، سب سے پہلی منزل فنافی الشیخ کی ہے، اس کے بعد پھر فنافی الرسول کی اور سب سے آخر فنافی اللہ کی منزل ہے، تصور شیخ کا مطلب یہ ہے کہ شیخ کا چہرہ ہر وقت اس کی نگاہ تصور میں رہے، اور سالک کو یہ دھیان رہے کہ میرے ہر کام کو شیخ دیکھ رہے ہیں، اور میں نے جو عہد و پیمان خدا عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے لئے مرشد کے سامنے کئے ہیں، ان پر عمل کرنا میرے لئے ضروری ہے، اور ان تمام امور سے مرشد باخبر ہی نہیں بلکہ وہ باقاعدہ طور پر اپنی نگرانی میں اللہ تبارک و تعالیٰ تک پہونچنے والے راستے کی رہبری کر رہے ہیں، اور میرے تمام تر خیالات، گفتار، و کردار کا معاملہ مرشد کے سپرد ہے، اگر مرشد کے حکم کے خلاف میں کوئی کام اعلانیہ یا خفیہ کروں گا، تو اکتساب فیض کا دروازہ بند ہوجائے گا، جب اس تصور میں ترقی ہوتے ہوتے، یہ درجہ آتا ہے کہ ذات سالک، مرشد کی ذات مبارک کے سامنے بالکل ہیچ ہوجائے، اور تمام امور میں اتباع شریعت و طریقت مرشد کے حکم کے مطابق ہونے لگے تو اسی کو فنافی الشیخ کہتے ہیں، (کلید اعجاز شرح اردو مثنوی گنج راز مصنف، صوفی عبدالرحمٰن فتح آبادی قدس اللہ سرہ العزیز)

تصور شیخ کی سند

صوفیاء حضرات قرآن پاک کی ان آیات سے لیتے ہیں،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿التوبة: ۱۱۹﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو

صادقین کا مطلب یہ ہے کہ جو صادق العلم، صادق العمل، صادق القال، صادق الحال ہوں، دوسری آیت میں ارشاد ہے،

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ﴿لقمان: ۱۵﴾

ترجمہ، اس کا اتباع کرو جس کا میلان میری طرف ہو۔

ظاہر بات ہے کہ مرشد کامل میں یہ تمام خصوصیات ہوتی ہیں، تو پھر ہر وقت شیخ کے ساتھ جسم ناسوتی اور ذہن لاہوتی کے ساتھ رہنے سے حکم الٰہی کی تعمیل اور دارین کی سعادت حاصل ہوتی ہے، اس شغل کے بہت سے نام ہیں، مگر مصنف نے شغل اعظم، اس کا نام اس لئے رکھا ہے کہ،

شغل اعظم زیں جہت گفتند اکثر رازداں

کز مثال دیو خالی می شود دل اندرراں

ترجمہ، اکثر محققین صوفیاء نے اس شغل کا نام، شغل اعظم اس لئے رکھا ہے کہ اس کے ذریعہ قلب سالک شیطانی تصورات سے خالی ہوجاتا ہے۔

تشریح☆ چہرۂ مرشد ہمہ وقتی تصور کو اکثر صوفیاء کرام نے شغل اعظم، اس وجہ سے کہا ہے کہ انسان کے دل پر جو شیطانی اثرات ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے اس کا دل دنیا کی رنگینیوں میں پھنسا رہتا ہے، رفتہ رفتہ زائل ہونے لگتے ہیں، کیوں کہ قلب انسانی دو چیزوں سے مرکب ہے، نفس اور روح سے، نفس میں کثافت ہے اور روح میں لطافت، کثافت کا تعلق سیئات سے ہے اور لطافت کا حسنات سے۔

جو دل ذکر الٰہی سے خالی ہوتا ہے اس پر نفس کا غلبہ ہوتا ہے، تو قلب بھی اس کے برے اثرات سے لازمی طور پر متاثر ہوتا ہے، اس تاثیر کی وجہ سے انسان ایسے امور میں مبتلا ہوجاتا ہے جو رحمت خداوندی سے محرومی کا سبب ہوتا ہے، لیکن جب تصور شیخ قائم رہتا ہے، تو پھر کسی بھی غلط کام کا ارادہ کرنے کے وقت مرشد کا چہرۂ انور سامنے آجاتا ہے، تصوراتی اعتبار سے بھی، اور بعض مرتبہ جسم مثالی کی صورت میں، سالک جب یہ منظر دیکھتا

ہے تو پھر اس کے قدم خود بخود رک جاتے ہیں، اور بطفیل مرشد قلب کا رشتہ نفس سے منقطع ہوکر روح سے منسلک ہوجاتا ہے، تو گویا قلب کا تمام کام مرشد کی نگرانی میں چلتا ہے، اور مرشد کامل چونکہ بحرِ معرفت کا غوّاص ہوتا ہے، اس لئے اس کے ہوتے ہوئے شیطان کا قابو دل پر نہیں ہوپاتا، اور برے اثرات سے دل محفوظ رہتا ہے، آگے فرماتے ہیں،

وَجہِ حق در وَجہِ مرشد می نگر در دل مدام

مومن است آئینۂ مومن مرادِ ایں کلام

ترجمہ، ہمیشہ دل میں چہرۂ مرشد کے ذریعہ تجلّیات باری کا مشاہدہ کر، اس کلام کا مقصد یہ ہے کہ مومن، مومن کا آئینہ ہے۔

تشریح☆ اس شغل کی صورت یہ ہے کہ مرید کے دل و دماغ میں یہ خیال بیٹھ جائے کہ مرشد کی ذات میرے سامنے ہے اور میں ہمہ وقت اس کی نگرانی میں ہوں، اس کے حضور میں حاضر ہوں، اور مرشد کے قلب مبارک کے محاذ میں میرا دل ہے، جو فیضان تجلّیات باری کا مرشد کے قلب پر بلا واسطہ ہورہا ہے، میرے دل پر بعینہٖ وہی فیضان قلب مرشد کے واسطے سے ہورہا ہے، جس طرح آئینہ کے محاذ میں جو چیز آتی ہے، اس کا مکمل عکس آئینہ میں منعکس ہوجاتا ہے، اسی طرح مرشد کامل کے قلب مبارک کے آئینہ کے محاذ میں جب مرید کا قلب ہوگا، تو تجلیات باری کا مشاہدہ قلب مرشد کے واسطے سے مرید کے قلب میں ہوگا، وجہِ مرشد سے یہاں مراد صرف چہرہ نہیں ہے، بلکہ ذات شیخ، جس کو تصور سے تعبیر کیا جاتا ہے، مراد ہے، اور

اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ

کا مطلب بھی یہی ہے، کیوں کہ ایمان کی لذت سے آشنا قلب ذاکر یعنی ذکر کرنے والا دل ہوتا ہے، اور اسی قلب ذاکر میں تجلیات باری کا مشاہدہ بچشم دل ہوتا ہے، پس جب ایک مومن کا دل دوسرے مومن کے محاذ میں ہوجاتا ہے، تو قلب اعلیٰ سے قلب ادنیٰ میں انعکاس تجلیات ہوتا ہے، اسی کو☆ اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ ☆ کہتے ہیں، (کلید اعجاز شرح اردو مثنوی گنج راز مصنف، صوفی عبدالرحمٰن فتح آبادی قدس اللہ العزیز)

باب ۴۶

فنـاء اور بقـاء کا بیان

حالِ فناء

صاحبِ عوارف المعارف خواجہ شہاب الدین سہروردی قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز فرماتے ہیں کہ فناء کا مطلب ہے لذّات کو فناء کر دینا، اس طرح کہ بندۂ حق کے لئے کسی چیز میں کوئی خط باقی نہ رہے، صرف یہی نہیں بلکہ خدا کی ذات میں اس طرح فناء ہونا کہ ہر چیز سے مشغولیت فناء ہو جائے، جیسا کہ شیخ عامر بن عبداللہ نے ارشاد فرمایا، مجھے اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ میں نے عورت کو دیکھا یا کسی دیوار کو، پس ایسا شخص ہر وقت تمام مخالفتوں سے کٹ کر یادِ الٰہی میں مصروف رہتا ہے، (عوارف المعارف اردو، ص ۶۸۸، از خواجہ شہاب الدین سہروردی)

فنا کی مزید وضاحت

اہلِ حق کا ظرف کبھی اس قدر وسیع ہو جاتا ہے کہ اس پر روحاً اور قلباً فنا کا اطلاق ہوتا ہے، بایں ہمہ وہ اپنے ارد گرد وقوع میں آنے والے افعال و اقوال سے بے خبر نہیں ہوتا، فنا کی ایک صورت اور نوعیت یہ بھی ہے کہ اس کے تمام افعال و اقوال کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہو، اور وہ اپنے تمام امور میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا منتظر رہے تاکہ کاموں کا ذمّہ دار وہ نہ بنے بلکہ اللہ تعالیٰ ہو، ایسا شخص جو اپنے اختیار کو ترک کر کے فعلِ خداوندی کا منتظر رہے اور ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، اور باطن میں تمام تر امور کو بھی اسی کی طرف رجوع کرے وہ فانی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ اس فنا کے بعد اپنے اس بندے کے اختیار کو بحال کر دے اور اس کو امور متعلقہ کی انجام دہی میں تصرف حاصل کرنے پر اس کو مختار بنا دے، یعنی وہ اپنے کاموں کو جیسا چاہے کرے، اور وہ فعلِ خداوندی اور اس کی اجازت کا منتظر نہ رہے تو وہ بندۂ حق باقی ہے، (عوارف المعارف اردو، ص ۶۹۰، از خواجہ شہاب الدین سہروردی)

باقی کا مقام

باقی (بقا ہونے والا) ایسے مقام پر فائز ہوتا ہے جہاں حق اور مخلوق میں حجاب باقی نہیں رہتا، (خلق حق سے محجوب نہیں ہوتی) لیکن اس کے برعکس محجوبِ حق جو فانی ہے وہ

خلق کے حق سے محجوب ہے، یہ فنائے ظاہری ارباب قلوب اور ارباب حال کے لئے مخصوص ہے، لیکن فنائے باطنی اس بندۂ حق کے لئے ہے جو احوال کی بیڑیوں سے رہائی پاکر (احوال سے ترقی کرکے) اللہ تعالیٰ کے پاس پہونچ گیا ہے، اور احوال کا قیدی و پابند نہ رہا ہو بلکہ وہ اپنے دل کے دائرۂ عمل سے نکل کر اس ذات تک پہونچ گیا ہو جو مقلب قلب ہے اور قلب کے ساتھ نہ رہا ہو، (عوارف المعارف اردو، ص ۶۹۱، از خواجہ شہاب الدین سہروردی)

بقاء کیا ہے

بقاء اسی فنا کے پیچھے پیچھے ہوتی ہے، اور بقاء کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنی ہر چیز کو فناء کردے اور خود کو صرف اللہ کے لئے باقی رکھّے، کہا جاتا ہے کہ باقی وہ ہے جس کے لئے تمام اشیاء شئے واحد بن جائے، اور اس کی تمام حرکات حق کی موافقت میں ہو جائیں، بغیر کسی اختلاف کے یعنی وہ مخالفتوں کو فنا کرکے موافقت کے لئے باقی رہ جائے، (عوارف المعارف اردو، از خواجہ شہاب الدین سہروردی)

تشریح فناء بقاء

سربراہ اعظم سلسلۂ ابوالعلائیہ حضور قطب الواصلین حضرت سیدنا سرکار خواجہ امیر ابوالعلاء سرتاج آگرہ قدس اللہ سرہ العزیز اپنے رسالہ فناء بقاء میں تحریر فرماتے ہیں۔ فنافی الافعال، فنافی الصفات، فنافی الذات، کے تعلق سے جس کا ترجمہ آپ کے سامنے ہے، راہ سلوک پر عمل کرنے والوں کے لئے یہ باتیں بڑی کار آمد ہیں، اس کی تین قسمیں ہیں، اول فنافی الافعال، دوم فنافی الصفات، سوم فنافی الذات۔

فناءفی الافعال

سالک کا اپنے اختیار و تمام عالم کے اختیار سے باہر آنا ہے، اور اس سے غرض یہ ہے کہ، ایسے تمام حرکات و سکنات و افعال کہ جن کو وہ اس سے پہلے دوسروں کی طرف نسبت کرتا تھا، اور ان کو اپنی طرف سے اور نیز دوسروں کی طرف سے جانتا تھا، ان سب کو وہ حق کی طرف نسبت کرے، اور سب کو حق کی طرف سے جانے، اور اپنے تمام افعال کو حق کی طرف ایسے خیال کرے، کہ جس طرح کنجی کی حرکت کو ہاتھ کے ساتھ نسبت ہے، اور مردہ کی جنبش کو غسل دینے والے کے ہاتھ کے ساتھ نسبت ہے، کسی شئے اور کسی چیز کو کسی غیر حق کی طرف نسبت نہ کرے کہ صوفیاء کرام کے گروہ کے نزدیک اس کا نام بھی شرک اور کفر ہے۔

رباعی، ترجمہ، ازل کے صیاد حقیقی نے دانہ و جال پھیلا کر ایک طائر کو مقید کر کے اس کا نام آدم رکھ دیا، جو نیک و بد دنیا میں ہو رہا ہے، خود اس کا وہ فاعل ہے، عام لوگوں پر یہ ایک بہانہ اور حیلہ قائم کر دیا وہ کمان دار حقیقتاً خود اپنی کمان میں تیر رکھتا ہے، اور معشوقوں کی ابروؤں کا بہانہ ہے، (اسرار ابوالعلاء)

فناءفی الصّفات

فنافی الصفات سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنے تمام صفات کو و نیز دوسروں کے تمام صفات کو صفات حق جانے اور اپنی صفت اور دوسروں کی ہر صفات کو کہ جس سے مراد، علم، اور، ارادت، اور، مشیت، اور، قدرت، اور، سمع، اور، بصر، اور، کلام وغیرہ، ہے، جس طرح اس سے پہلے اپنی طرف اور دوسروں کی طرف نسبت کرتا تھا، اپنی ملکیت اور دوسروں کی ملکیت جانتا تھا، سب کو حق کی طرف نسبت کرے، اور حق کی صفات جانے پھر کبھی اپنی طرف و نیز دوسروں کی طرف نسبت نہ کرے، کیوں کہ یہ حالت بھی اس طائفہ عالیہ کے نزدیک شرک عظیم ہے۔

نقل ☆ فرماتے ہیں کہ جب حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ العزیز نے دار فنا سے دارالبقاء کی طرف سفر کیا، آپ کی روح پاک سے خطاب ہوا، اے بایزید تم ہماری بارگاہ میں کیا لائے، عرض کیا خداوندا تیری توحید لایا ہوں، جواب آیا نہیں، تم اس دودھ والی رات کو یاد کرو، اس سے غرض یہ تھی کی تم جو کچھ توحید لائے ہو، وہ دراصل کچھ نہیں ہے، یاد کرو کہ جس رات کو تم نے دودھ پیا تھا، اور تمھارے پیٹ میں درد ہوا تھا، کسی شخص نے تم سے پوچھا کہ درد کی کیا وجہ ہے، تم نے کہا کہ میں نے دودھ کا استعمال کیا تھا، اس وجہ سے میرے پیٹ میں درد ہے، جب کہ تم نے پیٹ کے درد کو دودھ سے نسبت کیا پھر تم کہتے ہو کہ میں توحید لایا ہوں۔

ایک خوش گفتار شخص نے باالذات بہت اچھا کہا ہے، کہ توحید دراصل تمام نسبتوں کے دور کر دینے کا نام ہے، سبحان اللہ جب کہ سلطان العارفین کی توحید ایک نسبت غیر حق کی وجہ سے توحید نہ سمجھی گئی، اور شرک کے معنی میں آ گئے، تو دوسری بات کی حالت کیا ہو سکتی ہے، جو اس مرض میں مبتلا ہیں، حق تعالیٰ خود قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے،

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ﴿یوسف: ۱۰۶﴾

ترجمہ، مومنین سے اکثر اشخاص خدا کے ساتھ ایمان صحیح نہیں رکھتے، فرماتے ہیں، جب تک تیری عادت تیری رہبر ہے تو درویش نہیں بلکہ منافقوں کا افسر ہے۔

فناء فی الذات

فناء فی الذات سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنی ذات اور تمام عالم کی ذات کو ذات حق جانے اور دیکھے، اس سے پہلے جس طرح کی وہ اپنی ذات کو اپنی ذات اور عالم کو عالم جانتا ہے، اس مرتبہ پر پہونچ کر تحقیق طور پر جانے اور اور نظر کرے کہ وہ سب حق ہے، اور یقین سمجھے اور خیال کرے کہ وہ حضرت حق تعالیٰ جل شانہٗ نے مرتبہ اطلاق سے نزول فرماکر ان مختلف صورتوں میں اور انواع انواع شکلوں میں ظہور فرمایا، وہی وہ ہے اور اس کا غیر موجود نہیں، اے سالک، تو جس شئے کو دیکھے یقین کر کہ وہ یار ہے اغیار نہیں، اور اس کا غیر وہم و گمان کے سوا ہستی نہیں رکھتا، وھو معکم، کے جس کی یہ تمام تجلیات ہیں، مگر ہر شخص اس کے دیدار کے لائق نہیں، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی حقیقت کو اس طرح پہچانے کہ میں میں نہیں ہوں، بلکہ حق ہے، جو اس صورت پر ظاہر ہوا ہے، پس ایسا شخص اپنے پروردگار کو پہچان لیتا ہے، اور دوسری جگہ فرمایا ہے، عَرَفْتُ رَبِّیْ رَبِّیْ، اس سے غرض یہ ہے کہ جب تک میں اپنے آپ کو میں جانتا تھا، میں نے حق کو نہیں پہچانا تھا، اور جب میں نے اپنے آپ کو بعد فنا حق جانا، میں اپنی ہستی سے الگ ہو گیا، اس وقت میں نے حق کو حق جانا، اے سالک جب تک تو ہے اور تیری ہستی قائم ہے، خدا کی خوشبو نہیں پا سکتا، اور جب تو خود فانی ہو جائے گا، اس وقت خدا کا جلوہ تجھے نظر آئے گا، لیکن اس مرتبہ عرفان اور اس درجہ فنا کے لئے ایک خاص ترتیب ہے، سالک کو چاہئے کہ وہ اس ترتیب کے موافق راہ سلوک کو طے کرے، تاکہ مقصود اعلیٰ پر پہونچ جائے، کہ بالذات خدا شناسی اور وصول الی اللہ ہے اور وہ ترتیب یہ ہے۔

اول، سالک کو چاہئے کہ وہ تمام عالم کو ایک آئینہ فرض کرے، اور انوار و جمال حق کو ہمیشہ اس آئینہ میں دیکھتا رہے، اور اس نسبت میں ایسا محو منہمک و مقید ہو جائے کہ یہ تصور کسی لحظہ و لمحہ دل سے دور اور آنکھوں سے اوجھل نہ ہو، ہر وقت اسی خیال میں مستغرق رہے، وہ وقت وہ مقام بہت اچھا بہت خوب ہے، ہر آئینہ میں یار کا چہرہ دکھائی دے، اس خیال کے انتہا پر بہت سے انوار و اسرار ظاہر اور لذتیں حاصل ہوں گی، بعدہٗ سالک کو چاہئے کہ اس مرتبہ سے ترقی کر کے مرتبہ اعلیٰ پر پہونچے اور تمام عالم کو حق دیکھے، اور ایسا خیال کرے کہ یہ سب حق ہے، کہ جو ان مختلف صورتوں اور شکلوں میں ظاہر ہو رہا ہے، سالک کو چاہئے کہ وہ اس خیال میں اس طرح ہمیشگی و محویت پیدا کرے کہ کسی ساعت اور کسی آن وہ اس خیال و تصور سے خالی نہ ہو، اس بارے میں بے حد کوشش و بے انتہا سعی پیش نظر رکھے، کیوں کہ کوئی مقصود بغیر کوشش و محنت کے حاصل نہیں ہو سکتا، کوشش ایک ایسی شئے ہے، کہ طالب کو مقصود پر پہونچا دیتی ہے، اس لئے سعی لازم ہے اور زبانی قیل و قال قطعی

چھوڑ دینا چاہئے، تاکہ سالک کا دل اور اس کی آنکھیں حضور حق میں محو ہوجائیں، پس اس کوشش کی انتہا پر وہ بہت سے تجلیات کو دیکھے گا، اور طرح طرح کی لذتیں پائے گا۔

سالک کو جاننا چاہئے کہ باخدا ہونے کے معنی اپنی ہستی سے گزر جانے اور نیست ہوجانے کا مطلب یہی ہے، اور جملہ طالبان خدا کا مقصود و مطلوب یہی ہے، اور تمام فقراء کی انتہا اور مقام کے کمال پر پہونچ جانا فنافی اللہ کا حاصل ہوجانا ہے، جس سالک کا شیوہ فنا اور طریقہ فقر ہے، اس کو نہ کشف و یقین سے مطلب اور نہ معرفت و دین سے غرض ہے، بلکہ وہ ان سب سے گزر کر خدا ہی خدا رہ جاتا ہے، فقر جس وقت کامل ہوجاتا ہے، خدا کے سوا کچھ نہیں رہتا، یہی وجہ ہے کہ دراصل صوفی ایسے شخص کو نہیں کہتے کہ وہ چلہ کشی کرے، خلوتوں و ریاضتوں میں مشغول رہے، بلکہ صوفی وہ ہے کہ جو اپنے آپ کو فنا کردے، اور جب صوفی اس مقام پر پہونچتا ہے تو اس کے اثرات منکشف ہوجاتے ہیں، (اسرار ابوالعلاء)

باب ۴۷

حقوقِ شیخ (پیر) اور مرید

شیخ کے ساتھ آداب

مرید پر واجب ہے کہ ظاہر میں اپنے شیخ کی مخالفت نہ کرے اور باطن میں اس پر اعتراض نہ کرے، کیوں کہ گناہ کرنے والا ظاہر میں ادب کا تارک ہوتا ہے، اور دل سے اعتراض کرنے والا اپنی ہلاکت کے پیچھے پڑتا ہے، بلکہ مرید کو چاہئے کہ شیخ کی حمایت میں ہمیشہ کے لئے اپنے نفس کا دشمن بن جائے، شیخ کی ظاہری اور باطنی طور پر مخالفت سے اپنے آپ کو روکے اور نفس کو جھڑک دے، اور قرآن پاک کی یہ آیت کثرت سے تلاوت کرے،

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿الحشر: ۱۰﴾

اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب بیشک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے،

رومی مولا میرے خُسروئے باوفا جانتے تھے سبھی پیر کا مرتبہ
پیر ہی ہے صفاتِ خدا یا لیقیں ہے فنا پھر بقا پیر کا مرتبہ
اس میں جلوہ نما ہے خدا مصطفیٰ جان لو ہے یہی پیر کا مرتبہ
نور ہی نور ہے ظاہری باطنی کتنا اعلیٰ ہوا پیر کا مرتبہ
منزل عشق کی ابتداء انتہاء
ہے یہی ارشدی پیر کا مرتبہ

مؤلف صوفی محمد عمار ارشدی عرض کرتا ہے کہ، پیر کے مرتبہ کو کوئی مرید ہرگز ہرگز سمجھ نہیں سکتا صرف قیاس کر سکتا ہے، پیر کے مراتب کو جس نے جتنا سمجھا اتنا عشق کیا اور اسے اسی طرح عروج حاصل ہوا، پیر ایسی عظیم الشان چیز ہے، کہ اگر وہ چاہے تو مرید کو ایک پل میں بے شمار مراتب طے کرادے، جس نے پیر کی عظمت پہچانا اس نے اللہ جل وعلا اور رسول اکرم ﷺ کی عظمت کو پہچانا، پیر کی عظمت کا بیان مجھ جیسے کم عقل سے نہیں ہو سکتا، (مؤلف)

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر شیخ سے کوئی ایسی بات ظاہر ہو جو شریعت میں ناپسند ہے، تو مثالوں اور اشاروں سے اس کو خبردار کرے، واضح طور پر نہ کہے تاکہ اس کے دل میں اس سے نفرت نہ پیدا ہو، اگر اس میں کوئی عیب دیکھے تو پردہ پوشی کرے اور اپنے نفس کو تہمت لگائے اور شیخ کے لئے کوئی شرعی تاویل کرے، اگر شرعی طور پر کوئی عذر نہ ہو سکتا ہو تو اس کے لئے بخشش طلب کرے، اور توفیق، علم، بیداری، حفاظت، اور حمیت و غیرت کی دعا مانگے، لیکن مرشد کو معصوم نہ سمجھے، اس بات کی کسی دوسرے کو اطلاع نہ کرے، اور دوسرے دن یا کسی دوسرے وقت واپس آئے تو اس عقیدے کے ساتھ آئے کہ وہ عیب اب ختم ہو چکا ہو گا، اور شیخ اس سے اگلے مرتبہ کی طرف منتقل ہو چکا ہو گا، اس پر ٹھہرا نہیں ہو گا، اور یہ بات اس سے غفلت اور دو حالتوں کے درمیان جدائی کے باعث ہوئی ہے، کیوں کہ دو حالتوں کے درمیان کچھ فصل ہوتا ہے، اور شرعی رخصتوں، اباحتوں کی طرف رجوع نیز عزیمت اور سختی کو ترک کرنے کا حق ہوتا ہے، جس طرح دو کمروں کے درمیان دہلیز اور دو مکانوں کے درمیان ایک مکان ہوتا ہے، یہ وہ مقام ہے جہاں پہلی حالت ختم ہوتی ہے، اور دوسری حالت کی چوکھٹ پر کھڑا ہوتا ہے، (ابھی اندر داخل نہیں ہوتا لہٰذا اس وقت کچھ کوتاہی ہو سکتی ہے)

ایک ولایت سے دوسری ولایت کی طرف انتقال ہے، ایک ولایت کا لباس اتار کر دوسری ولایت کا لباس پہننا ہے، جو اعلیٰ و اشرف ہے، کیوں کہ ان لوگوں کو قرب الٰہی سے حصول میں روزانہ اضافہ حاصل ہوتا ہے، اگر مبتدی سالک اپنے شیخ کو غضبناک پائے، اس کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھے، یا کسی قسم کا اعراض محسوس کرے، تو اس سے تعلق ختم نہ کرے بلکہ اپنے باطن کی کھوج لگائے، شیخ کے حق میں جو بے ادبی کوتاہی ہوئی، اگر اس کا تعلق امر خداوندی کے بجانہ لانے اور منہیات شریعت کے ارتکاب سے ہے تو اپنے رب عزوجل سے بخشش مانگے، توبہ کرے اور دوبارہ یہ ظلم نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے، پھر شیخ کے ہاں عذر پیش کرے، عاجزی و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے معافی طلب کرے، مستقبل میں مخالفت ترک کر کے اس کی محبت اختیار کرے، ہمیشہ ساتھ رہے اور اس کی موافقت کرے، اور اسے اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ اور واسطہ بنائے، اور ایسا طریقہ و سبب سمجھے جس کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کا وصل حاصل کرے، جس طرح کوئی بادشاہ کے پاس جانا چاہتا ہے لیکن اس کے ساتھ اس کی کوئی جان پہچان نہیں، تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ بادشاہ کے کسی دربان، خدمت گار یا خاص آدمی سے دوستی لگائے، تاکہ وہ اسے بادشاہ کی سیاست ملکی طور طریقوں سے آگاہ کرے، بادشاہ کے سامنے جانے کے آداب، اس سے گفتگو کا طریقہ، اور کسی قسم کے طحائف اس کے سامنے پیش کرنے ہیں، جن کی مثل اس کے خزانے میں نہیں، اور وہ کون سی چیز ہے جس کی افزائش اسے پسند ہے، وغیرہ تمام باتیں سیکھے پھر دروازے کی طرف آئے، دروازہ چھوڑ کر مکان کی پچھلی طرف سے نہ آئے، پس ملامت

کیا جائے گا، اور توہین آمیز سلوک ہوگا، اور بادشاہ سے اپنی غرض اور مقصود بھی حاصل نہیں کر سکے گا، ہر داخل ہونے والے پر دہشت طاری ہوتی ہے، لہٰذا ایک ایسا آدمی ہونا چاہئے جو اسے اندر جانے اور ملاقات کے آداب یاد دلاتا رہے، اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مناسب جگہ پر بٹھائے، یا وہ جگہ بتادے تاکہ وہ توہین آمیز سلوک سے بچ جائے، اور بے ادبی اور حماقت کا نشانہ نہ بنے۔

مرید کو اس بات کا یقین ہونا چاہئے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ جاری ہے کہ زمین میں شیخ بھی ہو مرید بھی، صاحب اقتدار بھی ہو اور ماتحت بھی، تابع بھی ہو اور متبوع بھی، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، تو انھیں تمام چیزوں کے نام سکھائے اور ابتداء وہیں سے ہوئی، انھیں استاذ کے ساتھ شاگرد اور شیخ کے ساتھ مرید کی طرح کر دیا، اور فرمایا اے آدم علیہ السلام یہ گھوڑا ہے، یہ خچر ہے، یہ گدھا ہے، حتّٰی کہ ان کو بڑے اور چھوٹے پیالے کا نام بھی سکھایا، اور جب ان کی تعلیم و تربیت مکمل ہوگئی، تو ان کو استاذ، معلم، شیخ، اور حکیم بنایا، طرح طرح کے لباس اور زیو رات سے آراستہ کیا قوت گویائی عطا فرمائی اور جنت میں کرسی پر بٹھا کر فرشتوں کو ان کے گر دصفوں کی صورت میں کھڑا کیا اور جب فرشتے چیزوں کا نام بتانے سے عاجز رہے انھیں ان کا علم نہ ہو سکا اور انہوں نے عرض کیا تو پاک ہے ہمیں تو اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھایا تو فرمایا اے آدم علیہ السلام ان فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتائیں تو گویا فرشتے آدم علیہ السلام کے شاگرد اور آپ ان کے استاذ ہوئے حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو تمام چیزوں کے نام بتادئے جس طرح قرآن پاک میں آیا اس سے فرشتوں پر ان کی فضیلت ظاہر ہوگئی اور وہ اللہ تعالیٰ نیز فرشتوں کے نزدیک اشرف قرار پائے حضرت آم علیہ السلام متبوع اور فرشتے ان کے تابع اور فرمانبردار بنے، (غنیۃ الطالبین اردو)

مرید اور مراد کی تشریح

حضور شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فتوح الغیب میں ارشاد فرمایا جس کا ترجمہ، حضور سیدنا خواجہ صوفی علامہ سید الحکیم حضرت سکندر شاہ بنارسی جہانگیری قدس اللہ سرہ العزیز (خلیفۂ حضور فخر العارفین علامہ سید عبد الحئی شاہ ثانی جہانگیر قدس اللہ سرہ العزیز) نے کی، فرماتے ہیں تو اس سے خالی نہیں ہے کہ تو یا تو مرید ہوگا یا مراد، اگر تو مرید ہے تو تو بوجھل کیا گیا ہے، اور بہت بوجھ اٹھانے والا ہے اور تو ہر ایک بھاری اور سخت بوجھ کو اٹھائے گا، اس لئے کہ تو طالب ہے، اور طالب سختی اور مشقت اٹھانے والا ہے، حتّٰی کہ وہ اپنے مطلوب کو پہونچ جائے، اور اپنے محبوب کے ساتھ کامیاب ہوجائے، اور اپنے مراد و مقصود کو پالے، تو اب تجھے بہتر نہیں ہے کہ تیری ذات پر تیرے مال اور اہل و اولاد پر جو بلا نازل ہوتی ہے اس سے فرار کرے، بلکہ لازم ہے کہ اس پر قرار کرے، یہاں تک کہ بوجھ تجھ سے گرا دیا جائے، اور اذیت و تکلیف

اور ذلت کو تجھ سے دور کر دیا جائے، پھر تمام رزائل نفسانی اور ہر میل کچیل اور اہانت اور بیماری و درد اور ہر ایک احتیاج مخلوق سے تیری حفاظت و نگہداشت کی جائے، اس کے بعد تجھے مریدان حق کے بالاتر مقام میں اور نازونعم یافتہ مریدین کے زمرہ میں داخل کیا جائے۔

اور اگر تو مراد ہے اور تجھ پر بلائیں آئیں، تو بلاؤں کے نازل کرنے میں تو ہرگز حق تعالیٰ پر تہمت نہ لگا اور اس کے نزدیک تیری جو قدر و منزلت ہے، اس میں ہرگز شک نہ کر اس واسطے کہ حق تعالیٰ تجھ پر کبھی اس وجہ سے بلا نازل کرتا ہے تاکہ مردان راہ کے درجہ تک تجھ کو پہونچائے، اور تیری منزل (تیرا مقام) اولیاء اور ابدال کی منازل و مقامات تک بلند کرے، کیا تو پسند کرتا ہے کہ تیری منزل ان کی منازل سے اور تیرا درجہ ان کے درجات سے گھٹ جائے اور تیرا خلعت تیرا نور ایمان اور تیری نعمت ان سے کم ہو جائے، پھر اگر تو اس کمی پر راضی بھی ہے تو حق تعالیٰ اس پر راضی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے، یعنی اللہ تعالیٰ جو تمھارے لئے اعلیٰ اور روشن اور ارفع اور اصلح مقام کو پسند کرتا ہے اور تو انکار کرتا ہے، پھر اگر تو یوں کہے کہ ابتلا تو طالب و مرید کے لئے ہے، اور محبوب نازو پروردہ (مراد) ہے، تو اس تقسیم و بیان کے ساتھ، مراد، محبوب نازپروردہ کا ابتلا کیوں کر صحیح ہوگا، تجھے اس کا جواب دیا جائے گا، کہ ہم نے اولاً، اغلب کو ذکر کیا ہے، اور ثانیاً نادر الوقوع اور ممکن الوجود کو بیان کیا ہے، چنانچہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ (ہمارے آقا و مولیٰ رسول مقبول ﷺ) تمام محبوبوں کے سردار ہیں، اور سب لوگوں سے شدید ترین بلا آپ پر تھی، اور بے شک آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے دین میں میں جس قدر ڈرایا گیا ہوں، اس قدر کوئی دوسرا نہیں ڈرایا گیا، اور جس قدر اللہ کی راہ میں تکلیف دیا گیا ہوں، کسی اور کو اتنی تکلیف نہیں دی گئی، بے شک مجھ پر تیس دن اور تیس راتیں ایسی گزری ہیں کہ ان دنوں اور راتوں میں ہمارے لئے اس قدر کھانا ہوتا، جس قدر کہ کسی شئے کو (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) کی بغل چھپا لیتی ہے۔

اور فرمایا ہم انبیاء کا گروہ درد بلا اور لوگوں سے زیادہ سخت ہے، پھر اسی طرح درجہ بدرجہ دوسرے خاصان خدا ہیں، اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والا اور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں، بس اب معلوم ہوا کہ کس طرح آپ جیسے نازپروردہ محبوب و مراد، مبتلا کئے گئے، اور کس طرح ڈرائے گئے، اور یہ مبتلا کرنا اور ڈرانا آپ کو جنت میں انتہائی منازل عالیہ پر پہونچانے کے لئے تھا، جیسے کہ ہم نے اشارہ کیا ہے کہ بدون عمل دنیا کے جنت میں منازل و درجات نہیں بلند کئے جائیں گے، دنیا آخرت کی کھیتی ہے، اور انبیاء و اولیاء کے احوال بجاآوری اور امر اور احتراز نواہی کے بعد حالت بلا میں صبر و رضا و موافقت کرنا ہیں اور بس پھر بلا ان سے دور کی جاتی ہے، اور وہ حصول دیدار الٰہی تک، ابدالآباد تک نازونعم اور فضل کے ساتھ ملائے جاتے ہیں، (فتوح الغیب)

عجز وانکساری

حضور غوث اعظم حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ العزیز غنیتہ الطالبین میں ارشاد فرماتے ہیں، کہ مبتدی کو چاہئے کہ ہمیشہ ذلت و رسوائی، محرومی، دائمی بھوک، گمنامی، لوگوں کی طرف سے مذمت، عزت، عطا، اور شیوخ و علماء، کی مجالس میں قرب کے اعتبار سے اپنے دوستوں اور اپنے جیسے لوگوں کو مقدم کرنے پر راضی رہے، خود بھوکا ہو جماعت سیر ہو کر کھائے، تمام معزز ہوں، اور اس کے حصے میں ذلت ہو، سب کی عزت کرے، اور اپنے لئے ذلت اختیار کرے اور اسے ہی اپنا حصہ سمجھے، جو شخص ان باتوں کو اختیار نہ کرے اور ان کی پابندی نہ کرے ممکن نہیں کہ وہ فلاح پا سکے، اور اس سے کوئی کارنامہ سرزد ہو، لہٰذا پوری کامیابی اور فلاح ان امور کے اندر ہے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے، (غنیتہ الطالبین)

پیر کا حق مرید پر اور مرید کا حق پیر پر

خواجہ بندہ نواز قدس اللہ العزیز فرماتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ العزیز کے مریدوں میں سے ایک مرید نے پوچھا کہ حضرت پیر کا حق مرید پر اور مرید کا حق پیر پر کیا ہے، حضرت شیخ نے جواب دیا بعد میں بتاؤں گا، دوسرے روز اس نے پھر وہی سوال کیا، اور شیخ نے وہی جواب دیا کہ بعد میں بتاؤں گا، جب تیسری مرتبہ اس نے پوچھا تو حضرت شیخ نے ایک خط لکھ کر اور ایک جاء نماز اس کے حوالے کیا، کہ یہ چیزیں میرے خلیفہ کو پہونچا دو، مرید الٹے پاؤں جیسا کہ مریدوں کا اظہار ادب کے لئے طریقہ ہوتا ہے، دروازہ کی طرف واپس ہوا، اس نے چاہا کہ جوتا اٹھا کر رکھ لے آگے پہنے گا، لیکن پھر دل میں سوچا کہ اس میں جو دیر لگے گی اس سے پیر کے حکم کی جلد تعمیل میں نقصان ہوگا، اس لئے ننگے پاؤں ہی روانہ ہو گیا، راستے میں اس کا گھر ملتا تھا، اس کا دل چاہا کہ بیوی بچوں سے رخصت ہو لے، لیکن پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ گھر جانے اور بال بچوں سے رخصت ہونے میں دیر لگے گی، اور اس سے پیر کے کام کو نقصان پہونچے گا، اس لئے وہ ارادہ بھی ترک کیا اور سیدھا چل کر خلیفہ کی خدمت میں پہونچا، اور شیخ کا فرمان اور سجادہ (جاء نماز) ان کے حوالے کیا، خلیفہ نے اس آدمی کی بہت زیادہ عزت و تکریم اور خاطر و مدارت کرنی چاہی کیوں کہ وہ پیر و مرشد کی بارگاہ سے آیا تھا، لیکن اس نے یہ کہکر ٹھہرنے سے انکار کر دیا، کہ مجھے حضرت شیخ نے یہاں ٹھہرنے کا حکم نہیں دیا ہے صرف خط اور سجادہ پہونچانے کو فرمایا تھا، اس لئے میں کس طرح ٹھہر سکتا ہوں، خلیفہ نے جب دیکھا کہ یہ یہاں رکنے پر راضی نہیں تو اس نے کہا کہ کم از کم پیر و مرشد کے لئے میری طرف سے ایک لونڈی تحفہ لیتے جاؤ، اور اس نے اندر سے ایک لونڈی کو بلا کر اس کے ساتھ کر دیا، راستے میں جوان مرد اور جوان عورت کے ایک جگہ جمع ہونے سے شیطان نے ورغلایا اور اتنا شیطان کے ورغلانے میں آگیا کہ دونوں برہنہ ہو گئے،

اور حرکت ناشائستہ کرنا ہی چاہتے تھے کہ یکایک اس نے دیکھا کہ پیرومرشد اس کے سامنے منھ میں انگلی ڈالے کھڑے ہیں، اور افسوس کررہے ہیں، حضرت شیخ کو دیکھتے ہی اس کی شہوت ختم ہوگئی، اور فوراً اس نے کپڑے پہن کر توبہ و استغفار کرنا شروع کردیا، اور اظہار ندامت و شرمندگی کے لئے وضو کرکے سر بسجود ہوگیا، اور دو رکعت شکرانہ کی نماز ادا کی، کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ کی مہربانی سے اس گمراہی اور آفت سے نجات بخشی، اور لونڈی کو بہت احتیاط سے شیخ تک پہونچادیا، شیخ نے اس سے کچھ نہیں کہا دوسرے دن اس نے پھر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا وہی سوال دہرایا، کہ حضرت مرید کا حق پیر پر اور پیر کا حق مرید پر کیا ہے، حضرت شیخ نے فرمایا کہ میں نے تجھ کو عملی طور پر دکھادیا پھر بھی تجھے معلوم نہ ہوا، اس نے کہا حضرت میرے سمجھ میں کچھ نہیں آیا، حضرت شیخ نے فرمایا کہ تم جب یہاں سے میرے کام پر روانہ ہوئے تو محض اس خیال سے کہ میرے کام میں تاخیر اور نقصان نہ ہو، تم نے نہ اپنا جوتہ پہنا اور نہ اپنے بیوی بچوں سے ملے، اور میرے خلیفہ نے جب تم کو مہمان رکھنا چاہا تو محض اس وجہ سے کہ تم کو میں نے وہاں ٹھہرنے کی اجازت نہیں دی، نہیں ٹھہرے، یہ میرا یعنی پیر کا حق تم پر تھا، اور پھر راستے میں جب شیطان تم پر غالب آیا اور اس کے ورغلانے میں آکر تم بدکاری اور زنا پر آمادہ ہوگئے، میں نے تم کو اس سے باز رکھا، اور تم میری وجہ سے اس گناہ عظیم اور آفت سے بچ گئے، یہ تمھارا یعنی مرید کا حق تھا، جو میں نے ادا کیا، پھر آگے خواجہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ جسے پیر مل گیا اسے سب کچھ مل گیا، اور جو پیر سے محروم رہا وہ بڑے گھاٹے اور خسارے میں ہے، چاہے کوئی شخص اپنی ریاضت اور مجاہدہ سے پانی پر چلے ہوا میں اڑے اور سامنے اور پیچھے کی باتوں کو بھی جانے لیکن جب تک وہ کسی پیر کا ہاتھ نہیں پکڑے گا، اس کو خدا کی بو بھی نہیں ملے گی، (جوامع الکلم اردو، رضی اللہ عنہ ۳۱۳/۳۱۴ از ملفوظات خواجہ بندہ نواز)

پیر کے نام کا ورد کرنا

خواجہ بندہ نواز گیسودراز قدس اللہ سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں، کہ جو مرید اپنے پیر کا نام پاک رات کو ورد کرتا ہے، اللہ اس کو پیر کی برکتوں میں سے حصہ دیتا ہے، اس کا میں نے تجربہ کیا ہے اور بزرگوں سے بھی سنا ہے، (جوامع الکلم اردو، رضی اللہ عنہ ۳۳۵/ از ملفوظات خواجہ بندہ نواز)

پیرومرشد کے احکام

خواجہ بندہ نواز قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ جس طرح اللہ کا حکم بجالانا فرض ہے اسی طرح پیر کے احکام اور ہدایات کو بھی سمجھنا چاہئے پہلے اللہ تعالیٰ کا فریضہ کسی عذر اور سبب کی بنا پر فوت نہیں کیا جاسکتا اسی طرح پیر کی ہدایات اور احکام نظر انداز نہیں کئے جاسکتے اللہ

تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اپنے بندوں کو کسی نبی کے واسطے کے بغیر ہدایت فرمائے لیکن اس کا طریقہ ہمیشہ سے یہ رہا کہ ہر قوم کے لئے ان ہی میں سے کسی کو نبی بنا کر مبعوث فرماتا ہے، تاکہ وہ اس کا پیغام اس کے بندوں تک پہونچادیں، یہی حال مشائخ، اصفیاء اور پیروں کا ہے، کہ وہ اللہ اور رسول کے حکم سے لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور اس کا پیغام پہونچاتے ہیں (جوامع الکلم اردو، ص ۳۱۲/)

شیخ کی ضرورت

مشائخ کرام ہی اللہ تعالیٰ تک پہونچانے کا راستہ اور راہنما ہیں اور یہی وہ دروازہ ہے جس سے داخل ہوکر انسان خدا تک پہونچتا ہے، لہٰذا ہر مرید کے لئے ایک شیخ ہونا ضروری ہے، جس طرح ہم نے پہلے بیان کیا، البتہ بعض حضرات مستثنیٰ ہیں، پس جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو منتخب کرے، براہِ راست اس کی تربیت فرمائے، اور اسے شیطان نیز نفس اور خواہشات سے محفوظ فرمائے، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ کیا، ہم اس کے منکر نہیں، لیکن اکثر اور عام طریقہ وہی ہے جو ہم نے بیان کیا یہی سلامتی اور بہتری کا راستہ ہے، (غنیتہ الطالبین اردو، حضور غوثِ اعظم)

آداب المریدین

حضور غوث اعظم قدس اللہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں، سچے فقراء جوان اصفیاء کے راستے پر چلتے ہیں، جن کے باطن گمراہ کن خواہشات سے پاک ہوں، اور وہ بری عادات سے باز رہنے والے ہوں، وہ سب ابدال اور اولیاء کرام کی جماعت میں شامل ہیں اور خوف خدا کی وجہ سے قلیل مدت میں شرف باریابی حاصل کرتے ہیں، (غنیتہ الطالبین)

ارادت مرید اور مراد

فرماتے ہیں، اپنی عادت کو ترک کرنا ارادت ہے اس کی تفصیل و تحقیق یہ ہے کہ دل کو طلب حق اور اس کے غیر کو ترک کے لئے تیار کیا جائے، جب بندہ اس عادت کو چھوڑ دیتا ہے جو دنیا و آخرت کی لذّت کہلاتی ہے تو اس وقت اس کی ارادت خالص ہو جاتی ہے، پس ارادت تمام باتوں سے افضل ہے، اس کے بعد قصد پھر فعل ہے، ارادت ہر مالک کی ابتداء ہے اور ہر قاصد کی پہلی منزل ہے، اللہ فرماتا ہے،

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ﴿الأنعام: ۵۲﴾

ترجمہ، اور ان لوگوں کو اپنے آپ سے دور نہ کریں جو صبح و شام اپنے رب کو محض اس کی رضا جوئی کے لئے پکارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ایسے لوگوں کو اپنے سے دور کرنے کو منع فرمایا، ایک دوسری آیت میں ارشاد خداوندی ہے،

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ﴿الكهف: ٢٨﴾

اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں، جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں تاکہ اس کی رضا حاصل کریں اور دنیا کی زینت چاہتے ہوئے ان سے اپنی آنکھیں نہ پھیریں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو ان کے ساتھ صبر کرنے اور ان کو ساتھ رکھنے کا حکم دیا، اور ان کی تعریف یوں فرمائی کی وہ رضائے الٰہی کے طالب ہیں، پھر فرمایا کہ دنیا کی زینت چاہتے ہوئے ان سے دوری نہ اختیار کریں معلوم ہوا کہ ارادت کی حقیقت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے اور یہی دنیا و آخرت کی زینت ہے، (غنیۃ الطالبین)

مرید کون ہے

مرید وہ ہے جس میں یہ صفت پیدا ہو جائے اور وہ ہمیشہ اللہ اور اس کی عبادت کی طرف متوجہ رہے، غیر خدا سے منہ پھیر لے، اور اس کی بات نہ مانے اپنے رب کی بات سنے اور کتاب و سنت پر عمل کرے، اس کے ماسوا سے بہرہ ہو جائے، اللہ کے نور سے دیکھے اپنے باقی مخلوق میں صرف اسی کے فعل کو دیکھے، غیر سے اندھا ہو جائے، فاعلِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کو جانے، غیر کو محض سبب آلہ حرکت کرنے والا تدبیر کرنے والا اور مسخر جانے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کسی چیز کی محبت تجھے اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے یعنی تجھے محبوب کے غیر سے اندھا کر دیگی اور اپنے محبوب میں مشغولیت کی وجہ سے تو غیر سے بہرہ ہو جائے گا جب تک ارادت نہ ہو کسی سے محبت نہیں ہو سکتی ہے اور جب ارادت میں خلوص نہ ہو ارادت شمار نہ ہو گی اور ارادت میں خلوص اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اس کے دل میں خشیت الٰہی کی چنگاری نہ ڈالی جائے جو موجود وہاں ہر چیز کو جلا دیتی ہے جیسے کہا گیا ہے کہ محبت ایک ایسی جلن ہے جو ہر مشکل کو آسان کر دیتی ہے ایسا آدمی اسوقت سوتا ہے جب نید کا غلبہ ہوتا ہے اس کا کھانا فاقہ کے وقت اور کلام ضرورت کے وقت ہوتا ہے وہ ہمیشہ اپنے آپکو نصیحت کرتا ہے اسے اسکی محبوب چیزوں اور لزتوں کی طرف جانے نہیں دیتا وہ بندگان خدا کو بھی نصیحت کرتا ہے اور خلوت میں اللہ سے لو لگاتا ہے، اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا، اس کی قضا و قدر پر راضی رہتا ہے اور اس کے حکم کو ترجیح دیتا ہے، اللہ سے حیا کرتا ہے اپنی تمام کوششیں اللہ تعالیٰ کی محبت میں صرف کر دیتا ہے، ہمیشہ وہ کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ

تک پہونچنے کا وسیلہ بنے، وہ گوشہ نشینی اور خلوت اختیار کرتا ہے، وہ بندوں کی طرف سے اپنی تعریف پسند نہیں کرتا، وہ خدا کی محبت میں محض اس کی رضا کے لئے کثرت سے نوافل پڑھتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ تک پہونچ جاتا ہے اور اس کے دوستوں اور ارادت مندوں میں شامل ہوجاتا ہے، اس وقت وہ مراد کہلاتا ہے، اس سے سالکین والے بوجھ اتار لئے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت و مہربانی اور لطف و کرم کے پانی سے غسل دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے پڑوس میں اس کے لئے مکان بنایا جاتا ہے، اور اسے طرح طرح کے قیمتی لباس پہنائے جاتے ہیں، اسے اللہ تعالیٰ کی معرفت اس سے اُنس اور اس کے ہاں سکون قلب حاصل ہوتا ہے، وہ صریح اجازت کے بعد اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اور اسرار بیان کرتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں خبر دیتا ہے، اور اسے ایسا لقب ملتا ہے جسکے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں مختار ہوتا ہے، اس وقت وہ اللہ کے خاص بندوں میں شمار ہوتا ہے اور اسکے ایسے نام رکھے جاتے ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، وہ اللہ تعالیٰ کے خاص رازوں پر مطلع ہوتا ہے، اور انھیں غیر خدا کے سامنے ظاہر نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ سے سنتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بولتا ہے، اللہ تعالیٰ کی قوت کے ساتھ پکڑتا ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں سکون پاتا ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور یار کے ساتھ اس کی حفاظت میں سوتا ہے اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے امین شہید اور اوتاد میں سے ہوتا ہے اس کے بندوں، شہروں، اور دوستوں کا محافظ بن جاتا ہے نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

میرا مومن بندہ نوافل کے ذریعہ ہمیشہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اس کے کان آنکھ زبان ہاتھ پاؤں اور دل بن جاتا ہوں وہ میرے ساتھ میری قوت کے ساتھ سنتا ہے میرے ساتھ دیکھتا ہے میرے ساتھ بات کرتا ہے میری قوت کے ساتھ سمجھتا ہے اور میرے ساتھ پکڑتا ہے حدیث شریف میں ہے اس بندے کی عقل عقل اکبر کو اٹھاتی ہے اس کی شہوانی حرکات ٹھہر جاتی ہیں کیوں کہ وہ اللہ کے قبضے میں ہوتا ہے اس کا دل اللہ کا خزانہ بن جاتا ہے اللہ کا مراد یہی ہے اے بندۂ خدا اگر تو جاننا چاہتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

شیخ سے انقطاع

مرید کے لئے اپنے شیخ سے قطع تعلق جائز نہیں یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ کا وصل حاصل ہوجائے اس وقت اللہ تعالیٰ اس کی براہِ راست تربیت فرماتا ہے اسے ان معانی سے آگاہ کرتا ہے جو شیخ پر مخفی تھے جس کام کے بارے میں چاہتا ہے اسے حکم دیتا ہے، روکتا ہے، فراخی اور تنگی پیدا کرتا ہے، کبھی غنی بناتا ہے کبھی فقیر، اسے تلقین کرتا ہے اور مختلف

اقسام پر مطلع کرتا ہے نیز کاموں کے انجام سے آگاہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ شیخ اور اس سچے مرید پر رحمت نازل فرماتا ہے، (غنیتہ الطالبین)

آداب مرید

آداب مرید سے یہ بھی ہے کہ شیخ کے سامنے ضرورت کے بغیر باتیں نہ کرے اور نہ ہی اس کے سامنے اپنے ذاتی مناقب بیان کرے شیخ کے سامنے اپنا مصلیٰ بھی نہ بچھائے البتہ نماز کے لئے بچھا سکتا ہے لیکن جب فارغ ہو تو اسی وقت لپیٹ دے شیخ اور ان لوگوں کی خدمت کے لئے کمر بستہ رہے، جو شیخ کے سجادہ پر آرام سے بے تکلف بیٹھے ہوں یہ شیخ کی حالت ہے مرید کی نہیں ہو سکتی اپنے بلند مرتبہ بزرگ کے سجادہ پر اپنا مصلیٰ نہ بچھائے اپنے شیخ کے مصلیٰ کے قریب بھی اپنا مصلیٰ بچھانے سے پرہیز کرے البتہ مرشد کی اجازت سے ایسا کر سکتا ہے کیونکہ صوفیاء کے نزدیک یہ حرکت بے ادبی میں شمار ہوتی ہے شیخ کے سامنے کوئی مسئلہ بیان ہو رہا ہو تو مرید خاموش رہے اگرچہ وہ اسکا علم رکھتا ہو اور کامل جواب دے سکتا ہو بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے شیخ کی زبان پر جاری فرمایا اسے غنیمت جانے، قبول کرے، اور اس پر عمل کرے، اگر اس کے جواب میں کوئی کمی دیکھے تو رد نہ کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، کہ اس نے اسے علم و فضل اور نور عطا فرمایا ہے، لیکن یہ بات دل میں چھپائے رکھے، شیخ کے سامنے باتیں نہ بنائے، اور نہ یہ کہے کہ شیخ نے مسئلہ بتانے میں غلطی کی ہے، اس کے کلام کو نہ توڑے اور اگر سبقت لسانی سے سوچے سمجھے بغیر کوئی بات نکل جائے تو فوراً خاموش ہو جائے، توبہ کرے، اور اس بات کا پختہ ارادہ کرے، کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا، پس مرید کی بہتری اسی میں ہے، کہ اس راستے میں خاموشی اختیار کرے، (غنیتہ الطالبین)

شیخ کے ساتھ آداب

مرید جب اپنے شیخ سے ادب سیکھنے کا ارادہ کرے تو وہ اس پر ایمان رکھے، تصدیق کرے، اور اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اس زمانے میں میرے مرشد سے بہتر کوئی نہیں، جس سے وہ اپنے مقاصد میں نفع اٹھا سکے اور اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے، اور اس راز کو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، اپنے دل میں محفوظ رکھے، تاکہ اللہ تعالیٰ شیخ کی زبان پر وہ بات جاری کر دے، جو اس کے لئے بہتر ہو اس کی مخالفت سے بالکل پرہیز کرے، کیوں کی مرشد کی مخالفت زہر قاتل ہے، اور اس کا نقصان عام ہے، لہٰذا اس کی مخالفت نہ تھوڑی کرے نہ زیادہ، اور چاہئے کہ اپنے احوال و اسرار میں سے کوئی بات بھی شیخ سے نہ چھپائے اور شیخ کے حکم کے بغیر کسی کو کوئی بات نہ بتائے، مرشد گرامی سے کسی بات سے رخصت بھی نہ مانگے، اور جو چیز رضائے الٰہی کے لئے ترک کی اس کی طرف نہ لوٹے، کیوں کہ یہ بات اہل طریقت

کے نزدیک گناہ کبیرہ اور ارادت کو ختم کرنے کے مترادف ہے، ایک حدیث، نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہبہ دیکر واپس لینا ایسا ہے جیسے کتّا قے کرکے اسے چاٹتا ہے، اگر شیخ اسے کوئی کام بجالانے کا حکم دیں تو ان کی اطاعت واجب ہے، اور اگر مرشد کے حکم کی تعمیل میں کوتاہی ہوجائے تو لازم ہے کہ مرشد کو اطلاع کرے، تاکہ وہ اس کا تدارک کریں، اور اس کے توفیق، آسانی اور نجات کی دعا کریں، (غنیتہ الطالبین اردو)

مرید کو آداب سکھانا

شیخ پر مرید کو آداب سکھانا واجب ہے، اور وہ اس طرح کہ وہ مرید کو خداوند تعالیٰ کے لئے قبول کرے، اپنے لئے نہیں، اس کے ساتھ خیر خواہی کا سلوک کرے، شفقت کی نگاہ سے دیکھے، اور جب وہ ریاضت کا بوجھ برداشت نہ کرسکے، تو نرمی اور آسانی کا سلوک کرے، اور اس طرح تربیت کرے، جس طرح والدہ اپنے بیٹے کی تربیت کرتی ہے، اور شفیق دانا اور سمجھ دار باپ اپنے بیٹے یا غلام کی پرورش کرتا ہے، پہلے اسے آسان اور قابلِ برداشت کاموں کا پابند بنائے، جن کاموں کی اسے طاقت نہیں ان کا بوجھ نہ اٹھائے، پھر سخت کاموں کا حکم دے، سب سے پہلے اس بات کا پابند کرے کی وہ اپنے نفس کی پیروی چھوڑ دے، اور شرعی طور پر جن کاموں کی اجازت ہے ان کو اپنائے تاکہ طبیعت کی قید اور حکم سے چھوٹ جائے، اور شرعی احکام کی پابندی حاصل ہوجائے، پھر آہستہ آہستہ اسے رخصتوں سے عزیمتوں کی طرف منتقل کرے، اس طرح رخصتوں میں سے ایک خصلت مٹاکر اس کی جگہ عزیمت سے ایک خصلت ثابت کرے، اگر شروع شروع میں مرید میں صدق و مجاہدہ اور عزیمت پر عمل دیکھے، اور سمجھے کہ یہ اللہ کے نور، کشف اور اس کے علم کے باعث ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا، جس طرح مؤمنین اولیاء کرام، امانت دار احباب اور علماء کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا طریقہ مبارک ہے، تو کسی بات میں بھی اس سے نرمی نہ برتے، بلکہ سخت سے سخت تر ریاضت کا حکم دے، کیوں کہ اسے معلوم ہے کہ مرید کی قوت ارادہ اس میں کوئی کوتاہی نہیں کرے گی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ کو معلوم ہوچکا ہے کہ مرید کو اسی مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اور وہ اس کام کے لائق ہے، نیز یہ کام اس کے حال سے موافقت رکھتا ہے، حتی الامکان راہ اس پر آسان بنانے میں کوشش کرے، چاہئے کہ ہر آنے والے کو مرید بنانے سے پرہیز کرے، بلکہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے فعل اور تقدیر کا منتظر رہے، اور جو شخص کسی تکلف اور چاہے بغیر آجائے تو اسے قبول کرلے، اور اس کی تربیت کرے، اس وقت اسے مرید کی تربیت کی توفیق دی جاتی ہے، اور مرید کو بہت جلد کامیابی اور فلاح حاصل ہوجاتی ہے، مرشد کو مرید کے حصول کے لئے، ہر قسم کی تکلیف اور اختیار سے پرہیز کرنا چاہئے، ورنہ مرید کے حق میں توفیق اور حفاظت سے محروم ہوجائے گا، مرشد کو چاہئے کہ ہمت کے ساتھ مرید کی تربیت کرے، اور اگر اس میں کوئی خلل یا کوتاہی دیکھے تو اس کی جانب سے خود توبہ کرے، شیخ کو چاہئے کہ مرید کے اسرار کی حفاظت کرے،

اس کے دلی راز جن پر اللہ تعالیٰ نے اسے علم لدنّی کے ذریعہ مطلع فرمایا، مرید نے خود ظاہر کئے ہوں، یا اس نے مرید کو چھپاتے ہوئے دیکھا، دوسروں پر ظاہر نہ کرے، کیوں کہ یہ اس کے پاس امانت ہیں، کہا گیا ہے کہ نیک لوگوں کے سینے رازوں کا قبرستان ہیں، لہٰذا مرشد اپنے مریدین کے لئے آرامگاہ، ان کے رازوں کا خزانہ اور حفاظت کا مقام ہوتا ہے، وہ ان کا ماویٰ، وملجا، انھیں قوت دینے والا، اور ان کے لئے مددگار ہوتا ہے، نیز انھیں حق کے راستے میں ثابت قدم رکھنے والا ہوتا ہے، لہٰذا اسے چاہئے کہ وہ ان کو راہِ حق، مصاحبت اور اللہ کی طرف قصد سے متنفر نہ کرے، جب مرید میں کوئی خلافِ شرع بات دیکھے، تو علیحدگی میں اسے سمجھائے اور ادب سکھائے، اور اسے دوبارہ یہ کام کرنے سے روکے، یہ اس وقت ہے جب وہ شریعت کے اصول وفروع میں اس کی مخالفت کرے، ایسی حالت کا دعویٰ کرے، جو اس میں نہیں پائی جاتی، یا وہ اپنے عمل پر خود پسندی کا اظہار کرے، اور ریاکاری کا مرتکب ہو، پس چاہئے کہ اسے خود پسندی اور تکبر کی جگہ سے بچائے، اپنے اعمال واحوال کو نہایت چھوٹا تصور کرے، تاکہ ہلاکت سے بچ جائے کیوں کہ تکبر انسان کو اللہ تعالیٰ کی نظروں سے گرادیتا ہے، جب شیخ مریدین کو اجتماعی صورت میں وعظ ونصیحت کرنا چاہے تو انھیں جمع کرکے یوں گفتگو کرے، مجھے خبر ملی ہے کہ تم میں سے بعض حضرات فلاں دعویٰ کرتے ہیں، فلاں بات کہتے ہیں، اور فلاں فلاں کام کرتے ہیں، اس ضمن میں تمام خرابیوں اور خوبیوں کا ذکر کرے، انھیں نصیحت کرے، اور ڈرائے، لیکن کسی ایک کو متعیّن کرکے نہ کہے، کیوں کہ اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے، اگر مرشد بدخلقی کا مظاہرہ کرے، ان کے رازوں کو ظاہر کرے، انکی غیبت کرے، اور ان کی برائیوں کا ذکر کرے، تو ان کے دل اس کا قصد اور اس کی محبت اختیار کرنے سے دور ہوجائیں گے، اور اہل طریقت میں یہ بات ان کے لئے تہمت شمار ہوگی، اور مریدوں کے دلوں میں اولیاء کرام کی محبت کا جو بیج بویا تھا، اس میں خرابی پیدا ہوگی، لہٰذا اس سے بہت زیادہ پرہیز کرے، اگر شیخ پر یہ بات غالب ہوجائے اور اس کا علاج نہ ممکن ہو تو اس منصب ولایت سے الگ ہوجائے، مریدین سے بھی علیحدگی اختیار کرے، اور اپنے نفس کے مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول ہو، اور ایسا شیخ تلاش کرے، جو اس کو ادب سکھائے، اسے اعتدال پر لائے، اس کی تہذیب کرے، ان بلاؤں میں گرفتار ہونے کے بعد وہ مرشد نہیں ہوسکتا، لہٰذا مریدین سے اللہ کے وصال کا راستہ نہ توڑے، (غنیۃ الطالبین)

باب ۴۸

تقویٰ و پرہیز گاری

فرمانِ الٰہی

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿الحجرات: ۱۳﴾

بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے بیشک اللہ جاننے والا خبر دار ہے،

فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ﴿۶﴾ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ﴿اللیل: ۷﴾

ترجمہ، تو وہ جس نے دیا اور پرہیز گاری کی اور سب سے اچھی کو سچ مانا تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کریں گے، (کنزالایمان)

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿المائدۃ: ۱۱﴾

ترجمہ، اور اللہ سے ڈرو اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے، (کنزالایمان)

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے دریافت کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، لوگوں میں سب سے معزز کون ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو سب سے زیادہ متقی ہو، (صحیح بخاری، کتاب الانبیاء)

(۲) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سب لوگوں میں افضل کون ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ مومن جو اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کرے، لوگ پھر عرض گزار ہوئے، اس کے بعد کون افضل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ مومن جو اللہ سے ڈرتے ہوئے کسی پہاڑ کی گھاٹی میں سکونت پزیر ہو اور لوگوں کو اپنے ضرر سے محفوظ رکھے، (صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر)

(۳) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے محبت رکھتا جو متقی ہو، مستغنی ہو اور گوشہ نشین ہو، (صحیح مسلم اردو، کتاب الذہد والرقائق)

(۴) حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے، اے اللہ، میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور غناء کا سوال کرتا ہوں، (صحیح مسلم، کتاب الدعاء والتوبہ والاستغفار)

(۵) ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اور عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نصیحت کیجئے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کے عذاب سے بچتے رہو کیوں کہ اسی میں تمام نیکیاں شامل ہیں، اور جہاد اختیار کرو، کیوں کہ مسلمان کی رہبانیت یہی ہے، اللہ کا ذکر کیا کرو کیوں کہ یہ تمھارے لئے نور ہے، (رسالہ قشیریہ، ص، ۲۸۷/)

اقوال

(۱) حضرت امام قشیری فرماتے ہیں، اصل تقویٰ شرک سے بچنا ہے، اس کے بعد معصیت اور برائیوں سے بچنے کا درجہ آتا ہے، پھر شبہات سے بچنے کا، پھر یہ کہ تو فضول باتوں کو ترک کردے، اللہ کا فرمان، اِتَّقُوْا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ، اللہ کے عذاب سے ایسا بچو، جیسا بچنے کا حق ہے، کی تفسیر میں آیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی ایسی اطاعت کی جائے کہ پھر نافرمانی نہ ہو، اسے اس طرح یاد کیا جائے کہ پھر نہ بھولے، اور اس کا ایسا شکر یہ ادا کیا جائے کہ پھر ناشکر گزاری نہ ہو، (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۲۸۷/ از امام قشیری)

(۲) حضرت امام ابوالقاسم قشیری قدس اللہ العزیز لکھتے ہیں کہ تقویٰ کئی طرح کا ہوتا ہے، عوام کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ شرک سے بچیں، خواص کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی سے بچیں، اولیاء کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ اپنے افعال کو وسیلہ بنانے سے بچیں، اور انبیاء کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ افعال کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے، اس لئے کہ ان کا تقویٰ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، اور ہر چیز سے بچ کر وہ اللہ کی طرف جاتے ہیں، (رسالہ قشیریہ، ص، ۲۸۷/)

(۳) حضرت امیر المومنین علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا دنیا میں لوگوں کے سردار سخی ہوتے ہیں، آخرت میں لوگوں کے سردار متقی ہوں گے، (رسالہ قشیریہ، ص، ۲۸۷/)

(۴) فرماتے ہیں، جس کسی شخص کی نظر کسی عورت کی خوبصورتی پر پڑ گئی، پھر فوراً ہی اس نے اپنی نگاہ بچی کرلی، تو اللہ تعالیٰ اس فعل کو ایسی عبادت بنادے گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا، (رسالہ قشیریہ اردو ص، ۲۸۸/ از امام قشیری)

(۵) ابراہیم بن ادہم قدس اللہ العزیز فرماتے ہیں کہ میں نے بیت المقدس میں ایک رات صخرہ کے نیچے گزاری، کچھ رات گزرنے کے بعد دو فرشتے آئے ان میں سے ایک نے

دوسرے سے پوچھا، یہاں کون ہے، دوسرے نے جواب دیا، ابراہیم بن ادہم، پھر کہا یہ وہی شخص ہے جس کے درجات سے اللہ تعالیٰ نے ایک درجہ کم کر دیا، پہلے فرشتے نے پوچھا کیوں، دوسرے نے کہا، اس نے بصرہ میں کھجوریں خریدیں اور سبزی فروش کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اس کی کھجوروں میں جا پڑی، اس نے اسے مالک کو واپس نہیں کیا، حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم کہتے ہیں، میں بصرہ گیا، اور اس شخص سے پھر کھجوریں خریدیں، اور ایک کھجور اس کی کھجوروں پر گرا کر میں بیت المقدس لوٹ آیا، اور صخرہ میں رات گزاری تھوڑی رات گزارنے کے بعد دو فرشتے آسمان سے اترے، ایک نے دوسرے سے پوچھا، یہاں کون ہے، دوسرے نے جواب دیا، ابراہیم بن ادہم اور کہا، وہی، جس کو اللہ نے مرتبہ عطا کر دیا، اور جس کا درجہ بلند کر دیا، (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۲۹۰/ از حضرت امام الاولیاء ابوالقاسم قشیری قدس اللہ سرہ العزیز)

(۶) شیخ نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، تقویٰ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے بچے، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۷) شیخ ابو عبد اللہ رودباری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، تقویٰ یہ ہے کہ تو ان تمام چیزوں سے اجتناب کرے جو تجھے اللہ تعالیٰ سے دور رکھیں، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۸) حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، سچا خوف یہ ہے کہ ظاہری اور باطنی طور پر گناہوں سے پرہیز کیا جائے، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۹) امام جریری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، جس شخص کے اور اللہ کے درمیان تقویٰ اور مراقبہ موثر نہیں وہ شخص کشف اور مشاہدہ تک نہیں پہونچ سکتا، (رسالہ قشیریہ اردو)

باب ۴۹

سماع اور صوفیاء کرام

بسلسلۂ سماع صوفیاء کے مراتب

حضور داتا گنج بخش لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز کشف المحجوب میں فرماتے ہیں، صوفیاء کرام میں سے ہر ایک کا سماع کے معاملہ میں ایک خاص مقام و مرتبہ ہے، جس کے ذریعہ وہ سماع سے لطف اندوز ہوتا ہے، جیسا کہ توبہ کرنے والے کے لئے سماع، معاون توبہ ہے، اور اس سے ندامت حاصل ہوتی ہے، مشتاق دیدار کے لئے، سبب دیدار، یقین کرنے والے کے لئے تاکید، مرید کے لئے تحقیق کا ذریعہ، محب کے لئے تعلقات منقطع کرنے کا باعث، اور فقیر کے لئے سماع ماسوا اللہ سے ناامیدی کی بنیاد بن جاتا ہے، دراصل سماع مثل آفتاب ہے، جو تمام چیزوں پر روشنی ڈالتا ہے، مگر اس روشنی سے استفادہ ہر چیز اپنی اپنی صلاحیت و اہلیت کے مطابق کرتی ہے، جس طرح سورج کسی کو جلا دیتا ہے، اور کسی کو جلا دیتا ہے، کسی کو نوازتا ہے اور کسی کو بھسم کر دیتا ہے، فرماتے ہیں سماع کے متعلق تین فرقے ہیں، (۱) مبتدی (۲) بیچ کے لوگ اور تیسرے نمبر پر کامل ہیں، ان میں سے ہر ایک کا مفصل تذکرہ کیا جائے گا، تاکہ حقیقت اچھی طرح سمجھ میں آجائے، انشاء اللہ العزیز۔

سماع کے متعلق معاملات

فرماتے ہیں معلوم ہونا چاہئے کہ سماع فیضان حق ہے، اور انسانی جسم کی بناوٹ و ترکیب کئی عناصر سے ہوئی ہے، اس وجہ سے مبتدی کی طبیعت شروع میں خدا کے معاملات میں نہیں لگتی، مگر جب امور الٰہی اور اسرار ربانی کا سلسلہ جاری ہوتا ہے، تو طبیعت کو سوز و گداز حاصل ہوتا ہے، اسی وجہ سے ایک جماعت سماع سے بے ہوش ہوجاتی ہے، اور ایک جماعت ہلاک، اور کوئی شخص ایسا نہیں رہتا جو حد اعتدال سے نہ گزر جائے، یہ حقیقت ہے اور ہمارا مشاہدہ ہے کہ ملک روم میں لوگوں نے، انکلیون، نامی ایک عجیب چیز تیار کی ہے، جسے یونانی عجائب و غرائب کے مجموعہ والی چیز کو کہتے ہیں، یہ دراصل ایک بجانے والا باجہ ہے، جہاں ہفتہ میں دو دن بیماروں کو ان کی بیماری کے مطابق بجا کر سنایا جاتا ہے اسی طرح اگر کسی کو مارنا مقصود ہوتا ہے تو اسے اس جگہ پر زیادہ دیر ٹھہرایا جاتا ہے، تاکہ وہ ساز سن کر ہلاک ہوجائے، اگرچہ موت کا وقت معین ہے مگر اس کے اسباب تو برحق ہیں، اگرچہ اس باجہ کو

طبیب سنتے ہیں، مگر ان کو کچھ نہیں ہوتا، کیوں کہ وہ ان کی طبیعت کے بالکل موافق ہوتا ہے، اور مبتدیوں کی طبیعت کے مخالف ہے۔

فرماتے ہیں میں نے ہندوستان میں ایک ایسا زہر دیکھا ہے، جس میں ایک کیڑا پیدا ہوتا ہے، جس کی غذا ہی وہ زہر ہے، کیوں کہ ہمہ تن وہ زہر ہی ہوجاتا ہے، ترکستان میں اسلامی سرحد پر واقع ایک شہر میں پہاڑ کو آگ لگ گئی، اور وہاں سے نوشادر اُبل رہا تھا، اس آگ میں ایک چوہا تھا، جو باہر نکلا تو فوراً مر گیا، ان مثالوں سے مراد یہ واضح کرنا ہے کہ مریدوں کی بیچینی فیضان الٰہی کے وارد ہونے کی صورت میں اس وجہ سے ہوتی ہے کہ ان کا جسم اس کے بالکل خلاف ہوتا ہے، اس حالت کے متواتر قائم رہنے سے مرید کو سکون حاصل ہونے لگتا ہے، جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لیکر آئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع میں اضطراب ہوا، مگر جب انتہا پر پہونچ گئے تو جبرائیل علیہ السلام کے تاخیر کرنے پر آپ غمگین ہوجاتے تھے، جس کے بہت سے شواہد موجود ہیں، یہ حکایت بسلسلہ سماع مبتدیوں کے لئے دلیل راہ ہیں، اور منتہیوں (پیروں) کے لئے باعث آرام و سکون (مبتدی سے مراد مرید اور منتہی سے مراد شیخ ہیں)

مشہور ہے کہ حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز کے ایک مرید کو سماع میں کافی اضطراب ہوتا اور دوسرے مرید اسے سنبھالتے، جب اس بات کی شکایت کی گئی تو آپنے مرید سے فرمایا اگر آئندہ تو نے سماع میں اضطراب و بیقراری کا مظاہرہ کیا تو میں تجھے ہم نشین نہیں ہونے دوں گا، حضرت ابو محمد حریری قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ اس شخص کو میں نے سماع کی حالت میں دیکھا تو اس کے ہونٹ بند تھے، اور ہر بال سے بیقراری کا چشمہ اُبل رہا تھا، ایک دن اس کے ہوش و حواس معطل تھے، مگر حقیقت معلوم نہ ہوسکی کہ وہ دوران سماع اچھی حالت میں تھا یا مرشد کی حرمت اس پر غالب تھی۔

روایت ہے کہ ایک شخص نے سماع میں ایک نعرہ مارا تو مرشد نے کہا کہ خاموش رہ، اس نے سر اپنے زانو پر رکھا، جب لوگوں نے دیکھا تو وہ مر چکا تھا، شیخ ابو مسلم فارس بن غالب فارسی سے میں نے سنا ہے کہ ایک درویش دوران سماع بہت بیچین ہوجاتا تھا، کسی شخص نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ بیٹھ جاؤ، وہ بیٹھتے ہی فوت ہوگیا۔

حضرت دراج ابن القرطی کے ساتھ دجلہ کے کنارے بصرہ اور رملہ کے درمیان جارہے تھے، راستے میں ایک محل کے نیچے پہونچے تو دیکھا کہ ایک شخص چھت پر بیٹھا ہوا لونڈی سے گانا سن رہا ہے، لونڈی یہ شعر پڑھ رہی تھی،

فی سبیل اللہ ودکان منیٰ لک یبدل
کل یوم تتلون غیر ھذا بک اجمل

ترجمہ، میں تو تجھ سے خدا کے لئے محبت کرتا تھا، اور اس کے ساتھ تیرا ہر روز ایک نئے انداز اور رنگ میں بدلنا کیا بھلا معلوم ہوتا ہے، میں نے ایک جوان کو اس محل کے نیچے دیکھا جو گدڑی اور لوٹا لئے کھڑا تھا، اس نے کہا کہ اے لونڈی تجھے خدا کی قسم یہ شعر دوبارہ پڑھ کیوں کہ میری زندگی صرف ایک سانس رہ گئی ہے، اور اس کے سننے سے ہی ختم ہوجائے گی، لونڈی نے جب دوبارہ پڑھا تو جوان نے نعرہ مارا اور انتقال کر گیا، لونڈی کے مالک نے کہا تو آزاد ہے، اور خود نیچے اتر کر اس جوان کے کفن دفن کی تیاری کرنے لگا، سب بصرہ والوں نے اس کی نماز جنازہ پڑی، اس کے بعد وہ آدمی کھڑا ہوا اور کہا کہ اے اہل بصرہ، میں فلای بن فلاں ہوں، میں نے سب ملکیت راہ خدا میں وقف کردی ہیں، اور غلاموں کو آزاد کردیا ہے، یہ کہکر وہ وہاں سے چلا گیا، اور کسی کو اس کا پتہ نہ چل سکا، اس حکایت سے مطلب یہ ہے کہ مرید کا سماع کے وقت ایسا حال ہونا چاہئے، کہ وہ بدکاروں کو بدکاری سے نجات دے، (کشف المحجوب اردو)

وجد ایک باطنی کیفیت ہے

صاحبِ کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخش قدس اللہ العزیز فرماتے ہیں کہ وجد ایک باطنی کیفیت ہے جو طالب و مطلوب کے درمیان ہوتی ہے، کیوں کہ کشف میں باطنی حالت کا بیان اور اس کے وجود کی کیفیت کا نشان و اشارہ صحیح نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ مشاہدہ میں یک گونہ خوشی ہے اور خوشی طلب سے حاصل نہیں ہوتی، اور وجود، ایک طلب ہے جو محبوب سے محب کو ملتی ہے، اس کی حقیقت کا اظہار و اشارہ ناممکن ہے، میرے نزدیک وجد، دل کو غم والم پہونچنے کا نام ہے، خواہ وہ خوشی سے ہو یا غم سے تکلیف سے ہو یا راحت سے، اور وجود، دلی غم کا آلہ ہے، اس سے مراد سچی محبت ہے، واجد کی صفت بحالت جوش و شوق، حرکت ہوگی، یا بحالت کشف، مشاہدہ کی حالت کے موافق سکون ہوگا۔

ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ وجد، مریدوں کی سوزش ہے اور وجود محبوبوں کا تحفہ، مریدوں سے محبّوں کے درجہ کی بلندی، مقتضی ہے کہ طلب کی سوزش سے، تحفہ مکمل اور زیادہ آرام دہ ہے، اس کی وضاحت اس حکایت میں ہے، کہ، ایک دن حضرت ابوبکر شبلی قدس اللہ العزیز اپنے حال کے جوش میں حضرت جنید بغدادی قدس اللہ العزیز کے پاس آئے انھوں نے ان کو غمگین دیکھا تو عرض کیا کہ اے شیخ کیا بات ہے، حضرت خواجہ جنید نے فرمایا، مَنْ طَلَبَ وَجَدَ، جس نے چاہا پالیا، حضرت خواجہ ابوبکر شبلی قدس اللہ العزیز نے عرض کیا، لَا بَلْ مَنْ وَجَدَ طَلَبَ، نہیں بلکہ جس نے پایا وہ طالب ہوا، اس کے معنیٰ میں مشائخ فرماتے ہیں، کہ ایک نے وجد کا پتہ دیا، دوسرے نے وجود کا اشارہ کیا، مگر میرے نزدیک حضرت خواجہ جنید

کا قول معتبر ہے، اس لئے کہ بندہ جب جان لیتا ہے کہ اس کا معبود اس کی جنس کا نہیں ہے، تو اس کا غم طویل ہو جاتا ہے، (ماخوذ از کشف المحجوب اردو)

جوازِ سماع کے دلائل

صاحب مکاشفۃ القلوب حضرت امام غزالی قدس اللہ العزیز جو سلسلۂ نقش بندیہ کے بڑے جیّد عالم اور عارف باللہ ہیں، جو محتاج تعارف نہیں، مکاشفۃ القلوب میں فرماتے ہیں کہ جناب ابو طالب مکی نے ایک جماعت سے سماع کا جواز نقل کیا ہے، اور ان کا یہ قول بھی ہے کہ صحابہ سے حضرت عبد اللہ بن جعفر، عبد اللہ بن زبیر، مغیرہ بن شعبہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنھم سے سماع منقول ہے۔

ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ سلف صالحین میں سے صحابہ اور تابعین کی کثیر جماعت نے اسے اچھا سمجھا ہے اور ہمارے یہاں اہل حجاز مکۂ معظمہ میں سال کے بہترین ایام میں سماع سنتے تھے، بہترین ایام سے مراد وہ ایام ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عبادت اور ذکر کا حکم دیا ہے، جیسے ایام تشریق وغیرہ، اور ہمارے زمانہ تک اہل مدینہ بھی اہل مکہ کی طرح ہمیشہ پابندی سے سماع سنا کرتے تھے، ہم نے ابو مروان القاضی کو اس حالت میں پایا کہ ان کے پاس چند لڑکیاں تھیں، جو لوگوں کو خوش الحانی سے گا کر سناتی تھیں، قاضی صاحب نے انھیں صوفیاء کرام کے لئے تیار کیا تھا، مزید فرمایا کہ جناب عطا رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں دو لڑکیاں تھیں اور آپ کے بھائی ان سے سماع کرتے تھے۔

جناب ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ابو الحسن بن سالم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا، کہ تم سماع سے کیسے انکار کرتے ہو حالانکہ حضرت جنید، سری سقطی، اور ذوالنون مصری رحمہم اللہ علیہم، ایسے سنا کرتے تھے، انہوں نے کہا کہ میں سماع کا کیسے انکار کر سکتا ہوں، حالانکہ مجھ سے بہتر شخص نے اسے سنا اور اس کی اجازت دی ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن جعفر الطیار رضی اللہ عنہ سماع سنا کرتے تھے، انہوں نے سماع میں صرف لہو و لعب کو منع فرمایا ہے، حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم نے تین چیزوں کو گم کیا ہے، پھر ہم نے انہیں نہیں دیکھا، اور جوں جوں دن گزرتے جاتے ہیں، ان کا فقدان فزوں ہوتا جاتا ہے، حسین چہرہ جو پاکباز ہو سچی بات جس میں دیانت کی جھلک نمایاں ہو اور بہترین بھائی چارہ جس میں وفا ہی وفا ہو، اور میں نے بعض کتابوں میں اسی طرح یہ قول جناب حارث محاسبی سے منقول دیکھا ہے، اور اس میں ایسی بات پائی جاتی ہے، جو ان کے زہد، پاکبازی، اور دینی معاملات میں ان کی جد و جہد اور اہتمام کے باوجود اس امر پر دلالت کرتی ہے، کہ وہ جوازِ سماع کے قائل تھے، (مکاشفۃ القلوب)

حضرت امام عسقلانی کو سماع کا شوق

حضرت ابوالحسن عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جو اولیاء کے سردار تھے، سماع کا شوق فرمایا کرتے تھے، اور بوقت سماع جذب و شوق سے آشنا ہوتے تھے، انہوں نے اس سلسلہ میں ایک کتاب بھی لکھی ہے، جس میں انہوں نے منکرین سماع کی تردید کی ہے، یوں ہی ایک جماعت نے سماع کے منکرین کے رَد میں کتب لکھی ہیں، مشائخ میں سے کسی شیخ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابوالعباس حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور ان سے پوچھا کہ آپ سماع کے متعلق کیا خیال کرتے ہیں، جس کے بارے میں ہمارے ساتھیوں میں اختلاف پایا جاتا ہے، حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا یہ شیریں اور صاف و خوش گوار ہے، حضرت طاہر بن بلال صمدانی دراق قدس اللہ العزیز سے منقول ہے جو اکابر علماء میں سے تھے، کہ میں سمندر کے کنارے جدہ کی جامع مسجد میں معتکف تھا، کہ ایک دن میں نے ایسی جماعت کو دیکھا جو مسجد میں کچھ اشعار پڑھ رہے تھے، اور دوسرے لوگ سن رہے تھے، مجھے یہ بات سخت ناپسند ہوئی اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ لوگ اللہ کے گھروں میں سے ایک گھر میں اشعار پڑھ رہے ہیں، جناب طاہر فرماتے ہیں کہ میں نے اسی رات خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ اسی کونے میں تشریف فرما تھے، آپ کے پہلو میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، دفعتہً حضرت ابوبکر صدیق کچھ کہنے لگے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرمانے لگے، اور آپ نے وجد کرنے والے کی طرح اپنا دست مبارک سینۂ انور پر رکھا ہوا تھا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ میرے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ میں اس جماعت کو نہ پسند کرتا، جو محفل سماع منعقد کئے ہوئے تھے، حالانکہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرمارہے ہیں، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پڑھ رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یہ حق کے ساتھ حق، یا یہ حق سے حق ہے، میں یہ بھول گیا ہوں کہ آپ نے ان دو باتوں میں سے کون سی بات ارشاد فرمائی تھی۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس گروہ پر تین مواقع پر رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے، (۱) کھانے کے وقت کیوں کہ یہ بغیر فاقے کئے کچھ نہیں کھاتے، (۲) گفتگو کے وقت کیوں کہ وہ صدیقوں کے مقامات کے علاوہ اور کوئی گفتگو نہیں کرتے، (۳) سماع کے وقت کیوں کہ وہ جذب و شوق سے سنتے ہیں، اور حق کی گواہی دیتے ہیں، (مکاشفۃ القلوب)

سماع کے وقت آداب

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں، کہ مرید کو چاہئے کہ سماع کی حالت میں شیخ کے سامنے کوئی حرکت نہ کرے، البتہ شیخ کے اشارے پر حرکت کر سکتا ہے،

اور مرید اپنی طرف سے کوئی حالت ظاہر نہ کرے، البتہ اگر اس پر حال طاری ہو جائے جس سے ہوش و حواش باقی نہ رہیں، تو کوئی حرج نہیں، لیکن جب جوش ختم ہو جائے تو پہلے کی طرح سکون و قرار اختیار کرے، اور اللہ نے اس پر جو اسرار ظاہر کئے ہیں، انھیں مخفی رکھے۔

قوالی کی حیثیت

آگے صاحب غنیۃ الطالبین فرماتے ہیں، اگرچہ ہم رقص و سرور اور قوالی کو جائز نہیں سمجھتے، لیکن یہ بات ہم نے اس لئے ذکر کی ہے کہ ہمارے زمانے کے لوگ اپنی مجالس میں سماع کے دلدادہ ہیں، البتہ ان لوگوں کا انکار نہیں کیا جاسکتا، جو اپنے ارادۂ حال میں سچے ہیں، لہٰذا وہ کچھ نہیں سنیں گے، اس کا مفہوم ان کے صدق کی آگ کو بھڑکائے گا، اور زیادہ شوق دلائے گا، وہ اپنے عشق کی آگ میں جلتے اور اس میں غائب ہو جاتے ہیں، ظاہر میں لوگ ان کے جسم کو متحرک دیکھتے ہیں، لیکن وہ قوم کے خیالات سے بالکل الگ ہوتے ہیں، لوگ خواہشات اور لذتوں کی باتوں میں مشغول ہونے نیز ان میں سے ہر ایک اپنے محبوب کی یاد کرتا ہے، جو عرصہ دراز ہوا انتقال کر چکا یا زندہ غائب ہے، اور اس کا شوق بڑھ جاتا ہے، لیکن سچے مرید کی حالت ہی دوسری ہوتی ہے، اس کی آگ نہ دھیمی ہوتی نہ بجھتی ہے، اس کا محبوب اس سے غائب ہوتا ہے نہ دور، اس کا قرب ہمیشہ ترقی پذیر ہوتا ہے، اور لذت و نعمت کا حصول جاری رہتا ہے، اس کی حالت سرور کو سوائے اس کلام کے جس میں اس کا مطلب ہے، کوئی چیز نہیں بدلتی اور وہ کلام دراصل اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا ہے، مرید کو چاہئے کہ سماع کی حالت میں کسی پر اعتراض نہ کرے، اور وقت کی طلب کسی ایسے شخص سے مزاحم نہ ہو جو ایسے شعر پڑھتا ہے، جو دنیا سے بے رغبت کرنے والے دل کو نرم کرنے والے جنت و حوروں کا شوق دلانے والے آخرت میں دیدار الٰہی کی امید دلانے والے، دنیا اس کی لذّتوں، خواہشوں، عورتوں، اور بیٹوں سے دور کرنے والے، دنیا کی مشکلات و مصائب پر صبر دلانے والے، اولاد کی محبت ختم کرانے والے، اور آخرت کی طرف توجہ پھیرنے والے، تو ان سب کو وہاں موجود شیخ کے حوالے کر دے، کیوں کہ وہ تمام لوگ شیخ کی ولایت میں ہوتے ہیں، البتہ اگر ان سننے والوں میں کوئی مستحق موجود ہے تو ظاہر میں آداب کا لحاظ رکھے، اور باطن میں تکلیف سے انکار کرے، کیوں کہ ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو مقرر کر دے جو اس سے دوبارہ پڑھنے کا تقاضا کرے، یا اس پڑھنے والے کے دل میں ڈال دے کہ وہ دوبارہ پڑھے، تاکہ اس سچے سننے والے کا مقصد اور حاجت پوری ہو جائے، (غنیۃ الطالبین اردو)

فقیر کے لئے آدابِ سماع

فقیر کے لئے آداب سماع میں سے ایک بات یہ ہے کہ تکلف اور اختیار کے ساتھ اس کی طرف نہ جائے، اگر اتفاقاً سننا پڑ جائے تو سننے والے کو چاہئے کہ شرطِ ادب کے ساتھ

بیٹھے دل میں یاد خدا ہو، اور غفلت و نسیان سے دل کی حفاظت کرے، اور جب کوئی بات کانوں میں پڑے تو یوں سمجھے کہ کوئی قاری قرآن پڑھ رہا ہے، اور وہ خدا کی طرف سے بولتا ہے اور غیبت کی طرف سے اسے ایسی بات بتائی جارہی ہے جس سے رغبت پیدا ہوتی ہے، یا ڈر اور انس کا باعث ہے، یا عتاب کا، یا وہ بات اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے قیام میں زیادتی کا سبب ہے، اسوقت واردات قلبی کی طرف جلدی کرے، اور بڑی عجلت کے ساتھ ان اشارات پر عمل پیرا ہو اگر سماع کی کیفیت ایسی ہو کہ گویا پڑھنے والے کی زبان خود اس کی زبان ہے، اور جو کچھ پڑھنے والا پڑھتا ہے اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ خطاب فرماتا ہے، تو اس صورت میں جو کچھ دل میں حاصل ہوگا، وہ حق عبادت اور آداب شریعت کے موافق ہوگا۔

فقیر جب کوئی ایسی آیت یا شعر سنے اور اس پر حال طاری ہو تو اس کی مزاحمت کرنا مناسب نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ اس کی حالت اسی کے سپرد کردیں اور اگر کوئی اسے تھام ہی لے تو چاہئے کہ اس کے تھامتے ہی رکجائے، اور جب فقیر کسی آیت یا شعر پر حرکت کرے، تو چاہئے کہ اس کے لئے وقت کو تسلیم کریں اور اگر حاضرین کو اس کی کوتاہی یا کمی معلوم ہو تو اس کی پردہ پوشی کریں اور اسے برداشت کریں اگر وقت کا تقاضا ہو کہ اسے آگاہ کیا جائے، تو نرمی کے ساتھ اسے سمجھادیں، فقیر کی غلطیوں سے آگاہ ہونے کے لئے قوت حال، باطن کی صفائی، علم دقیق، اطلاع، کامل آداب، سخت اور اچھی محافظت کی ضرورت ہے، (غنیتہ الطالبین)

سماع اور وجد کے آداب

حضور حجتہ الاسلام حضرت امام غزالی قدس اللہ العزیز کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں کہ، جاننا چاہئے کہ بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ایک سِرّ اور راز ہے، جس طرح پتھر میں آگ پوشیدہ ہوتی ہے، جب لوہے کہ زور سے پتھر مارتے ہیں، تو وہ پوشیدہ آگ ظاہر ہوجاتی ہے، اور بسا اوقات سارے صحرا میں پھیل جاتی ہے، اسی موزوں اور سریلی آواز کے سننے سے دل کے گوہر میں جنبش پیدا ہوتی ہے، اور اس میں ایسی کیفیات پیدا ہوتی ہیں، جن میں آدمی کا کوئی اختیار نہیں ہوتا، اور اس کا سبب وہ مناسب ہے جو آدمی کے گوہر کو عالم علوی سے، جسے عالم ارواح کہتے ہیں، اور عالم علوی عالم حُسن و جمال ہے، اور حسن و جمال کی اصل تناسب ہے، اور جو کچھ متناسب ہے، اُس عالم کے حسن و جمال کی نمود کاری سے ہے، اور وہ متناسب جو عالم محسوسات میں پایا جاتا ہے، سب اس عالم کے حسن و جمال کا ثمرہ ہے، موزوں و متناسب آواز بھی اُس عالم سے مشابہت رکھتی ہے، اور اُس عالم کے عجائبات میں سے ہے، اس بنا پر دل میں ایک قسم کی آگاہی پیدا ہوتی ہے، اور ایک طرح کی حرکت اور شوق ظاہر ہوتا ہے، جسے آدمی محسوس کرتا ہے، کہ یہ کیا شئے ہے، اور صرف اس قدر احساس

اس دل میں پیدا ہوتا ہے، جو سادہ اور اس عشق و شوق سے خالی نہ ہو، بلکہ پہلے ہی سے شوق کی کسی کیفیت سے موصوف ہو تو سریلی آواز سننے سے اس میں مزید حرکت پیدا ہوتی ہے، جس طرح آگ میں پھونک مارتے ہیں تو جل اٹھتی ہے، اور جس شخص کے دل میں شوق الٰہی کے دل کا راستہ ہو اس کے لئے سماع ضروری ہے، تاکہ وہ شوق تیز تر ہو جائے، اور جس شخص کے دل میں بری باتوں سے پیار و الفت ہو سماع اس کے لئے زہر قاتل اور حرام ہے۔

اصل بات

فرماتے ہیں اصل بات تو یہ ہے کہ جب کسی شخص کے دل پر خدائے تعالیٰ کی دوستی کا غلبہ ہو اور حد عشق تک پہونچ چکا ہو تو اس کے حق میں سماع ضروری ہوتا ہے کیوں کہ اس سماع کا اثر بہت سی رسمی قسم کی خیرات سے زیادہ ہوتا ہے، اور جو چیز بھی خدائے تعالیٰ کی دوستی میں اضافہ کا باعث ہو اس کی قدر و قیمت زیادہ ہوتی ہے، صوفیوں میں جو سماع مروج ہے اس کی بناء اور اصل یہی بات ہے، اور سماع اس آتش عشق کے بھڑکانے میں بڑا اثر رکھتا ہے، صوفیاء میں بعض وہ ہوتے ہیں جن کو دوران سماع مکاشفات ہوتے ہیں، اور اس میں ان کو وہ لطف حاصل ہوتا ہے، جو سماع کے علاوہ نصیب نہیں ہو سکتا، اور وہ لطیف احوال جو ان پر سماع کے دوران وارد ہوتے ہیں، انہیں وجد کہتے ہیں، اور یہ بھی ہوتا ہے کہ سماع سے ان کا دل اس قدر پاک و صاف ہو جاتا ہے کہ جس طرح چاندی کو آگ میں ڈال کر مَیل کچیل سے پاک کر دیتے ہیں، سماع بھی دل میں ایسی ہی آگ لگا دیتا ہے جس سے دل کی تمام گندگی دھل جاتی ہے، اور یہ چیز بسا اوقات بہت سی ریاضتوں سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی ہے، اور اس مناسبت کو جو روح انسانی کو عالم ارواح سے ہے تیز تر کر دیتا ہے، چنانچہ بعض اوقات یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ کلیۃً اس عالم فانی سے کٹ جاتا اور جو کچھ جہاں میں ہے اس سے بے خبر ہو جاتا ہے، اور یہ بھی ہو جاتا ہے کہ اس کے اعضاء کی طاقت جاتی رہتی ہے، اور وہ گر پڑتا اور بیہوش ہو جاتا ہے، تو سماع کے دوران میں اسے پیش آنے والے جو حالات مطابق شرع درست اور صحیح ہوتے ہیں ان کا بڑا درجہ ہے، اور جو شخص ان حالات کی تصدیق کرتا ہے، اور مجلس میں موجود ہوتا ہے، وہ بھی اس کی برکات سے محروم نہیں رہتا، تاہم یہ بات بھی اپنی جگہ پر ہے کہ یہاں بہت سی غلطیوں کا اندیشہ ہوتا ہے، (از ماخوذ کیمیائے سعادت صفحہ ۴۰۶)

صوفیوں کا وجد

جاننا چاہئے کہ جو شخص صوفیوں کے احوال اور وجد کا منکر، در اصل کم ظرفی کے باعث انکار کرتا ہے، ایسا شخص معذور ہے کیوں کہ آدمی کے لئے اس چیز پر ایمان لانا اور

تصدیق کرنا دشوار ہوتا ہے جس سے وہ ناواقف ہوتا ہے، اس شخص کی مثال مخنث (ہجڑا) کی سی ہے کہ مجامعت کی لذت کو باور نہیں کر سکتا کیوں کہ اس کا تعلق قوت شہوت سے ہے، جب اس میں قوت شہوت پیدا نہیں کی گئی، تو وہ اسے کیسے جان سکتا ہے، اگر نابینا آدمی سبزہ زار اور بہتے پانی کے نظارے کی لذت کا انکار کرے تو تعجب کی کوئی بات ہے، وہ بیچارہ بینائی سے محروم ہے، اس لذت پر کیسے یقین کر سکتا ہے، اسی طرح اگر بچہ حکمرانی اور فرمانروائی کی لذت سے انکاری ہے تو تعجب کی بات نہیں، وہ تو کھیل کود میں مگن ہے اسے حکومت و سلطنت چلانے سے کیا واسطہ۔

جاننا چاہئے کہ صوفیوں کے احوال کا انکار کرنے والے چاہے دانشمند ہوں چاہے عام لوگ سب بچوں کی مانند ہیں، کیوں کہ جس چیز کو ابھی تک انہوں نے نہیں پایا اس کا انکار کر رہے ہیں، اور جو شخص تھوڑا سا زیرک ہے وہ ضرور اقرار کرے گا، اور کہے گا کہ مجھے یہ حال حاصل نہیں، لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ صوفیاء کو یہ احوال مواجید (وجد کی جمع) ضرور حاصل ہیں، تو ایسا شخص کم از کم صوفیاء کے احوال و مواجید پر ایمان رکھتا اور جائز تو کہتا ہے، لیکن جو شخص دوسرے کے لئے بھی اس چیز کو محال جانے جو اسے حاصل نہیں تو اس کی نادانی ہے، ایسا آدمی دراصل ان لوگوں میں سے ہے، جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے،

وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَٰذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ ﴿الأحقاف: ١١﴾

اور جب کہ ان کو اس راہ کی واقفیت نہ ہو سکی تو عنقریب کہیں گے یہ تو جھوٹ و افتراء ہے، (کیمیائے سعادت اردو)

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ صوفیاء کرام کے لئے سماع، وَجد و حال جائز ہے، کیوں کہ صوفیاء کرام سماع صرف عشق الٰہی کی آگ کو بھڑکانے کے لئے سنتے ہیں، ان کا مقصد لہو و لعب ہرگز نہیں ہوتا، اور جو لوگ کہ اس کے منکر ہیں وہ خود اس کی حقیقت سے واقف نہیں، (مؤلف)

رَقص کی حقیقت

حضور امام غزالی قدس اللہ سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں، اگر کوئی شخص اپنی حالت کا اظہار نہیں کر رہا ہے اور وہ رقص کرنے لگے، یا تکلف یا بناوٹ کے بغیر رونے لگے تو اس کے لئے ایسا کرنا روا ہے، رَقص مباح ہے کہ چند حبشی مسجد میں رَقص کر رہے تھے، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کا رقص دیکھا تھا، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے فرمایا، کہ اے علی، تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں، تو یہ سن کر آپ خوشی سے

رَقص کرنے لگے، اور کئی مرتبہ زمین پر پاؤں مارا، اسی طرح جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر وطیار رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے جعفر تم خلق اور خلق میں میری طرح ہو یہ سن کر انہوں نے رقص کیا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم میرے بھائی اور میرے مولیٰ ہو تو وہ بھی خوشی سے رقص کرنے لگے تھے۔

بس جو شخص ایسے رقص کو جو (انبساط کے باعث ہو) حرام کہتا ہے وہ غلطی پر ہے، ہاں اگر رقص محض بازی کے طور پر ہو تو وہ بھی حرام ہے کہ بازی بھی بجائے خود حرام ہے، اگر کوئی شخص اس لیئے رقص کر رہا ہے کہ اس کے دل میں جو حالت پیدا ہوئی ہے وہ زیادہ قوی ہو جائے، تو ایسا رقص بجائے خود محمود ہے، (ماخوذ کیمیائے سعادت اردو)

اب اگر حقیقت واضع ہو جانے کے باوجود کوئی اپنے آپ کو اہل علم و دانا کہے، اور رقص کو حرام بتائے تو وہ شخص یا تو بے علم ہے یا پھر دیوانہ، اور کوئی شخص بناوٹی رقص کر رہا ہے، تو ہمیں اس کی حقیقت کا علم کیسے ہو گا، جب کہ ہم اس کے دل کے ارادے کو نہیں جانتے، کیوں کہ عمل کا دارومدار نیت پر ہے، دل کے ارادے پر ہے، اور دل کے ارادے سے واقف وہی ہو گا جو کہ روشن ضمیر، محبوب خدا، شیخ کامل ہو، عام آدمی دل کے اردوں سے واقف نہیں ہو سکتا، (مؤلف محمد عمر ارشدی بلرامپوری)

باب ۵۰

معرفت باللہ

فرمانِ الٰہی

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿الشرح:۱﴾
کیا ہم نے تمھارا سینہ کشادہ نہ کیا

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، میرا رب میرے پاس نہایت احسن صورت میں آیا اور فرمایا، اے محمد ﷺ، میں نے عرض کیا، میرے رب، حاضر ہوں، بار بار حاضر ہوں، فرمایا، عالمِ بالا کے فرشتے کس بات پر جھگڑتے ہیں، میں نے عرض کیا، اے میرے رب، میں نہیں جانتا، پس اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا اور میں نے اپنے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور میں وہ سب کچھ جان گیا جو مشرق و مغرب کے درمیان ہے، (جامع ترمذی، کتاب التفسیر)

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ ایک روز ہمارے درمیان قیام فرما ہوئے اور آپ ﷺ نے مخلوقات کی ابتداء سے لیکر جنتیوں کے جنت میں داخل ہوجانے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہوجانے تک ہمیں سب کچھ بتادیا، جس نے اسے یاد رکھا سو یاد رکھا اور جو اسے بھول گیا سو بھول گیا، (صحیح بخاری، کتاب، بدء الخلق)

(۳) امام قشیری فرماتے ہیں کہ حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، گھر کا تمام تر دارومدار اس کی بنیاد پر ہوتا ہے، اور دین کا دارومدار معرفتِ باللہ یقین اور ایسی عقل پر ہوتا ہے جو برائیوں سے روکے، میں نے عرض کیا، آپ پر میرے والدین قربان ہوں عقلِ قامع کیا چیز ہے آپ نے فرمایا، اپنے آپ کو اللہ کی نافرمانی سے روکنا، اور اللہ کی اطاعت کی خواہش کرنا، (رسالہ قشیریہ اردو، ص ۲۸۴/ از امام قشیری)

اقوال

(۱) رسالہ قشیریہ میں حضرت امام قشیری قدس اللہ سرہ العزیز لکھتے ہیں کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز سے معرفت کی نسبت سوال کیا گیا، تو فرمایا، بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل بنا دیتے ہیں، مخلوق کے مختلف حالات ہوتے ہیں، مگر عارف باللہ کا کوئی حال نہیں ہوتا، اس لئے کہ اس کے تمام نشانات مٹ چکے ہوتے ہیں، اور اس کی اپنی حقیقت غیر کی حقیقت میں فنا ہو چکی ہوتی ہے، اور اس کے اپنے آثار غیر کے آثار میں غائب ہو چکے ہوتے ہیں، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۲) کسی صوفی کا قول ہے کہ جس نے اللہ کو پہچان لیا وہ دنیا میں زندہ رہنے سے تنگ آجاتا ہے اور دنیا باوجود اس قدر وسعت کے اس کے لئے تنگ معلوم ہوتی ہے، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۳) کہا گیا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اس کی زندگی پاک ہو جاتی ہے، اور اسے زندگی میں مزہ معلوم ہوتا ہے، ہر چیز اس سے ڈرتی ہے اور مخلوق کا خوف اس سے جاتا رہتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس محسوس کرتا ہے، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۴) کہا گیا ہے کہ جس نے اللہ کو پہچان لیا اسے دنیا کی چیزوں کی کوئی خواہش نہیں رہتی، اور اس کے لئے جدائی اور وصل کوئی چیز نہیں ہوتے، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۵) حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ عارف کے ساتھ میل جول رکھنا اسی طرح ہے جس طرح اللہ کے ساتھ میل جول رکھنا، وہ تمھاری باتوں کو برداشت کرتا ہے اور حلم اختیار کرتا ہے کیوں کہ وہ اخلاقِ خداوندی سے موصوف ہونا چاہتا ہے، (رسالہ قشیریہ)

فرمانِ صوفیاء اور معرفت

(۶) فرماتے ہیں علماء کی زبان میں معرفت علم کو کہتے ہیں لھٰذا ہر علم معرفت ہے، اور ہر معرفت علم، اور ہر شخص جو عالم باللہ ہے وہی عارف باللہ ہے، ہر عارف عالم، مگر صوفیاء کے نزدیک عارف ایک ایسے شخص کی صفت ہے جو حق تعالیٰ کو اس کے اسماء اور صفات کے ساتھ پہچانے، اس کے بعد اللہ کے ساتھ تمام معاملات میں سچا اور اخلاص والا ہو، پھر اپنے ردی اخلاق اور آفاتِ نفس سے پاک ہو، اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر ایک طویل عرصہ کے لئے ٹھہرا رہے، اور وہ اپنے دل سے اسی دروازے پر معتکف رہے جس کے نتیجے کے طور پر اسے یہ خوش بختی حاصل ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف اپنی توجہ

فرمائے گا، اور وہ اپنے تمام احوال میں اللہ تعالیٰ سے خلوص وصدق دل سے عمل پیرا ہو، اور اس سے خواطر نفس پیش آنے بند ہوجائیں گے، اور وہ اپنے دل کے کسی ایسے خیال کی طرف توجہ نہ دے گا، جو غیر اللہ کی طرف دعوت دے، چنانچہ جب بندہ مخلوق سے اجنبی ہوجاتا ہے اور آفاتِ نفس سے بری اور ساکنات اور ملاحظات سے پاک رہے اور راز میں وہ ہمیشہ حق تعالیٰ کے ساتھ مناجات میں ہو، اور ہر لحظہ اللہ کی طرف اس کا رجوع کرنا ثابت ہو، اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ باتیں کرے، اس طرح کہ ان تمام تقدیروں کے ردوبدل کا راز جو اللہ تعالیٰ جاری کرتا ہے، وہاں سے بتادے، تب جاکر بندہ عارف کہلاتا ہے اور اس کی حالت معرفت کہلاتی ہے، مختصر یہ کہ جس قدر انسان اپنے نفس سے بیگانہ بنے گا اسی قدر اسے اپنے رب کی معرفت حاصل ہوگی، (رسالہ قشیریہ اردو، ص ۲۸۲/ از امام قشیری)

معرفتِ روح

(۷) حضرت سید سکندر شاہ بنارسی رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ علامہ سید عبد الحئ شاہ رحمۃ اللہ علیہ سیرت فخر العارفین میں حضور فخر العارفین حضرت علامہ سید عبد الحئ شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کا قول نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے پروردگار کو پہچانا، اس میں معرفت نفس سے مراد معرفت روح ہے، جب تک کہ معرفت نفس حاصل نہ ہوگی، معرفت حق حاصل نہ ہوگی، اور نفس سے مراد وہ روح ہے، جو، آیت، قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ، اور آیت، فَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ، میں، مذکور ہے، نہ کہ وہ روح جسمانی، جو حس و حرکت کا سبب ہے، اور دل میں تمام اعضاء اور شرائین میں سرائت کئے ہوئے ہے، اور آنکھوں کو بینائی، اور کانوں کو شنوائی، اور حواس میں ادراک، اور تمام اعضاء میں قوت کا فیضان کرتی ہے، اس کو روح حیوانی بھی کہتے ہیں، کیوں کہ اس میں تمام چوپائے اور تمام اشیائے جاندار شریک ہیں، یہ روح حیوانی مرنے سے فنا ہوجاتی ہے، کیوں کہ یہ روح (اخلاطِ اربعہ) کے اعتدال پر مزاج معتدل اور جن کے بگڑ جانے سے مزاج غیر معتدل ہوجاتا ہے، اور اس طرح روح حیوانی کے فنا ہوجانے کے دو سبب ہیں، (۱) داخلی (۲) خارجی، داخلی سبب حیوان سے غذائے جسمانی کا منقطع ہوجانا ہے، جو روح حیوانی کو خراب، اور پھر فنا کردیتا ہے، کیوں کہ غذا اس کی بقا کا سبب ہے، جیسے کہ چراغ کے لئے تیل، اس لئے کہ تیل ختم ہونے پر چراغ کا گل ہوجانا لازم ہے، خارجی سبب اس حیوان کا قتل اور ہلاکت ہے، جیسے کہ چراغ کو ہوا کے جھوکوں سے، یا پھونک مار کر ٹھنڈا کردینا، اس کی روشنی کو فنا کردیتا ہے، یہی وہ روح حیوانی ہے، کہ جس کی تعدیل، اور تقویت سے علم طب میں بحث

کی جاتی ہے، یہ روح جسمانی امانت اور معرفت الٰہی کا متحمل نہیں ہے، بلکہ امانت کی متحمل وہ روح ہے، جو خلاصۂ انسان اور حقیقت اصلیہ ہے، جس کی طرف آیت، من امر ربی میں اشارہ ہے، یہ روح نہ مرتی ہے، نہ فنا ہوتی ہے، بلکہ مومن کے انتقال کے بعد سعادت کے ساتھ نعمت میں اور غیر مومن کے انتقال کے بعد شقاوت کے ساتھ بلا میں باقی رہتی ہے، ایمان و معرفت کا محل یہ ہی روح ہے، اور ایمان و معرفت دونوں کے اس محل کو مٹی بھی نہیں چھوتی، شرع نے اس روح کی حقیقت بیان کرنے کی اجازت نہیں دی ہے، اس لئے اس راز کے انکشاف کا ہر شخص متحمل نہیں ہوسکتا، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَنْ يَّشَآءُ بِحَقِيْقَتِهَا، اور اللہ جس کو چاہتا ہے، اس کی حقیقت سے خبر دار کرتا ہے۔

(۸) حضور فخر العارفین عبد الحئی رضی اللہ عنہ سے کسی نے عرض کیا، حضور کیا قلب کی بھی آنکھ ہوتی ہے، آپ نے تبسم فرمایا، اور یہ ارشاد فرمایا، ابھی بچے ہو، نہیں سمجھ سکو گے، قلب کی بھی آنکھ ہوتی ہے، اور اس کی روشنی ایسی ہوتی ہے کہ یہ شمع (سامنے شمع روشن تھی) اس کی طرف اشارہ فرمایا) اس کے روبرو ہیچ ہے، اور یہ روشنی شمع اس (روشنی قلب منور) کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی، بعدہٗ ارشاد فرمایا کہ تمام مخلوق عاشق خدا ہے، اور خدا سب کا محبوب اور مطلوب ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے محبوب ہیں، اور خدا آپ کا عاشق ہے، یہ مرتبہ خاص ہے، مخلوق میں اور کسی کو حاصل نہیں ہوا، کل انبیاء علیہم السلام کو اللہ کا دیدار، قلب کی آنکھ سے ہوا، اور ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اللہ کو ظاہر آنکھ سے دیکھا، (سیرت فخر العارفین)

باب ۵۱

فضائل خواجہ بایزید بسطامی

صاحبِ کشف المحجوب خواجہ داتا گنج بخش قدس اللہ العزیز لکھتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ العزیز نے فرمایا، صوفیاء کرام میں خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ العزیز کی شان ایسی ہے جیسے فرشتوں میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی۔

حضرت بایزید بسطامی اور طاعت الٰہی

صاحبِ مراۃ الاسرار فرماتے ہیں، ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سیدی و مرشدی آقائی و مولائی حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدسرہ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو مکتب میں پڑھنے کے لئے بھیجا، سورۃ لقمان پڑھتے پڑھتے، جب آیت، انّ اشکرلی ولولدیک، میرا شکر کرو اور اپنے والدین کا شکر کرو، پر پہونچے تو آپ نے استاد سے اس آیت کا مطلب پوچھا، مطلب ظاہر ہونے پر آپ کے دل پر بڑا اثر ہوا، اور استاد سے گھر جانے کی اجازت طلب کی تاکہ میں اپنی والدہ سے کچھ عرض کر آؤں، جب اجازت لیکر آپ گھر آئے تو والدہ نے پوچھا بیٹا گھر آنے کی وجہ کیا ہے، کیا کوئی ہدیہ لایہ ہے، یا کوئی عزر درپیش ہے، عرض کیا نہیں بلکہ، ان اشکرولی ولولدیك، پڑھ کر میرے دل پر بڑا اثر ہوا، اور اس کے متعلق یہ عرض کرنے کے لئے آیا ہوں، کہ دو جگہوں پر میں خدمت ادا نہیں کر سکتا، یا تو مجھے اللہ تعالیٰ سے مانگ کر ہمیشہ کے لئے اپنی خدمت کے لئے رکھ لیں، یا پھر خدا کے حوالے کردو، تاکہ اسی کی خدمت میں لگا رہوں، والدہ نے فرمایا بیٹا میں تجھے اللہ کی خدمت کے لئے آزاد کرتی ہوں، اور اپنا حق بخشتی ہوں، جا اور اپنے رب کو راضی کر (مراۃ الاسرار، ص ۳۰۷ از صوفی عبد الرحمٰن چشتی رحمۃ اللہ علیہ)

خواجہ بایزید اور احمد خضرویہ

صاحبِ مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواجہ احمد خضرویہ قدس اللہ العزیز اپنے ایک ہزار مریدوں سمیت خواجہ بایزید قدس اللہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان مریدوں میں سے ہر ایک پانی پر چل سکتا تھا، اور ہوا میں اڑ سکتا تھا، خواجہ احمد نے مریدوں سے فرمایا کہ جو کوئی خواجہ بایزید کے دیکھنے کی طاقت رکھتا ہے، اندر آئے ورنہ باہر ٹھہرا رہے، سب مرید اندر

داخل ہوئے مگر ایک باہر ٹھہرا رہا، خواجہ بایزید نے فرمایا تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو باہر رہ گیا ہے، اس کو اندر بلا لو، بعد ازاں آپ نے فرمایا اے احمد تو کب تک سیاحت کرتا رہے گا، انہوں نے جواب دیا کہ اگر پانی ایک جگہ ٹھہر جائے تو گندہ ہو جاتا ہے، آپ نے فرمایا دریا کیوں نہیں بنتا تاکہ گندہ نہ ہو، اب چونکہ خواجہ بایزید نے کلام شروع کر دیا تو خواجہ احمد نے کہا آپ ذرا اور نیچے آئیں تاکہ میں سمجھ سکوں، آپ کچھ نیچے آ گئے انہوں نے کہا ذرا اور نیچے آئیں، چنانچہ اسی طرح سات مرتبہ انہوں نے عرض کیا، تب خواجہ بایزید کا کلام سمجھے، جب آپ خاموش ہوئے تو خواجہ احمد نے کہا حضور میں نے ابلیس کو دیکھا کہ آپ کے کوچے میں اسے پھانسی دے دی گئی، فرمایا ہاں اس نے ہمارے ساتھ عہد کیا تھا کہ بسطام کے قریب نہیں آؤں گا، آج اس نے ایک شخص کے دل میں وسوسہ ڈالا ہے چوروں کے لئے حکم یہ ہے کہ بادشاہ کے دروازے پر تختہ دار پر لٹکائے جاتے ہیں، ایک آدمی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے دروازے پر مرد و عورت کا مجمع لگا رہتا ہے یہ کون ہیں، آپ نے فرمایا یہ فرشتے ہیں، جو کہ مجھ سے علمی مسائل پوچھتے ہیں، اور میں جواب دیتا ہوں، (مراۃ الاسرار، ص۳۱۱/ صوفی عبدالرحمٰن چشتی)

باب ۵۲

فضائلِ درود پاک

فرمانِ الٰہی

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

﴿الأحزاب: ٥٦﴾

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت ابو عبد الرحمٰن بن ابو لیلیٰ کا بیان ہے کہ مجھے حضرت کعب بن عجرہ صملے اور فرمایا، کیا میں تمہیں ایک تحفہ نہ دوں جسے میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سنا ہے، (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا، کیوں نہیں، آپ مجھے وہ ضرور عطا کریں، انہوں نے فرمایا، ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی خدمت میں سلام بھیجنا تو سکھا دیا ہے، لیکن ہم آپ کے اہلِ بیت پر درود کیسے بھیجا کریں، آپ ﷺ نے فرمایا، کہ یوں کہا کرو، اے اللہ، درود بھیج حضرت محمد مصطفیٰ پر اور آلِ محمد ﷺ پر جیسے تونے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور آل ابراہیم علیہ السلام پر بیشک تو بہت تعریف والا اور بزرگی والا ہے، اے اللہ برکت نازل فرما حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور آلِ محمد ﷺ پر جیسے تونے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور آلِ ابراہیم علیہ السلام پر بیشک تو تعریف اور بزرگی والا ہے، (صحیح بخاری اردو، کتاب الانبیاء)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا، جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے گا، اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا، (صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ علی النبی ﷺ)

(۳) حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ، میں کثرت سے آپ پر درود بھیجتا ہوں، پس میں آپ پر کتنا درود بھیجا کروں،

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، جس قدر تم چاہو، انہوں نے عرض کیا، کیا میں اپنی دعا کا چوتھائی حصّہ آپ پر درود بھیجنے کے لئے خاص کردوں، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، جتنا تو چاہے لیکن اگر تو اس میں اضافہ کرلے تو یہ تیرے لئے بہتر ہے، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ، آدھا حصہ خاص کردوں، آپ ﷺ نے فرمایا، جتنا تو چاہے لیکن اگر تو اس میں اضافہ کرے تو یہ تیرے لئے بہتر ہے، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ، دو تہائی کافی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا، جتنا تو چاہے لیکن اگر تو اس میں اضافہ کرلے تو یہ تیرے لئے بہتر ہے، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ، میں ساری دعا آپ پر درود بھیجنے کے لئے خاص کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا، پھر تو یہ درود ہی تمھارے تمام غموں (کو دور کرنے) کے لئے کافی ہو جائے گا، اور (اسی کے باعث) تمھارے تمام گناہ معاف کردئے جائیں گے، (جامع ترمذی، کتاب صفۃ القیامہ والرقاق والورع)

(۴) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجا کرو، یہ یومِ مشہود (یعنی میری بارگاہ میں فرشتوں کی خصوصی حاضری کا دن) ہے، اس دن فرشتے (خصوصی طور پر کثرت سے میری بارگاہ میں) حاضر ہوتے ہیں، کوئی شخص جب بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے، اس کے فارغ ہونے تک اس کا درود مجھے پیش کردیا جاتا ہے، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا، اور یارسول اللہ ﷺ آپ کے وصال کے بعد کیا ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں، وصال کے بعد بھی (اسی طرح پیش کیا جائے گا کیوں کہ) اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کا کھانا حرام کردیا ہے، پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق بھی دیا جاتا ہے، (ابن ماجہ، کتاب الجنائز)

(۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا، جس نے ان میں سے سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجا ہوگا، (جامع ترمذی اردو، کتاب الوتر)

اقوال

(۱) امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درست بات وہ ہے جو ابو جعفر بن محمد بن علی بن حُسین علیہ السلام سے مروی ہے اگر میں ایسی نماز پڑھوں جس میں حضور اکرم ﷺ اور آپ کے اہلِ بیت پر درود نہ بھیجوں تو یقیناً میرے نزدیک ایسی نماز کامل نہ ہوگی، (شفاء شریف)

(۲) قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ واضح ہونا چاہئے کہ حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا فی الجملہ فرض ہے، یہ کسی خاص وقت کے ساتھ محدود و معین نہیں ہے، کیوں

کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر علی الاطلاق درود بھیجنے کا حکم دیا ہے اور درود شریف پڑھنے کو ائمہ وعلماء نے واجب قرار دیا ہے، اور اس کے وجوب پر سب کا اجماع ہے، (شفاء شریف)

(۳) حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ دعا مانگا کرتے تھے، اے اللہ، حضرت محمد مصطفی ﷺ پر اور آپ کے اہل و عیال پر اپنی رحمتیں نازل فرما، جو علم و حکمت کے چراغ، فضل و نعمت والے اور عصمت کی کانیں ہیں، ان کے ساتھ مجھے بھی ہر برائی سے محفوظ فرما اور مجھے بے خبری اور غفلت کی حالت میں نہ پکڑ اور میرے اعمال کے نتائج میرے لئے موجب حسرت و ندامت نہ بنا اور مجھ سے راضی ہوجا، (غنیۃ الطالبین اردو)

آداب و اوقات

حضرت علامہ عالم فقری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں لکھتے ہیں، درود شریف ایک ایسا وظیفہ ہے جو ہر وقت پڑھا جاسکتا ہے یعنی درود پاک پڑھنے کی نہ کوئی تعداد مقرر ہے اور نہ وقت بلکہ جب چاہے پڑھے جتنا چاہے پڑھے دن میں پڑھے یا رات میں، نماز سے پہلے یا بعد میں دعا سے پہلے یا بعد میں، کھڑے ہوکر پڑھے یا بیٹھ کر گویا کہ چاہے تو ہر گھڑی اور ہر آن پڑھے، لیکن بعض خاص اوقات میں درود پاک پڑھنا زیادہ افضل ہے لہٰذا جن اوقات میں درود پاک پڑھنا چاہئے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) نماز کے آخری قعدہ میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھنا لازمی ہے۔

(۲) نماز جنازہ میں دوسری تکبیر کے بعد حضور ﷺ پر درود پاک پڑھنا ضروری ہے۔

(۳) جمعہ کے پہلے اور دوسرے خطبے میں حضور ﷺ پر ضرور درود پڑھنا چاہئے۔

(۴) نماز عیدین کے خطبے میں بھی درود پاک پڑھنا اشد ضروری ہے۔

(۵) نماز استسقاء کے خطبہ میں بھی درود پاک پڑھنا ضروری ہے۔

(۶) پانچوں وقت کی نماز کے بعد دعا سے قبل بھی درود پاک پڑھنا افضل ہے۔

(۷) نماز کسوف اور خسوف کے خطبوں میں بھی درود پاک پڑھنا چاہئے۔

(۸) مسجد میں داخل ہوتے وقت اور باہر نکلتے وقت اور بیٹھتے وقت بھی درود پڑھنا بہتر ہے۔

(۹) وضو کے وقت اور وضو کے بعد تیمم کرنے کے بعد غسل جنابت کے بعد بھی درود پاک پڑھنا چاہئے۔

(۱۰) دعا کے آغاز اور اختتام پر درود پاک پڑھنا قبولیت دعا کے لئے اکسیر ہے۔

(۱۱) دورانِ حج بیت اللہ شریف میں درود پاک پڑھنا بہت افضل ہے۔

(۱۲) کوہِ صفا کوہِ مروہ اور حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت بھی درود پاک پڑھنا بہت اچھا ہے۔
(۱۳) قیام منیٰ عرفات اور مزدلفہ میں بھی درود پاک کا ورد بہت اچھا ہے۔
(۱۴) طواف وداع کے بعد خانہ کعبہ سے نکلتے وقت بھی درود شریف پڑھنا چاہئے۔
(۱۵) مدینہ شریف اور مسد نبوی میں داخلہ کے وقت بھی درود شریف پڑھنا چاہئے۔
(۱۶) زیارت روضۂ رسولِ اکرم ﷺ کے وقت بھی درود شریف پڑھنا چاہئے۔
(۱۷) ریاض الجنہ اور اصحاب صفہ کے چبوترے پر بھی درود شریف کا ورد کرنا چاہئے۔
(۱۸) رسول اکرم ﷺ کے متبرک آثار دیکھتے وقت بھی درود شریف پڑھنا چاہئے۔
(۱۹) مقام بدر اور مقام احد وغیرہ کو دیکھتے وقت بھی درود شریف پڑھنا چاہئے۔
(۲۰) جمعرات کو بعد نماز عشاء یا بعد نماز تہجد بھی درود پاک کا ورد بہت بہتر ہے۔
(۲۱) جمعہ کے دن قبل از جمعہ یا بعد از جمعہ کثرت سے درود پاک پڑھنا چاہئے۔
(۲۲) ہر روز صبح اور شام کے وقت بھی درود پاک پڑھنا بہت اچھا ہے۔
(۲۳) ہفتہ کے روز کثرت سے درود پاک پڑھنا شفاعت کی دلیل ہے۔
(۲۴) اتوار کو بعد نماز فجر مسجد میں بیٹھ کر درود شریف پڑھنا رد عیسائیت کی دلیل ہے۔
(۲۵) پیر کے روز صبح کے وقت درود پاک کا ورد بے پناہ فضیلت رکھتا ہے کیوں کہ حضور ﷺ کی ولادت اسی روز ہوئی۔
(۲۶) رمضان المبارک میں ہر روز درود پاک پڑھنا بہت زیادہ اجر کا حامل ہے۔
(۲۷) شبِ برائت میں آدھی رات کے بعد استغفار کے بعد درود پاک پڑھنا چاہئے۔
(۲۸) حضور ﷺ کا نامِ پاک لیتے اور سنتے اور لکھتے وقت درود شریف پڑھنا ضروری ہے۔
(۲۹) کسی محفل یا اجتماع میں آغاز گفتگو سے قبل درود پاک پڑھنا باعث برکت ہے۔
(۳۰) کسی مجلس سے اٹھتے وقت درود شریف پڑھنا باعثِ عزت ہے۔
(۳۱) رات کو سوتے وقت درود شریف کا ورد باعثِ حفاظت ہے۔
(۳۲) سو کر اٹھتے وقت درود شریف کا پڑھنا باعثِ عمر درازی ہے۔
(۳۳) نیند نہ آنے کی صورت میں درود شریف کا پڑھنا باعثِ سکون قلبی ہے۔
(۳۴) مجلس ذکر کے آغاز اور اختتام پر درود شریف کا پڑھنا مجلس کا شرف قبولیت کی دلیل ہے۔
(۳۵) ختم قرآن پاک کے وقت درود شریف کا پڑھنا باعثِ سعادت ہے۔
(۳۶) وعظ درس اور تعلیم کے وقت درود پاک کا پڑھنا اضافہ علم کی دلیل ہے۔

(۳۷) گناہ کے بعد توبہ کے وقت درود شریف کا پڑھنا قبولیت توبہ کی علامت ہے۔
(۳۸) گھر میں داخل ہوتے وقت درود شریف کا پڑھنا گھر میں باعثِ برکت ہوگا۔
(۳۹) کسی چیز کے بھول جانے پر درود پاک کا پڑھنا یاد آنے کا سبب بنے گا۔
(۴۰) نکاح کے موقعہ پر درود شریف کا پڑھنا خیر و برکت اور سلامتی کا سبب ہوگا۔
(۴۱) حالتِ غربت میں درود پاک کا پڑھنا غنی ہونے کا ذریعہ بنے گا۔
(۴۲) مصیبت اور سختی کے وقت درود پاک کا پڑھنا باعثِ راحت ہوگا۔
(۴۳) معانقہ اور مصافحہ کے وقت درود شریف کا پڑھنا محبت کی دلیل ہے۔
(۴۴) قبرستان میں داخل ہوتے وقت درود پاک کا پڑھنا باعث مغفرت ہوگا۔
(۴۵) ہر نیک کام کرتے وقت درود پاک کا پڑھنا انجام بخیر کی دلیل ہے۔
(۴۶) حالتِ سفر میں درود پاک کا ورد باعثِ حفاظت اور خیریت ہوگا۔
(۴۷) میت کو قبر میں اتارتے وقت درود پاک کا پڑھنا باعثِ راحت ہوگا۔
(۴۸) طلب شفاء کے لئے حالتِ مرض میں درود پاک کا پڑھنا باعثِ شفاء ہوگا۔
(۴۹) صاف پانی کو بہتا دیکھ کر درود پاک پڑھنا باعثِ شکر ہے۔
(۵۰) خوشبو سونگھتے وقت درود پاک پڑھنا باعثِ ثواب ہے۔
(۵۱) کاروبار یا تجارت کا آغاز کرتے وقت درود شریف کا پڑھنا اضافہ رزق ہوگا۔
(۵۲) وصیت لکھتے وقت درود شریف کا پڑھنا انجام بخیر کی دلیل ہے۔
(۵۳) کسی دعوت میں شامل ہوتے وقت درود شریف کا پڑھنا باعثِ برکت ہوگا۔
(۵۴) کسی چیز کے اچھا لگنے کے وقت درود پاک کا پڑھنا بہت بہتر ہے۔
(۵۵) تہمت سے بری ذمہ ہونے کے لئے درود پاک کو کثرت سے پڑھنا چاہئے۔
(۵۶) دوستوں اور رشتہ داروں سے ملاقات کے وقت درود پاک کا پڑھنا باعثِ محبت ہوگا۔
(۵۷) علم کی اشاعت کے وقت بھی درود پاک سے شروع کرنا چاہئے۔
(۵۸) قرآن پاک کے حفظ کرنے کی دعا میں بھی درود پاک پڑھنا چاہئے۔
(۵۹) شبِ قدر میں درود پاک کثرت سے پڑھنا باعثِ نجات ہے۔
(۶۰) جمعۃ الوداع کے دن بعد جمعہ درود شریف پڑھنا باعث سعادت ہوگا۔

(قصیدہ بردہ شریف علامہ عالم فقری)

آدابِ درود شریف

عظیم المرتبت ہستی کا نام لینے کے لئے آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے اس لئے درود شریف پڑھتے ہوئے ظاہری اور باطنی آداب کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے، کیوں کہ تقاضہ محبت یہی ہے کہ ادب سے بارگاہ رسالت ﷺ میں درود شریف پیش کیا جائے لہٰذا درود شریف پڑھتے ہوئے مندرجہ ذیل آداب کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔

(۱) درود پاک پورے ذوق و شوق اور لگن سے پڑھنا چاہئے دل و دماغ کو پوری طرح حاضر رکھنا چاہئے اور دل سے ہر طرح کے خیالات نکال کر اپنی پوری توجہ درود شریف پر رکھنی چاہئے اور اپنے ذہن میں یوں خیال کریں کہ نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں حاضری ہے اس لئے ان کی عظمت اور رفعت کا نقشہ اپنی آنکھوں کے سامنے قائم کریں۔

(۲) درود پاک پڑھتے وقت اپنے چہرے کا رخ اس طرف کرنا چاہئے جس طرف نبی اکرم ﷺ کا روضہ اقدس ہے پھر آنکھیں بند کر کے مراقبہ کی صورت درود پڑھنا شروع کرے اور کوشش کرے کہ جتنا عرصہ درود پاک پڑھا جائے مراقب رہے۔

(۳) درود شریف پڑھتے ہوئے نبی کریم ﷺ کا تصور کرنا چاہئے اگر خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوگئی ہے تو وہ صورت پاک دل نشین کر کے اس پر اپنا تصور جمانا چاہئے اگر زیارت نہ ہوئی ہو تو زیارت کا طلبگار رہنا چاہئے جب درود پاک پڑھتے پڑھتے تعداد کی کثرت ہوجائے گی تو پھر درود پڑھنے والے کی روح کا مجلس محمدی ﷺ میں آنا جانا ہوجائے گا، وہ روح کی آنکھ سے نبی اکرم ﷺ کی یاد میں گم ہوجائے گا، اور جوں جوں ان کی محبت میں زیادہ محو ہوگا اسی نسبت سے اس کی روح پر انوار الٰہیہ کا نزول ہوگا اور دن بدن اس پر رحمت خداوندی بڑھتی جائے گی حتیٰ کہ ایک ایسا وقت آجائے گا کہ وہ اپنے گرد نور کا بحر بیکراں محسوس کرے گا اور اس بحرِ بیکراں میں درود پڑھنے والے کی روح غوطہ زن ہوکر روحانیت سے مالامال ہوجائے گی۔

(۴) درود شریف کو حکم الٰہی کی اتباع تصور کرنا چاہئے اور درود شریف پڑھنے کا مقصد رضائے الٰہی رکھنا چاہئے بلکہ یہ نیت پیش نظر رکھنا چاہئے کہ درود شریف پڑھنا اللہ کا حکم ہے اس لئے اس حکم کی اتباع کر رہا ہوں اگر اس نیت کے علاوہ کوئی اور نیت ذہن میں رکھے گا تو درود شریف کا اجر کم ہوجائے گا۔

(۵) درود پاک پڑھنے والے کا جسم پاک اور لباس پاک صاف ہونا چاہئے کیوں کہ ہر عبادت کے لئے پاکیزگی اور طہارت ضروری ہے اس لئے درود پاک کے لئے بھی پاکیزہ ہونا ضروری ہے لہٰذا درود شریف باوضو پڑھے تو زیادہ بہتر ہے مسواک سے اپنے منھ کو

صاف رکھنا چاہئے خوشبو لگانا بھی بہت بہتر ہے پھر ذہن کو بھی ہر طرح کے خیالات سے پاک کر کے درود شریف پڑھنا چاہئے۔

(۶) درود شریف جس مقام پر پڑھا جائے اس کا پاک ہونا بھی ضروری ہے اس لئے ناپاک اور گندی جگہ پر درود شریف نہیں پڑھنا چاہئے لہٰذا ایسی جگہ جہاں پر غلاظت کا احتمال ہو یا کوئی حکمی یا حقیقی غلاظت لگی ہو تو وہاں پر درود شریف نہیں پڑھنا چاہئے نہ ہی ایسی جگہ جہاں پر حقہ نوشی ہوتی ہو درود شریف نہیں پڑھنی چاہئے ایسی جگہ جہاں افیون بھنگ چرس شراب وغیرہ پیتے ہوں وہاں بھی درود شریف نہیں پڑھنا چاہئے۔

(۷) درود شریف پڑھتے ہوئے شہرت اور ریاکاری سے بچنا چاہئے دنیاوی جاہ و جلال حاصل کرنے کی نیت نہیں رکھنی چاہئے اگر کسی کے مدعو کرنے پر محفلِ درود میں شرکت کرے تو دعوت دینے والے یا کسی اور پر احسان نہیں رکھنا چاہئے بلکہ درود شریف کے پڑھنے میں رضائے الٰہی کا مقصد ہی پیش نظر رکھنی چاہئے۔

(۸) نبی اکرم ﷺ کا نام پاک سنے یا پڑھے یا لکھے تو اس پر درود شریف پڑھے یعنی ﷺ ضرور پڑھے چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے اس لئے ﷺ کہنا یا لکھنا ضروری ہے حضرت ابو عباس مشہور محدث تھے نبی اکرم ﷺ کے نام نامی کو لکھتے وقت صرف صلی اللہ لکھا کرتے تھے یعنی وسلم کا لفظ ترک کر دیا کرتے تھے ایک رات نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم چالیس نیکیوں کو کیوں ضائع کر لیتے ہو مجھ پر وسلم کے چار حروف کو نظر انداز کر کے ان نیکیوں سے کیوں محروم رہتے ہو کیوں کہ ایک ایک حرف کے بدلے میں دس نیکیاں ملتی ہیں تو اس روز سے حضرت ابو عباس نے درود شریف کے پورے الفاظ لکھنے شروع کر دئے۔

(۹) درود پاک دونوں طرح یعنی بلند آواز یا پست آواز سے پڑھ سکتے ہیں اگر اونچی پڑھے تو بھی معتدل آواز سے پڑھنا چاہئے درود پڑھتے وقت آواز کو دلکش انداز میں نکالنا چاہئے درود پست آواز سے پڑھنا زیادہ بہتر ہے کیوں کہ اس سے دلجمعی پیدا ہوتی ہے اور روحانی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

(۱۰) درود شریف میں جہاں اسم محمد ﷺ آئے اور وہاں سیدنا کا لفظ نہ ہو تو وہاں سیدنا کا لفظ ادباً اور عقیدتاً خود پڑھ لینا چاہئے کیوں کہ سیدنا کا لفظ ادب و تعظیم کا ہے اس لئے آپ کے ذاتی نام کے ساتھ اس لفظ کا اضافہ کرنا بہتر ہے۔

(۱۱) درود پاک اگرچہ ہر مسلمان کو کثرت سے پڑھنا چاہئے اگر اس کے پڑھنے میں شیخ کامل کی اجازت سے اس کی دعا شامل حال ہو جاتی ہے جو زیادہ فوائد روحانی کا باعث

بنتی ہے اگر کسی نے بیعت نہ کی ہو تو اسے درود شریف پڑھنے سے گریز نہیں کرنا چاہئے جتنا چاہے پڑھے، (قصیدہ بردہ شریف علامہ عالم فقری)

درود پاک کے ذریعہ قبر میں نجات

حضرتِ خواجہ ابوبکر شبلی قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ میرا ایک ہمسایہ فوت ہو گیا تھا، میں نے اسے خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا، اس نے جواب دیا، حضرت آپ کیا پوچھتے ہیں، بڑے بڑے خوفناک منظر میرے سامنے آئے منکر نکیر کے سوال و جواب کا وقت تو مجھ پر بڑا ہی خطرناک اور دشوار آیا حتیٰ کہ میں سوچ میں پڑ گیا کہ میرا ایمان پر خاتمہ ہوا ہے کہ نہیں، اچانک مجھ سے کہا گیا کہ دنیا میں تیری زبان بیکار رہی اس وجہ سے تجھ پر یہ مصیبت آئی ہے، پھر جب عذاب کے فرشتوں نے مجھے مارنے کا قصد کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اور ان فرشتوں کے درمیان ایک نوری انسان حائل ہو گیا، جو کہ نہایت حسین و جمیل تھا، اور اس کے جسم پاک سے خوشبو مہکتی تھی، منکر و نکیر کے سوالات کے جوابات وہ مجھے پڑھاتا گیا اور میں فرشتوں کو جواب دیتا گیا، اور میں کامیاب ہوتا گیا، پھر میں نے اس نوری انسان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں، اس نے جواب دیا، میں تیرا وہ درود پاک ہوں جو تو نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا، اب تو فکر نہ کر میں تیرے ساتھ ہی رہوں گا، قبر میں، حشر میں، پل صراط و میزان پر ہر مشکل مقام پر تیرے ساتھ رہوں گا، اور تیرا مددگار رہوں گا، (قصیدہ بردہ شریف، از علامہ عالم فقری)

درود پاک نے قبر میں ساتھ دیا

حضرت شیخ جزوی صاحبِ دلائل الخیرات قدس اللہ سرہ العزیز کے وصال کے ۷۷ / ستہتر سال بعد آپ کو قبر مبارک سے نکالا گیا، اور سوس سے مراکش منتقل کیا گیا، جب آپ کا جسد مبارک کھولا گیا تو دیکھا کہ آپ کا کفن بھی بوسیدہ نہیں ہوا تھا اور آپ بلکل صحیح و سالم ہیں جیسے آج ہی لیٹے ہیں نہ تو زمین نے آپ کو چھیڑا ہے نہ آپ کی کوئی حالت بدلی ہے، بلکہ جب آپ کا وصال ہوا تھا تو آپ نے تازہ تازہ خط بنوایا تھا اور ستہتر سال بعد جب آپ کا جسم پاک نکالا گیا تو ایسے تھا جیسے آج ہی خط بنوایا ہے بلکہ کسی نے براہ امتحان آپ کے رخسار مبارک پر انگلی رکھ کر دبایا اور انگلی اٹھائی تو اس جگہ سے خون ہٹ گیا اور وہ جگہ سفید نظر آ رہی تھی، پھر تھوڑی دیر بعد وہ جگہ سرخ ہو گئی، جیسے کہ زندگی کے جسم میں خون رواں ہوتا ہے اور دبانے سے یوں ہی ہوتا ہے اور یہ ساری بہاریں درود پاک کی کثرت کی برکت سے ہیں، (قصیدہ بردہ شریف، از علامہ عالم فقری)

ایک عجیب فرشتے کا واقعہ

شب معراج آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ نے جو عجائبات دیکھے ان میں سے ایک یہ دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک فرشتہ دیکھا اس کے پر جلے ہوئے تھے، یہ دیکھ کر فرمایا اے جبرائیل، اس فرشتے کو کیا ہوا، عرض کی، یارسول اللہ ﷺ اس فرشتے کو اللہ نے ایک شہر تباہ کرنے کے لئے بھیجا تھا، اس نے وہاں پہونچ کر ایک شیر خوار بچے کو دیکھا تو اسے رحم آگیا یہ اسی طرح واپس آگیا تو اللہ نے اسے یہ سزا دی ہے، یہ سن کر حبیب خدا ﷺ نے فرمایا، اے جبرائیل، کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے، جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی، قرآن میں موجود ہے۔ وانی لغفار لمن تاب، یعنی جو توبہ کرے میں اسے بخش دیتا ہوں۔

سید عالم ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی، یا اللہ اس پر رحمت فرما، اس کی توبہ قبول فرما، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس کی توبہ یہ ہے کہ آپ پر دس بار درود پڑھے آپ نے اس فرشتے کو حکم سنایا تو اس نے دس بار درود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ نے اس کو پر بال عطا فرمائے اور وہ اوپر کو اڑ گیا، اور ملائکہ میں یہ شور برپا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے درود پاک کی برکت سے، کروبین، پر رحم فرمایا ہے، (رونق المجالس صفحہ ۱۱)

موسیٰ علیہ السلام کو درود پڑھنے کا حکم

اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اے موسیٰ، اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمھاری زبان پر تمھارے کلام سے، تمھارے دل میں خیالات سے، تمھارے بدن میں تمھاری روح سے، تمھاری آنکھوں میں نورِ بصارت سے اور تمھارے کانوں میں قوت سماعت سے، زیادہ قریب رہوں تو پھر ہمارے محبوب حضرت محمد ﷺ پر کثرت سے درود بھیجو، (مکاشفۃ القلوب اردو، ص، ۵۶/ از امام غزالی)

درود کی بدولت فرشتے کی کوتاہی معاف

زہرۃ الرّیاض میں ہے کہ ایک دن جبرائیل علیہ السلام دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، یارسول اللہ ﷺ، میں نے آج ایک عجیب و غریب واقعہ دیکھا ہے، حضور ﷺ نے پوچھا، وہ واقعہ کیا ہے، جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ، مجھے کوہِ کاف جانے کا اتفاق ہوا، مجھے وہاں آہ وفغاں رونے چلانے کی آوازیں سنائی دیں جدھر سے آوازیں آرہی تھیں، میں ادھر کو گیا تو مجھے ایک فرشتہ دکھائی دیا جس کو میں نے اس سے پہلے آسمان پر دیکھا تھا جو کہ اس وقت بڑے اعزاز واکرام میں رہتا تھا، وہ ایک نورانی تخت پر بیٹھا رہتا، ستر ہزار فرشتے اس کے گرد صف بستہ کھڑے رہتے تھے، وہ فرشتہ سانس لیتا تھا تو

اللہ تعالیٰ اس سانس کے بدلے ایک فرشتہ پیدا کر دیتا تھا، لیکن آج میں نے اسی فرشتہ کو کوہِ کاف کی وادی میں سرگرداں و پریشاں آہ و زاری کرتا ہوا دیکھا ہے، میں نے اس سے پوچھا کیا حال ہے اور کیا ہو گیا ہے، اس نے بتایا، معراج کی رات جب میں اپنے نورانی تخت پر بیٹھا ہوا تھا میرے قریب سے اللہ تعالیٰ کے حبیب نبی اکرم ﷺ گزرے تو میں نے حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم کی پرواہ نہ کی، اللہ تعالیٰ کو میری یہ ادا بڑائی پسند نہ آئی، اللہ تعالیٰ نے مجھے ذلیل کر کے نکال دیا، اور اس بلندی سے اس پستی میں ڈال دیا، پھر اس نے کہا، اے جبرائیل، اللہ کے دربار میں میری سفارش کر دو کہ اللہ تعالیٰ میری اس غلطی کو معاف اور مجھے پھر بحال کر دے، یارسول اللہ ﷺ، میں نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں عاجزی کے ساتھ معافی کی درخواست کی، دربارِ الٰہی سے ارشاد ہوا، اے جبرائیل، اس فرشتہ کو بتا دو اگر وہ معافی چاہتا ہے تو میرے نبی ﷺ پر درود پاک پڑھے، یارسول اللہ ﷺ جب میں نے اس فرشتہ کو فرمانِ الٰہی سنایا تو وہ سنتے ہی حضور کی ذاتِ پاک پر درود پڑھنے میں مشغول ہو گیا، اور پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس کے بال و پر نکلنا شروع ہو گئے، اور پھر وہ اس ذلت و پستی سے اڑ کر آسمان کی بلندیوں پر جا پہونچا اور اپنی مسندِ اکرام پر براجمان ہوا، (معارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۳۱/ مکاشفۃ القلوب اردو، رضی اللہ عنہ ۱۵۲/)

درود سے جاکنی میں آسانی ہو گئی

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ایک مالدار آدمی تھا، جس کا کردار اچھا نہیں تھا، لیکن اسے درود پاک پڑھنے کا بڑا شوق تھا، کسی وقت وہ درود پاک سے غافل نہیں رہتا تھا، جب اس کا آخری وقت آیا اور جاکنی کی حالت طاری ہوئی تو اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا، اور بہت زیادہ تنگی لاحق ہوئی، حتیٰ کہ جو دیکھتا ڈر جاتا تو اس نے جان کنی کی حالت میں ندا دی، اے اللہ تعالیٰ کے محبوب، میں آپ سے محبت رکھتا ہوں، اور درود پاک کی کثرت کرتا ہوں، ابھی اس نے یہ نداء بھی نہ کر پائی تھی کہ اچانک ایک پرندہ آسمان سے نازل ہوا اور اس نے اپنا پر اس آدمی کے چہرہ پر پھیر دیا فوراً اس کا چہرہ چمک اٹھا اور کستوری کی سی خوشبو مہک گئی، اور وہ کلمۂ طیبہ پڑھتا ہوا، دنیا سے رخصت ہو گیا، اور پھر جب اس کی تجہیز و تکفین کر کے قبر کی طرف لے گئے اور اسے لحد میں رکھا تو غیب سے آواز سنی، ہم نے اس بندے کو قبر میں رکھنے سے پہلے ہی کفایت کی اور اس درود پاک نے جو یہ میرے حبیب پر پڑھا کرتا تھا، اسے قبر سے اٹھا کر جنت میں پہونچا دیا ہے، یہ سن کر لوگ بہت متعجّب ہوئے اور پھر جب رات ہوئی تو کسی نے دیکھا زمین و آسمان کے درمیان چل رہا ہے اور پڑھ رہا ہے،

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

﴿الأحزاب: ۵۶﴾ (قصیدہ بردہ شریف، از علامہ عالم فقری)

شیخ احمد مغربی کا خواب

حضرت شیخ احمد بن ثابت مغربی قدس اللہ العزیز نے فرمایا کہ میں نے درود پاک کے فضائل جو دیکھے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ دو آدمی آپس میں جھگڑتے ہیں، ایک نے کہا، آ میرے ساتھ چل رسول اکرم ﷺ سے فیصلہ کرالیں، چنانچہ وہ دونوں چلے تو میں بھی ان کے پیچھے ہولیا، دیکھا تو سید عالم ﷺ ایک بلند جگہ پر جلوہ افروز ہیں، جب حاضر ہوئے تو ایک نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ اس شخص نے مجھ پر گھر جلادینے کا الزام لگایا ہے، یہ سن کر شاہِ کونین سید عالم ﷺ نے فرمایا، اس نے تجھ پر افترا کیا ہے اسے آگ کھاجائے گی، پھر میں بیدار ہوگیا اور میں دربار رسالت میں کوئی عرض نہ کرسکا، پھر میں نے دربارِ الٰہی میں دعا کی یا اللہ، مجھے پھر زیارتِ مصطفیٰ ﷺ سے مشرف فرما، دعا کے بعد میں سوگیا، دیکھتا ہوں کہ منادی ندا کررہا ہے کہ جو شخص رسولِ کریم ﷺ کی زیارت کرنا چاہتا ہے وہ ہمارے ساتھ چلے، اور میں نے دیکھا کہ کافی لوگ اس ندا کرنے والے کے پیچھے جارہے ہیں جن کے لباس سفید ہیں تو میں نے ایک سے پوچھا کہ خدا کے لئے اور رسولِ خدا ﷺ کے لئے یہ مجھے بتاؤ کہ حضور ﷺ کہاں تشریف فرما ہیں، اس نے کہا کہ سرکارِ دوعالم ﷺ فلاں مکان میں جلوہ گر ہیں، یہ سن کر میں نے دعا کی، یا اللہ درود پاک کی برکت سے مجھے اپنے حبیب پاک تک ان لوگوں سے پہلے پہونچادے (ﷺ) تاکہ میں تنہائی میں زیارت کرسکوں اور اپنی مراد حاصل کرسکوں، تو مجھے کسی چیز نے بجلی کی طرح حضور ﷺ کے دربار میں حاضر کردیا، جب حاضر ہوا تو دیکھا کہ سرکارِ دوعالم ﷺ تنہا قبلہ رو تشریف فرما ہیں اور حضور ﷺ کے چہرۂ انور سے نور چمک رہا ہے میں نے عرض کی الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ یہ سن کر حضور ﷺ نے مرحبا فرمایا، تو میں اپنے چہرے کے ساتھ حضور ﷺ کی گود مبارک میں لوٹ پوٹ ہوگیا، پھر میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے، جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے، فرمایا درود پاک کی کثرت کرو، پھر میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ آپ اس بات کے ضامن ہوجائیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ولی بن جائیں، تو فرمایا، میں تیرا ضامن ہوں کہ تیرا ایمان پر خاتمہ ہوگا، پھر میں نے وہی عرض کی تو فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ولی سارے کے سارے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں کہ خاتمہ ایمان پر ہوجائے لہٰذا میں تیرا ضامن ہوں کہ تیرا خاتمہ ایمان پر ہوجائے، میں نے عرض کی، ہاں، یارسول اللہ ﷺ مجھے منظور ہے، پھر میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ مجھے حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کرائے، میں یہ دربار رسالت میں عرض کرنے والا تھا کہ حضور ﷺ نے فرمایا، مجھ پر درود پاک کی کثرت کو لازم پکڑو اور اس مقام کی زیارت اور ہر وہ بات جو تجھے درجات تک پہنچانے والی ہے ہم اس کو پورا کریں گے، پھر میرے دل میں اس بات کی حشمت و رعب پیدا ہوا کہ جب میں کون و مکان زمین و آسمان کے آقا کی زیارت سے نوازا گیا ہوں تو مجھے اور کیا

چاہئے، تو میں نے عرض کی یارسول اللہ، ہر نبی و رسول ہر ولی اور حضرت خضر علیہ السلام حضور کے نور سے ہی فیضیاب ہوئے ہیں، اور حضور کے بحر ذخار سے سب نے چلّو بھرا ہے تو جب مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگئی تو گویا میں نے سب کی زیارت کرلی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، بعد ازاں باقی لوگ جن کو میں پیچھے چھوڑ آیا تھا وہ حاضر ہوگئے اور وہ بلند آواز سے پڑھتے آرہے تھے، الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ، جب وہ حاضر ہوئے تو میں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایک جانب بیٹھا تھا، رسول اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو بشارتیں دیں لیکن ان کے ساتھ ایک شخص اور بھی آیا تھا اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دھتکار دیا، اور فرمایا اے مردود، اے آگ کے چہرے والے تو پیچھے ہٹ جا، میں نے اس کی صورت دیکھی تو وہ ان آنے والوں جیسی نہ تھی، کیوں کہ وہ شیطان تھا، اور پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان حاضرین کے ساتھ گفتگو سے فارغ ہوئے تو فرمایا، اب تم جاؤ، اللہ تمہیں برکتیں عطا کرے اور مجھے میرے پوتے کے ساتھ (میری طرف اشارہ کرکے) رہنے دو، تو میں نے عرض کی یارسول اللہ میں سید ہوں، فرمایا ہاں، تو سید ہے، میں نے عرض کی کہ کیا میں حضور کی اولاد پاک سے ہوں فرمایا ہاں، تو میری نسل پاک سے ہے، تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، پھر میں نے عرض کیا، حضور مجھے نصیحت فرمائیے، جس کے ساتھ اللہ مجھے نفع دے، تو فرمایا تجھ پر لازم ہے کہ درود پاک کی کثرت کرے، اور کھیل تماشے سے پرہیز کرے، میں بیدار ہوا تو میں نے سوچا وہ کون سا کھیل تماشہ ہے کہ میں اسے ترک کردوں میں نے بہتیرا غور کیا مگر مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کیا ہے پھر میں نے خیال کیا، شاید کوئی آئندہ رونما ہونے والی کوئی بات ہو، لاحول ولاقوۃ الا باللہ، فعل بد سے وہی بچ سکتا ہے جس پر اللہ رحم فرمائے، (قصیدہ بردہ شریف، از علامہ عالم فقری)

موئے مبارک اور شاہ عبدالرحیم

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز انفاس العارفین میں لکھتے ہیں کہ والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ ایک دفعہ مجھے بخار کا عارضہ لاحق ہوا، اور بیماری طول پکڑ گئی، حتیٰ کی زندگی سے ناامیدی ہوگئی اس دوران مجھے غنودگی ہوئی تو میں نے دیکھا کہ شاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا، کیف حالک یا بنی، اے میرے بیٹے کیا حال ہے، اس ارشاد گرامی کی لذت مجھ پر ایسی غالب ہوئی کہ مجھے وجد آگیا اور زاری و بے قراری کی عجیب حالت مجھ پر طاری ہوئی، پھر مجھے میرے آقا امت کے والی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کو دمبارک میں لے لیا کہ حضور کی ریش مبارک میرے سر پر تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرہن مبارک میرے آنسوؤں سے تر ہوگیا، پھر آہستہ آہستہ یہ حالت سکون سے بدل گئی پھر میرے دل میں خیال آیا کہ مدت گزر گئی، اس شوق میں کہ کہیں سے سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک دستیاب ہوں کتنا کرم ہوگا، اگر آقا مجھے یہ دولت عنایت فرمائیں، بس یہ خیال آنا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے اس خطرہ پر مطلع ہوئے اور شاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ریش مبارک پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا اور دو بال مبارک مجھے عنایت

فرمائے، پھر مجھے یہ خیال آیا کہ بیدار ہونے کے بعد یہ نعمت (بال مبارک) میرے پاس رہے گی، یا نہیں تو حضور ﷺ نے فوراً فرمایا، بیٹا یہ دونوں بال مبارک تیرے پاس رہیں گے، بعد ازاں سرکار دوعالم ﷺ نے صحت کلی اور درازی عمر کی بشارت دی تو مجھے اسی وقت آرام ہو گیا، میں نے چراغ منگایا اور دیکھا تو میرے ہاتھ میں وہ موئے مبارک نہ تھے، میں غمگین ہو کر پھر دربار رسالت کی طرف متوجہ ہوا، اور دیکھا کہ آقائے دوجہاں ﷺ جلوہ افروز ہیں اور فرمارہے ہیں، بیٹا ہوش کر میں نے دونوں بال تیرے تکیے کے نیچے احتیاط سے رکھ دئے ہیں وہاں سے لے لو، میں نے بیدار ہوتے ہی تکیے کے نیچے سے لے لئے، اور ایک پاکیزہ جگہ میں نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ محفوظ کر لئے۔

بعد ازاں چونکہ بخار یکدم اتر گیا تو کمزوری غالب آگئی حاضرین نے سمجھا شاید موت کا وقت آگیا ہے اور وہ رونے لگے چونکہ مجھ میں بات کرنے کی طاقت نہ تھی اس لئے میں اشارہ کرتا رہا، پھر کچھ عرصہ بعد مجھے قوت حاصل ہوگئی اور میں بالکل تندرست ہو گیا، نیز حضرت موصوف فرماتے ہیں کہ ان دونوں موئے مبارک کی خاصیت یہ تھی کہ آپس میں لپٹے رہتے تھے لیکن جب درود پاک پڑھا جاتا تو دونوں علیحدہ علیحدہ ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے، ایک مرتبہ تین آدمی جو اس معجزے کے منکر تھے آئے اور آزمائش چاہی میں بے ادبی کے خوف سے آزمانے پر رضامند نہ ہوا، لیکن جب مناظرہ طول پکڑ گیا تو عزیزوں نے وہ بال مبارک پکڑے اور دھوپ میں لے گئے اسی وقت بادل آیا اور اس نے سایہ کر دیا حالانکہ سخت دھوپ تھی اور بادل کا موسم بھی نہ تھا، یہ دیکھ کر ان میں سے ایک نے توبہ کر لی اور مان گیا، دوسرے دونوں نے کہا یہ اتفاقی امر تھا، دوسری بار پھر وہ موئے مبارک دھوپ میں لے گئے تو پھر بادل نے آکر سایہ کر دیا اور دوسرا بھی تائب ہوا، تیسرے نے کہا اب بھی اتفاقی امر ہے، تیسری بار پھر دھوپ میں لے گئے تو پھر فوراً بادل نے سایہ کر دیا تو تیسرا بھی تائب ہو کر مان گیا، ایک بار کچھ لوگ موئے مبارک کی زیارت کے لئے آئے تو میں موئے مبارک والے صندوق کو باہر لایا لوگ کافی جمع تھے، میں نے تالا کھولنے کے لئے چابی لگائی تو تالا نہ کھلا بڑی کوشش کی مگر میں تالا کھولنے میں کامیاب نہ ہو سکا، پھر میں اپنے دل کی طرف متوجہ ہوا تو معلوم ہوا کہ ان لوگوں میں فلاں آدمی جنبی ہے اس کی شامت ہے کہ تالا نہیں کھل رہا ہے میں نے پردہ پوشی کرتے ہوئے سب کو کہا جاؤ، دوبارہ طہارت کر کے آؤ، جب وہ جنبی (جس پر غسل واجب تھا) مجمع سے باہر ہوا تو تالا کھل گیا اور ہم سب نے زیارت کی، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میرے والد ماجد نے آخری عمر میں تبرکات تقسیم فرمائے تو ایک بال مبارک مجھے بھی عنایت ہوا، والحمد للہ رب العلمین (انفاس العارفین صفحہ ۱۰۴)

باب ۵۳

شانِ ابوذر غفاری

حضرتِ سیدنا ابوذر غفاری کا ایمان لانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابوذر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر پہونچی تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا کہ تم سوار ہوکر اس وادی کی طرف جاؤ اور اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرو جو اپنے نبی ہونے اور اپنے پاس آسمانی خبروں کے آنے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کی بات سننا، پھر میرے پاس آنا، پس ان کا بھائی روانہ ہوکر آپ کی خدمت میں پہونچا اور آپ کی باتیں سن کر ابوذر رضی اللہ عنہ کی طرف واپس لوٹ گیا، پھر انہیں بتایا کہ وہ شخص اچھے اخلاق کا حکم دیتا ہے اور اس کے پاس جو کلام ہے وہ شاعری نہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کی تمھارے بتانے سے مجھے تسلی نہیں ہوئی، پس یہ زاد راہ اور ایک مشکیزہ میں پانی لیکر مکہ کے لئے روانہ ہوگئے پھر جب مسجد میں آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جستجو رہی لیکن آپ کو پہچانتے نہ تھے اور کسی سے پوچھنا بھی پسند نہ کیا، اسی جستجو میں رات ہوگئی اور لیٹ گئے پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ لیا اور جان گئے کہ یہ مسافر ہے، یہ بھی انہیں دیکھ کر پیچھے ہوگئے صبح ہوگئی لیکن ایک نے دوسرے سے کچھ بھی نہ پوچھا چنانچہ یہ اپنا زاد راہ اور مشکیزہ لیکر پھر مسجد میں آگئے یہ دن بھی انتظار میں گزر گیا، اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا، شام کے وقت یہ پھر لیٹنے کی جگہ پر گئے تو ان کے پاس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ گزرے تو دل میں کہنے لگے کہ اس آدمی کو اپنی منزل مقصود نہیں ملی تاکہ وہاں قیام کرتا، پس انہیں اپنے ساتھ لے گئے اور دونوں میں سے کسی نے ایک دوسرے سے کچھ بھی نہ پوچھا، جب تیسرا روز ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس روز بھی انہیں اپنے پاس ٹھہرایا اور فرمایا کہ تم مجھے اپنے آنے کی وجہ کیوں نہیں بتاتے، جواب دیا اگر آپ میری رہنمائی کرنے کا پکا عہد و پیمان کریں تو میں اپنے مقصد کا اظہار کر سکتا ہوں، انہوں نے وعدہ کر لیا تو انہوں نے مقصد ظاہر کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے سچی بات سنی واقعی وہ اللہ کے سچے رسول ہیں، جب خیر سے صبح ہوجائے تو میرے پیچھے چلنا، اگر کسی مقام پر مجھے تمھارے لئے خطرہ نظر آیا تو میں ٹھہر جاؤں گا، اور اس طرح بیٹھوں گا جیسے پیشاب کرتا ہوں پھر جب چلوں تو تم

بھی میرے پیچھے چلتے رہنا یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جا پہونچے اور یہ بھی ساتھ ہی پہونچ گئے، جب انہوں نے آپ کی باتیں سنیں تو اسی جگہ اسلام قبول کر لیا، نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنی قوم کے پاس جا کر انہیں میرا پیغام دو، یہ عرض گزار ہوئے کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں تو لوگوں کے سامنے اس کلمہ حق کا چیخ پکار کر اعلان کرتا رہوں گا، پس یہ نکل کر باہر مسجد میں آ گئے اور بلند آواز سے کہنے لگے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، پس لوگوں نے کھڑے ہو کر انہیں مارنا پیٹنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ زمین پر لٹا لیا، اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ آ کر ان پر جھک گئے اور کہا، تمھارا خانہ خراب ہو کیا تم یہ نہیں جانتے کہ یہ قبیلہ غفار کا ایک فرد ہے اور شام کی تجارت کے لئے یہی تمھاری گزر گاہ ہے اور یہ کہکر ان کے پنجے سے چھڑایا، دوسرے روز بھی انہوں نے اسی طرح اعلان کیا کافروں نے اسی طرح انہیں مارا پیٹا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں بچایا، (بخاری شریف جلد دوم)

حضرت ابوذر غفاری کی کرامت

خواجہ بندہ نواز قدس اللہ العزیز فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام میں جتنی کرامات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہیں شاید ہی کسی سے منسوب ہوں، لیکن ہم ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی ایک کرامت بیان کرتے ہیں، وہ یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں جب مسجد نبوی میں خطبہ دینے کے لئے ممبر پر جانے لگے تو دل میں خیال کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ممبر کی تین سیڑھی سے ایک سیڑھی نیچے اتر آئے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں خطبہ دینے کے لئے ممبر پر چڑھنے لگے تو ایک سیڑھی اور نیچے اتر کر کھڑے ہوئے، اور ممبر کی کل تین سیڑھیاں ہیں، اس لئے میرے بعد لوگ زمین پر کھڑے ہو کر خطبہ دیں گے، یہ سوچ کر وہ سب سے اوپر کی سیڑھی پر جہاں رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے تھے، جا کر کھڑے ہو گئے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جو کبار صحابہ اور اصحاب صفہ میں سے تھے، یہ دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوئے، اور انہوں نے ایک پتھر اٹھا کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر مارا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چاہنے والوں نے ان کو لات اور مکّا سے خوب مارا، اور اس کے بعد شہر سے باہر نکال دیا، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ وہاں سے نکل کر ایک پہاڑ پر چلے گئے، اس پہاڑ پر ایک راہب رہتا تھا، اس نے ان کو دیکھ کر کہا کہ اے خواجہ اس جگہ پر ایک شیر آتا ہے، تم میرے حجرے کے اندر چلے آؤ رات یہیں گزارو صبح اٹھ کر چلے جانا، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک غیر مذہب والے کے ساتھ رات نہیں گزار سکتا ہوں، وہ باہر ہی رہے اس راہب نے دل میں خیال کیا کہ جس وقت شیر آئے گا معلوم نہیں یہ شخص اس سے کس طرح نبٹے گا، ذرا دیکھنا چاہئے، چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ

عبادت اور مجاہدہ میں مشغول تھے، کہ شیر آگیا، اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر یکایک اسی جگہ کھڑا ہوگیا، اور ان کی طرف منھ کرکے اپنی پیشانی زمین پر رگڑنے اور کتّے کی طرح دُم ہلانے لگا، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ بیٹھے عبادت میں مشغول رہے، صبح کو راہب نے آکر پوچھا کہ آپ کی طرح دینِ احمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اور بھی لوگ پائے جاتے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں تو ان میں سب سے کمتر اور شہر سے نکالا ہوا نالائق شخص ہوں جس کو کوئی بھی اپنے ساتھ رکھنا پسند نہیں کرتا، راہب یہ دیکھ اور سن کر فوراً مسلمان ہوگیا، (جوامع الکلم اردو، ص ۳۰۱/)

باب ۵۴

شہداء کی فضیلت

فرمانِ الٰہی

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِن لَّا تَشْعُرُونَ ﴿البقرۃ: ۱۵۴﴾

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿آل عمران: ۱۶۹﴾

اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جن لوگوں نے بئر معونہ والوں کو شہید کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تباہی کے لئے تیس روز تک دعا کی، وہ قبیلہ رِعل، ذکوان، اور عصیّہ کے لوگ تھے، جنہوں نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی تھی، حضرت انس فرماتے ہیں کہ شہداء بئیر معونہ کے بارے میں قرآن کی آیت نازل ہوئی تھی، جس کی ہم تلاوت کرتے تھے، پھر بعد میں

وہ منسوخ ہوگئی وہ آیت یہ ہے،

ان بلغوا قومنا ان قد لقينا ربنا فرضي عنا وارضانا

(ترجمہ) ہماری قوم کے لوگوں کو یہ پیغام پہنچادو کہ ہم اپنے رب سے آملے ہیں ' پس ہمارا رب خود بھی خوش ہے اور ہمیں بھی خوش کردیا ہے۔ (صحیح بخاری 2801، کتاب الجہاد والسیر)

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو جنت میں داخل ہو اور دنیا میں واپس لوٹنے کی تمنا کرے، خواہ اسے دنیا کا سارا ساز و سامان دے دیا جائے، ماسوائے شہید کے، وہ آرزو کرتا ہے کہ دنیا

کہ طرف لوٹے پھر دس مرتبہ قتل کیا جائے، کیوں کہ وہ شہادت کا درجہ دیکھ چکا ہے، (صحیح بخاری اردو، کتاب الجہاد والسیر)

(۳) حضرت ابوہریرہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے ایک روز فرمایا، آج رات میں اپنی سو یا ننانوے بیویوں، ساری ہی بیویوں کے پاس جاؤں گا تاکہ ایسے شہسوار جنیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں، ان کے ایک ساتھی نے انشاء اللہ کہا (یاد دلانے کے لئے) لیکن انہوں نے انشاء اللہ نہ کہا، پس ان میں سے ایک کے سوا کوئی بھی حاملہ نہ ہوئی، اور اس نے بھی پورا بچہ نہ جنا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر وہ انشاء اللہ کہتے تو سب کے سب حاملہ ہوتیں، بچے پیدا ہوتے اور وہ گھوڑوں پر سوار ہوکر سارے ہی اللہ کی راہ میں جہاد کرتے، (صحیح بخاری اردو، کتاب الجہاد والسیر)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شہید پانچ ہیں، (۱) طاعون سے مرنے والا (۲) پیٹ کی بیماری سے مرنے والا (۳) پانی میں ڈوب جانے والا (۴) دیوار کے نیچے دب کر مرنے والا (۵) راہِ خدا میں جامِ شہادت نوش کرنے والا، (صحیح بخاری اردو، کتاب الجہاد والسیر)

(۵) حضرت انس بن مالک سے راوی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ طاعون سے مرنے والے ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے، (صحیح بخاری اردو، کتاب الجہاد والسیر)

باب ۵۵

بنی اسرائیل کے حالات

بنی اسرائیل کے واقعات

(۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ دجّال کے ساتھ پانی ہوگا اور آگ بھی پس جس کو لوگ دیکھیں گے کہ یہ آگ ہے وہ حقیقت میں ٹھنڈا پانی ہوگا، اور جس کو لوگ ٹھنڈا پانی سمجھیں گے وہ جلانے والی آگ ہوگی، پس جو کوئی تم میں سے اس کے کہنے پر عمل کرے تو وہ اس کی آگ میں چلا جائے کیوں کہ وہ میٹھا اور ٹھنڈا پانی ہوگا، (صحیح بخاری اردو، کتاب الانبیاء)

(۲) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ اگلے زمانوں کے کسی آدمی کے پاس ملک الموت اس کی روح قبض کرنے آیا تو اس سے پوچھا، کیا تجھے اپنی کوئی نیکی معلوم ہے، کہنے لگا میرے علم میں تو کوئی نیکی نہیں، اس سے کہا گیا، ذرا اور توجہ سے دیکھ، کہنے لگا، میرے علم میں تو کوئی چیز نہیں سوائے اس کے کہ میں لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت کرتا تھا تو مالدار کو مہلت دے دیا کرتا اور غریب آدمی سے درگزر کرتا رہتا تھا، تو اس کے بدلے اللہ نے اسے جنت میں داخل کر دیا، (صحیح بخاری، کتاب الانبیاء)

(۳) انہوں نے یہ بھی روایت کی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، ایک آدمی کی جب موت قریب آئی، اس کی زندگی سے مایوسی ہوگئی تو اس نے اپنے اہل و عیال کو وصیت کر دی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے لئے بہت سا ایندھن لے کر اس میں آگ لگا دینا، جب وہ میرے گوشت کے ساتھ ہڈیوں کو بھی جلا دے تو انہیں لیکر پیس لینا، اور جس روز تیز ہوا چلے اس روز وہ راکھ کسی دریا میں ڈال دینا، خویش و اقارب نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے تمام اجزاء اکٹھا کر کے پوچھا، تو نے ایسا کیوں کیا، جواب دیا تیرے ڈر سے، پس اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی، حضرت عقبہ بن عمرو نے ان سے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ وہ شخص کفن چور تھا، (صحیح بخاری اردو، کتاب الانبیاء)

اس امت کا اجر دوگنا

(۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گزشتہ امتوں کے مقابلے میں تمھاری مزدوری کے وقت کی مثال ایسی ہے جیسی نماز عصر سے غروب آفتاب تک کی مثال، تمھاری اور یہود و نصاریٰ کے اوقاتِ کار کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی

شخص مزدوروں سے کہے کون ہے جو ایک قیراط کے بدلے دوپہر تک کام کرے، پس یہود نے ایک قیراط کے بدلے دوپہر تک کام کیا، پھر اس نے کہا، کون ہے جو دوپہر سے عصر تک ایک قیراط کے عوض کام کرے، پس نصاریٰ نے دوپہر سے عصر تک ایک قیراط کے بدلے کام کیا، پھر اس نے کہا کون ہے، جو عصر سے غروب آفتاب تک دو قیراط پر کام کرے، پس وہ تم ہو جنہوں نے نماز عصر سے غروب آفتاب تک کام کیا، اور اجرت میں دو قیراط پائے، خبر دار ہو جاؤ کہ تمھارا اجر دوگنا ہے، اس پر یہود و نصاریٰ ناراض ہو کر کہنے لگے، ہم نے کام زیادہ کیا مزدوری تھوڑی ملی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کیا میں نے تمہیں تمھارے حق سے کچھ کم دیا ہے، جواب دیا نہیں، فرمایا یہ تو میرا فضل ہے کہ جس کو جتنا چاہوں دیدوں، (صحیح بخاری اردو، کتاب، الانبیاء)

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا، اللہ تعالیٰ فلاں کو غارت کرے، کیا اسے معلوم نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود پر لعنت فرمائی کہ ان پر چربی حرام کی گئی تھی لیکن وہ اسے پگھلا کر فروخت کر دیا کرتے تھے، اس کی حضرت جابر نے بھی حضرت ابوہریرہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، (صحیح بخاری اردو، کتاب الانبیاء)

بنی اسرائیل کے کوڑھی، اندھے اور گنجے کا واقعہ

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دو سندوں کے ساتھ روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے، (۱) کوڑھی (۲) اندھا (۳) گنجا، انہیں آزمانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا، فرشتہ کوڑی کے پاس آکر پوچھنے لگا، تجھے کون سی چیز سب سے پسند ہے، کہنے لگا کہ اچھا رنگ اور خوب صورت جلد تاکہ لوگ میری عزت کریں، فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اسے اچھا رنگ اور خوب صورت جلد دے دی، پھر پوچھا، تجھے کون مال زیادہ پسند ہے، کہنے لگا اونٹ یا گائے، راوی کو اس میں شک ہے کہ کوڑھی اور گنجے میں سے کس نے اونٹ مانگا اور کس نے گائے، اسے گابھن اونٹنی دے دی گئی، اور کہا تجھے اس میں برکت ہو، پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور کہنے لگا، تجھے کون سی چیز زیادہ پسند ہے، کہنے لگا خوبصورت بال اور یہ گنج جاتی رہے، تاکہ لوگ میری عزت کریں، فرشتے نے ہاتھ پھیرا تو گنج پن جاتا رہا، اور خوب صورت بال اسے دے دیئے، پوچھا تجھے کون سا مال زیادہ پیارہ ہے، جواب دیا گائے، پس اسے گابھن گائے دی اور کہا، تجھے اس میں برکت ہو، پھر فرشتہ اندھے کے پاس آیا، اور دریافت کیا، تجھے کیا چیز پسند ہے، وہ کہنے لگا، اللہ تعالیٰ میری بینائی لوٹا دے، تاکہ میں لوگوں کو دیکھوں، اس نے ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا دی، پھر دریافت کیا تجھے کون سا مال زیادہ پسند ہے، کہنے لگا بکری، فرشتے نے اسے گابھن بکری دے دی، تینوں کے جانوروں نے خوب بچے دیئے، یہاں تک کہ اس کے اونٹوں سے وادی بھر گئی، دوسرے کی گایوں سے اور

تیسرے کی بکریوں سے، مدّتوں بعد فرشتہ کوڑھی کے پاس پہلے کی شکل وصورت میں گیااور کہنے لگا، میں غریب آدمی ہوں، سفر میں راستے کا سامان ختم ہوگیا ہے، خدا کے سوا منزلِ مقصود تک کوئی پہونچانے والا نہیں ہے، اور پھر میرا کوئی نہیں خدااور تمھارے سوا، میں تم سے اس خدا کے نام پر سوال کرتا ہوں، جس نے تمہیں اچھا رنگ، اچھی جلد، اور اونٹ عطا فرمایا، کہ اس سفر میں میرے پہونچنے کا بندوبست کردو، کہنے لگا مجھے بہت سارے حقوق ادا کرنے ہیں، فرشتے نے کہا شاید میں تمہیں پہچانتا ہوں، کیا تم کوڑھی نہیں تھے، کہ لوگ تم سے نفرت کرتے تھے، غریب تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال دیا، کہنے لگا یہ مال تو مجھے آباؤ اجداد کی میراث میں ملا ہے، فرشتے نے کہا، اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں پہلے کی طرح کردے۔ پھر فرشتہ گنجے کے پاس اس کے پہلے کی شکل وصورت میں آیا، اور اس سے بھی اسی طرح کہا جس طرح کوڑھی سے کہا تھا، اور اس نے بھی کوڑھی کی طرح سوال رد کردیا، فرشتے نے کہا اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں پہلی حالت پر کردے، پھر فرشتہ اندھے کے پاس اس کی پہلے کی صورت میں آکر کہنے لگا کہ میں غریب مسافر ہوں، سفر میں زادِ راہ ختم ہوگیا، خدااور تمھارے سوا منزلِ مقصود پر پہونچانے والا اور کوئی نہیں، میں تم سے اس ذات کے لئے ایک بکری کا سوال کرتا ہوں، جس نے تمھاری بینائی واپس لوٹائی، تاکہ میں سفر طے کر سکوں، جواب دیا، واقعی میں اندھا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے پھر بینائی دی، میں غریب تھا مجھے غنی کیا، پس تم جتنا مال چاہو لے لو، خدا کی قسم میں آج تمہیں ہرگز نہیں روکوں گا، جو تم اللہ کے لئے لوگے، فرشتے نے کہا مال اپنے پاس رکھو، تم تینوں کو آزمایا گیا ہے، تم سے اللہ راضی اور تمھارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہے، (صحیح بخاری اردو، کتاب الانبیاء)

غار کا واقعہ

(۷) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، واقعہ ہے کہ تم سے اگلے لوگوں میں سے تین آدمی سفر کررہے تھے، کہ بارش آگئی، وہ ایک غار میں داخل ہوگئے، سوئِ اتفاق کہ غار کا منھ ایک پتھر سے بند ہوگیا، وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے تمہیں اب سچائی کے سوا کوئی چیز نہیں بچا سکتی، تم میں سے ہر آدمی اس کام کو بیان کرکے دعا کرے، جس میں وہ خود کو سچا سمجھتا ہو، پس ان میں سے ایک نے کہا، اے اللہ، تو جانتا ہے کہ میں نے تین صاع چاولوں پر ایک مزدور رکھا تھا، وہ اپنے چاول میرے پاس چھوڑ کر چلا گیا، میں نے اس کے چاول بودئے، ان سے اتنا فائدہ ہوا کہ میں نے کئی گائیں خرید لیں، پھر وہ اپنی مزدوری لینے آیا تو میں نے اس سے کہا، یہ گائیں تیری ہیں، انہیں لے جا، وہ کہنے لگا، میں نے تو صرف تین صاع چاول لینے تھے، میں نے اس سے کہا کہ یہ گائیں اسی تین صاع چاولوں سے خریدی ہوئی ہیں، پس وہ انہیں ہانک کرلے گیا، اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میں نے صرف تیرے خوف سے کیا تھا، تو ہمارا غم دور فرمادے، پس وہ پتھر تھوڑا سا ہٹ گیا۔

دوسرا کہنے لگا، اے اللہ تو جانتا ہے کہ میرے والدین بڑھاپے کی عمر کو پہنچے ہوئے تھے، میں روزانہ رات کو انہیں بکریوں کا دودھ پلایا کرتا تھا، ایک رات جب میں دودھ لیکر حاضر ہوا تو وہ دونوں سو چکے تھے، اس وقت میرے اہل و عیال بھوک سے تڑپ رہے تھے، میری عادت تھی کہ پہلے اپنے والدین کو دودھ پلایا کرتا تھا، پھر اپنے بال بچوں کو، میں نے والدین کو جگانا مناسب نہ سمجھا اور یہ بھی ناگوار ہوا کہ دودھ پلائے بغیر انہیں چھوڑ کر وہاں سے ہٹوں، پس صبح تک ان کے انتظار میں وہیں کھڑا رہا، اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میں نے صرف تیرے خوف سے کیا تھا، تو ہماری مشکل آسان فرمادے، پس پتھر تھوڑا سا اور ہٹ گیا، یہاں تک کہ انہیں آسمان نظر آنے لگا۔

تیسرا شخص کہنے لگا، اے اللہ، تو جانتا ہے کہ میرے چچا کی ایک بیٹی جو مجھے سب سے پیاری تھی، اور میں دل و جان سے اسے چاہتا تھا، میری تمنّا تھی کہ اس سے اپنی نفسانی خواہش پوری کروں، لیکن وہ سو دینار لئے بغیر رضامند نہ تھی، میں نے تمام کوششوں سے سو دینار اکٹھا کئے، تو میں نے اس کے سپرد کردئے، اس نے خود کو میرے سامنے پیش کردیا، جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا، تو وہ کہنے لگی، خدا سے ڈر اور شرعی حق کے بغیر (بغیر نکاح کے) مہر بکارت کو نہ توڑ، میں اسی طرح اٹھ کھڑا ہوا، اور سو دینار بھی چھوڑ دئے، اگر تو جانتا ہے کہ میں نے ایسا صرف تیرے خوف سے کیا تھا، تو ہمیں راستہ عطا فرمادے، پس اللہ تعالیٰ نے انہیں راستہ دے دیا، اور وہ باہر نکل آئے، (صحیح بخاری، کتاب الانبیاء)

کتّے کو پانی پلانے سے فاحشہ کی مغفرت

(۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک کتّا کسی کنوئیں کے گرد گھوم رہا تھا، معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب پیاس سے مرجائے، اسی وقت بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت کا ادھر سے گزر ہوا، اس نے اپنا موزہ اتارہ اور اس سے پانی نکال کر کتّے کو پلادیا، اس عمل کی وجہ سے اس کی مغفرت فرمادی گئی، (صحیح بخاری، کتاب الانبیاء)

آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک

(۹) حضرت جُبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے پانچ نام ہیں، میں، (۱) محمد، (۲) احمد، ہوں اور میں (۳) ماحی، ہوں، کہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے، اور میں، (۴) حاشر، ہوں کہ لوگوں کا حشر میرے قدموں میں فرمایا جائے گا، اور میں (۵) عاقب، یعنی آخری نبی ہوں، (صحیح بخاری اردو، کتاب الانبیاء)

باب ۵۶

شانِ حضرتِ ابراھیم بن ادہم

حضرت ابراہیم ادہم کا واقعہ

خواجہ بندہ نواز قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیْز فرماتے ہیں ایک شب حضرت سلطان ابراہیم ادہم قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیْز پر شوق کا غلبہ ہوا مسجد کی طرف چل دئے پولیس والوں نے پکڑ لیا اور یہ سمجھ کر کہ شاید آپ چور ہیں، رات بھر حراست میں رکھا، صبح کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا، بادشاہ کہنے لگا کہ آج تو ایک چور صوفیوں کے لباس میں گرفتار ہو کر آیا ہے، بادشاہ نے کہا اے فقیر تو چور ہے۔

حضرت خواجہ ابراہیم ادہم نے فرمایا، ہاں ہوں تو چور مگر دنیا کا چور نہیں دین کا چور ہوں، بادشاہ نے کہا دین کا چور کون ہوتا ہے آپ نے فرمایا، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے، اَسْرَءُ السَّرَاقِ مَنْ سَرَقَ فِیْ صَلٰوتِہٖ شَیْئًا، سب سے برا وہ چور ہے جو اپنی نماز میں چوری کیا کرتا ہے) یعنی ادائے ارکان میں غفلت برتتا ہے، حضوری کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا، اس بات کا بادشاہ کے دل پر بڑا اثر ہوا، کوتوال کو بلا کر کہا تجھے دکھائی نہیں دیتا تھا، کہ یہ فقیر ہے چور نہیں ہے، انہیں کیوں پکڑ کر لایا۔

اس کے بعد بادشاہ نے حضرت خواجہ کو اپنے پاس بلا کر بٹھایا ناشتہ لایا گیا ایک پلیٹ خواجہ صاحب کے سامنے رکھی گئی اور ایک پلیٹ بادشاہ کے سامنے، پلیٹ میں فالودہ رکھا ہوا تھا خواجہ صاحب فالودہ دیکھ کر مسکرانے لگے، بادشاہ نے پوچھا کیا بات ہے کیوں نہیں کھاتے یہ تو حلوہ فالودہ ہے خواجہ صاحب نے فرمایا مجھے فالودہ دیکھ کر قیامت کا دن یاد آگیا، قیامت کے دن لوگوں کی دو ہی حالتیں ہوں گی، بعض لوگ قیامت کے دن آلودہ ہوں گے بعض پالودہ ہوں گے، بادشاہ نے یہ بات سنی تو رو پڑا، بادشاہ نے کہا خواجہ صاحب کچھ روز میرے پاس رہو، آپ کی صحبت سے مجھے ہدایت حاصل ہوگی، خواجہ صاحب نے فرمایا، ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں، بادشاہ نے جواب دیا ہاں ہاں ضرور، خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ شکار میں گئے ہوئے ہوں اور واپسی میں اپنی ملکہ کے پاس مجھے دیکھیں تو آپ میرے ساتھ کیا معاملہ کریں گے، بادشاہ یہ بات سن کر آگ بگولہ ہو گیا۔

خواجہ صاحب نے فرمایا یہ بات میں نے ایک خاص مطلب سے کہی تھی وہ یہ کہ میں نے آپ سے ایک بات ہی کہی تھی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا تھا، تو آپ نے مجھ پر اتنا غصہ

کیا، اور کہیں گناہ کر بیٹھتا تو خدا جانے آپ میرے ساتھ کیا سلوک کرتے، مجھے ایسے حلیم و رحیم کی صحبت حاصل ہے کہ اگر ہزار قسم کے گناہ بھی کروں تو ایک دفعہ توبہ و استغفار کرنے سے معاف کر دیتا ہے، خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے، اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ (جو شخص مجھے یاد کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوں) مجھے ایسے خدا کی ہم نشینی پسند ہے جو ایک مرتبہ توبہ و استغفار سے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے، یہ کہکر خواجہ صاحب اپنے خرقہ کا دامن جھاڑ کر اٹھ کر چل دئے بادشاہ حسرت سے ان کی طرف دیکھتا رہا، (جوامع الکلم اردو، از خواجہ سید محمد اکبر حسینی ابن خواجہ سید محمد گیسو دراز بندہ نواز قدس اللہ العزیز)

سلطان ابراہیم بن ادہم اور صبر و رضا

خواجہ سید محمد اکبر حسینی، جوامع الکلم میں لکھتے ہیں کہ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز قدس اللہ العزیز نے فرمایا کہ سلطان ابراہیم بن ادہم ایک مرتبہ کسی قافلہ کے ساتھ سفر کر رہے تھے، وہ قافلہ جب شہر میں پہونچا تو امیر قافلہ نے قافلہ پہونچنے سے کچھ دیر قبل ہی حاکم شہر کو مطلع کر دیا کہ ہم لوگوں کے قافلہ میں سلطان ابراہیم بن ادہم بھی ہیں، حاکم شہر نے ہر طرف لوگوں کو دوڑا دیا کہ جہاں پر سلطان ابراہیم بن ادہم ملیں ان کو بہت عزت و احترام سے لایا جائے تاکہ میں ان کی قدمبوسی حاصل کروں، سلطان ابراہیم بن ادہم فقیرانہ لباس پہنے چلے جا رہے تھے، چہرہ اور سر گرد و غبار سے بھرا ہوا تھا، سر اور داڑھی کے بال الجھے ہوئے اور گرد آلود تھے، تلاش کرنے کے لئے جانے والوں میں ایک ترک بچہ بھی تھا، اس نے ان کو دیکھ کر ان سے پوچھا کہ تم نے سلطان ابراہیم کو دیکھا ہے وہ کہاں ہیں، سلطان ابراہیم نے فرمایا، اس گنہگار خطاکار آدمی کو جان کر کیا کروگے، وہ تو تمام امت محمدیہ میں سب سے ذلیل آدمی ہیں۔

اس ترک بچہ کو غصہ آگیا، اور اس نے چابک نکال کر ان کی پیٹھ پر مارنا شروع کر دیا وہ چابک مارتا جاتا تھا، اور بولتا جاتا تھا کہ تمھاری مجال کہ سلطان ابراہیم کی شان میں ایسے گستاخانہ اور بے ہودہ جملے نکالتے ہو، اس نے جی بھر کے مارا کہ اچانک حضرت سلطان خواجہ ابراہیم بن ادہم قدس اللہ العزیز کو پہچاننے والا ایک شخص ادھر سے گزرا اور دوڑ کر وہاں پہونچا، اور اس ترک بچے کو ڈانٹا کہ اے ظالم تو یہ کیا کر رہا ہے یہ حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم ہیں، وہ ترک ندامت سے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا، اور توبہ استغفار اور معافی مانگنے لگا، سلطان ابراہیم نے فرمایا کہ تم نے جو چابکمارا اس سے مجھے فائدہ پہونچا اور ترقی ہوئی، اس لئے جس شخص کی وجہ سے مجھے فائدہ اور ترقی ہوئی ہو، میں اس سے رنجیدہ کس طرح ہوں گا، اور بد دعا کیوں دوں گا، (جوامع الکلم از ملفوظات خواجہ بندہ نواز قدس اللہ العزیز)

اولیاء اللہ کی شان عجیب ہے

فرماتے ہیں پرانی دہلی میں حاجب عطار کے دروازے کے پاس ایک بان بٹا (رسی بٹنیوالا) رہا کرتا تھا، ایک سال بارش نہ ہوئی قحط پڑ گیا، شہر کے آدمی ان کے پاس آکر کہنے لگے، حضرت بارش نہ ہونے سے مخلوق بہت تنگ آگئی ہے، آپ نے فرمایا بارش کہاں سے ہو، میرے مکان کا چھپر ٹوٹ گیا ہے اگر بارش ہوئی تو میں بھیگ جاؤں گا، لوگوں نے اسی وقت چھپر کا سامان جمع کر کے چھپر تیار کر دیا، جب تیار ہو گیا تو انہوں نے آسمان کی طرف منھ کر کے کہا اے خدا تو بارش نہیں برسا رہا تھا تاکہ میں بھیگ نہ جاؤں، اب تو ان لوگوں نے چھپر بنا دیا ہے، اب بارش برسا دے، فوراً ہی بادل گھر آیا اس قدر بارش ہوئی کہ چھپر ٹپکنے لگا، رسی باٹے کا سامان بھی بہ گیا پھر خدا سے عرض گزار ہوئے کہ چھوٹی بوندوں کی بارش زراعت کے لئے مفید ہوتی ہے بارش فوراً ہی ہلکی ہوگئی، حضرت خواجہ بندہ نواز قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ وہ موئے تاب خدا کا ہم نشین اور مقرب تھا، دنیاوی پیشے بذات خود کوئی حیثیت نہیں رکھتے، دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رہنے کے لئے اس نے یہ پیشہ اختیار کر رکھا تھا، (روحِ تصوف صفحہ ۷۲)

باب ۵۷

فضائلِ سورۂ اخلاص

سورۂ اخلاص اور فرمانِ رسول ﷺ

(۱) حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایک رات کے وقت تہائی قرآن پڑھنے سے عاجز ہے جس نے سورۂ اخلاص پڑھی اس نے گویا کہ تہائی قرآن پڑھا، اس باب میں حضرت ابو درداء، ابو سعید، قتادہ بن نعمان، ابو ہریرہ، انس، ابن عمر، اور ابو مسعود رضی اللہ عنھم سے بھی روایات منقول ہیں، یہ حدیث حسن ہے، (جامع ترمذی اردو، ج، ۲، ابواب الفضائل القرآن)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ آگے بڑھا تو آپ نے ایک آدمی کو قل ھو اللہ احد پڑھتے سنا اور فرمایا واجب ہوگئی میں نے عرض کیا کیا چیز واجب ہوگئی نبی کریم ﷺ نے فرمایا جنت، یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے ہم اسے صرف مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے پہچانتے ہیں، (جامع ترمذی، ج، ۲، ابواب الفضائل القرآن)

(۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص روزانہ دو سو مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے اس سے پچاس سال کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں سوائے اس کے کہ اس پر قرض ہو، (جامع ترمذی اردو، ج، ۲، ابواب الفضائل القرآن)

(۴) اسی سند سے نبی کریم ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا جو شخص اپنے بستر پر سونے کا ارادہ کرے وہ داہنے پہلو پر لیٹ کر سو مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندے اپنی داہنی جانب جنت میں داخل ہو جا، یہ حدیث حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت سے غریب ہے، (جامع ترمذی اردو، ج، ۲، ابواب الفضائل القرآن)

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا جمع ہو جاؤ عنقریب میں تمھارے سامنے تہائی قرآن پڑھوں گا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنہیں جمع ہونا تھا ہو گئے، حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے سورۃ اخلاص پڑھی اور پھر اندر تشریف لے گئے صحابہ کرام ایک دوسرے سے کہنے لگے حضور ﷺ نے فرمایا تھا میں تہائی قرآن پڑھوں گا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ خبر آسمان سے آئی ہے رسول اللہ ﷺ پھر باہر تشریف لائے اور فرمایا میں نے کہا تھا کہ میں عنقریب

تمھارے سامنے تہائی قرآن پر ھوں گا تو آگاہ رہو یہ سورۃ اخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے، یہ حدیث حسن صحیح اس طریق سے غریب ہے، (جامع ترمذی اردو، ج، ۲، ابواب الفضائل القرآن)

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۃ اخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے یہ حدیث صحیح ہے، (جامع ترمذی، ج، ۲، ابواب الفضائل القرآن)

(۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک انصاری مسجد قباء میں انہیں نماز پڑھایا کرتے تھے وہ نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھنے لگتے تو پہلے سورۃ اخلاص پڑھتے پھر اس کے ساتھ کوئی دوسری ملاتے اور وہ ہر رکعت میں ایسا ہی کیا کرتے تھے ایک دن ان کے ساتھی کہنے لگے تم یہ سورت پڑھتے ہو اور پھر اسے ناکافی سمجھ کر دوسری سورت پڑھتے ہو، یا تو صرف یہی پڑھو اور یا اسے چھوڑ کر کوئی دوسری سورت پڑھا کرو، وہ کہنے لگے میں اسے نہیں چھوڑ سکتا، اگر تم چاہو تو تمھاری امامت کروں گا، ورنہ چھوڑ دیتا ہوں، حالانکہ وہ لوگ انہیں افضل خیال کرتے تھے، اور کسی دوسرے کی امامت کو پسند نہیں کرتے تھے، ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے ساری بات بتادی آپ نے فرمایا اے فلاں، ساتھیوں کی بات ماننے سے تمہیں کیا چیز مانع ہے، اور ہر رکعت میں یہ صورت پڑھنے کی کیا وجہ ہے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسے پسند کرتا ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کی محبت اس شخص کو (جو اسے پڑھے) جنت میں لے جائے گی، یہ حدیث حسن ہے، (جامع ترمذی، ج، ۲، ابواب الفضائل القرآن)

باب ۵۸

فضائلِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

فرمانِ الٰہی

إِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ﴿آل عمران: ۵۵﴾

یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے کافروں سے پاک کردوں گا اور تیرے پیروؤں کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آؤ گے

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے، بنی آدم میں سے کوئی مولود (یعنی بچہ) ایسا نہیں ہے جسے پیدائش کے وقت شیطان مس نہ کرے، پس وہ بچہ اس شیطان کے مس کرنے کی وجہ سے چیخنا چلاّنا شروع کردیتا ہے، سوائے حضرت مریم اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے (کہ انہیں شیطان نے مس نہیں کیا) یہ حدیث متفق علیہ ہے، (صحیح بخاری، کتاب الانبیاء)

(۲) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، اور بیشک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے بندے، اور اس کے رسول اور اس کا ایک کلمہ ہیں، جو اس نے مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا اور آپ روح اللہ ہیں، اور جنت اور دوزخ حق ہیں، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا، خواہ اس شخص کا عمل کچھ بھی ہو، یہ حدیث متفق علیہ ہے، (صحیح بخاری اردو، کتاب الانبیاء)

(۳) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کوئی شخص اپنی کنیز کو اچھا ادب سکھائے اور اسے بہترین تعلیم دے، پھر آزاد کرکے اس سے نکاح کرلے تو اسے دگنا ثواب ملے گا، اسی طرح جو آدمی پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا تھا، اور اب مجھ پر ایمان لے آئے تو اسے بھی دگنا ثواب ملے گا، (اور

ایک روایت میں ہے کہ اہلِ کتاب میں سے وہ آدمی جو اپنے نبی پر ایمان لایا پھر مجھ پر ایمان لایا) اور جو غلام اپنے آقا سے ڈرے اور اپنے آقا کا حکم مانے تو اس کے لئے بھی دگنا ثواب ہے، یہ حدیث بھی متفق علیہ ہے، (صحیح بخاری اردو، کتاب الانبیاء)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر اٹھایا جانا

صاحبِ تفسیر تبیان القرآن سورۂ آل عمران کی تفسیر میں لکھتے ہیں، گذشتہ انبیاء میں کسی نبی کے زمانہ میں اتنے عجیب و غریب واقعات نہیں ہوئے جتنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں پر اٹھالیا، اور آپ کے آسمان پر اٹھائے جانے کا سبب یہ تھا کہ بنی اسرائیل کا ایک بڑا ظالم بادشاہ تھا، اس کا نام داؤد بن بوذا تھا، اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے کسی کو روانہ کیا، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر شریف تیرہ سال تھی اللہ تعالیٰ نے ان پر انجیل نازل کی، اور جس وقت آپ کو آسمان پر اٹھایا گیا تو آپ کی عمر شریف چونتیس سال تھی، اور ان کی نبوت کا زمانہ بیس سال تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی،

إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ ﴿آل عمران: ۵۵﴾

(ترجمہ، بیشک میں آپکی عمر پوری کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، اور کافروں کے بہتان سے آپ کو پاک کرنے والا ہوں)

یعنی آپ کو یہود سے نجات دینے والا ہوں، وہ آپ کو قتل کرنے کے لئے نہیں پہونچ سکیں گے، حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر میں کہا، میں آپ کو آسمان پر اٹھالوں گا، پھر آخر زمانہ میں آپ پر وفات طاری کروں گا، (ظاہر قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیدا ہوتے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور نبوت دے دی گئی تھی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب یہود نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو قتل کرنے پر اتفاق کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے بندے تک پہنچو حضرت جبریل علیہ السلام نیچے اترے ان کے پر کے اوپر ایک سطر میں لکھا ہوا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل نے کہا اے عیسیٰ آپ دعا کیجئے اے اللہ میں تیرے واحد احد کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اے اللہ میں تیرے اسم صمد کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں اے اللہ میں تیرے اسم عظیم کے واسطے سے دعا کرتا ہوں کہ میں صبح اور شام جس مصیبت میں گرفتار ہوں تو اس کو مجھ سے دور کر دے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کی طرف یہ وحی کی کہ میرے بندے کو اوپر اٹھالو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی طر

ف متوجہ ہوکر فرمایا، اے بنوہاشم اے بنوعبدالمطلب اے بنوعبد مناف ان کلمات سے دعا کرو قسم اس ذات کی جس نے مجھے برحق نبی بنایا ہے جس قوم نے بھی ان کلمات کے ساتھ دعا کی تو عرش، سات آسمان، اور سات زمینیں ہلنے لگیں گی، (تفسیر تبیان القرآن)

حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے درمیان مدت کا شمار

شعبی بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش تک پانچ ہزار پانچ سو سال کا زمانہ ہے، اور توفان نوح سے حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش تک تین ہزار دو سو چوالیس سال ہیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش تک دو ہزار سات سو تیرہ سال ہیں، اور حضرت داؤد علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش تک ایک ہزار نو سو پچاس سال ہیں، اور حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے سے لیکر سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت تک نو سو تینتیس سال ہیں، اور سلمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان چھ سو سال کا عرصہ ہے اور یہی صحیح ہے، (تفسیر تبیان القرآن)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کا نزول

حضرت یعلیٰ بن شداد رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ چھ رمضان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی، اور بارہ رمضان کو حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور نازل ہوئی، اور تورات کے نازل ہونے کے چار سو بیاسی سال بعد زبور نازل ہوئی تھی، اور زبور نازل ہونے کے ایک ہزار پچاس سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اٹھارہ رمضان کو انجیل نازل ہوئی، اور تئیس رمضان کو ہمارے نبی کریم حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل ہوا، (تفسیر سورۂ آل عمران، تبیان القرآن)

انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کی حکمتیں

حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنانے کی ایک حکمت یہ ہے کہ ان کی اصل فطرت میں تواضع اور انکسار ہو کیوں کہ عناصر اربعہ میں سے مٹی سب سے نیچے ہوتی ہے، دوسری حکمت یہ ہے کہ مٹی دوسری چیزوں کو چھپالیتی ہے، اس سے انسان کی اصل فطرت میں ستر (لوگوں کے عیوب پر پردہ رکھنے) کی صفت آئے گی، تیسری حکمت یہ ہے کہ حضرت آدم کو زمین کا خلیفہ بنانا تھا، اس لئے ان کو مٹی کا بنایا گیا، تاکہ ان کی مٹی کے ساتھ قوی مناسبت ہو، چوتھی حکمت یہ ہے کہ انسان کو مٹی سے بنایا تاکہ وہ اس مٹی سے شہوت حرص اور غضب کی آگ کو بجھا سکے، پانچویں حکمت یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے، کیوں کہ عناصر اربعہ میں سب سے روشن آگ ہے، اللہ تعالیٰ نے آگ سے شیاطین کو پیدا کیا، اور

انہیں گمراہی کے اندھیروں میں مبتلا کردیا، اور سب سے لطیف ہوا ہے، (ایک قول کے مطابق فرشتوں کو ہوا سے پیدا کیا، اور ان کو انتہائی شدت اور قوت عطا فرمائی، اور پانی جو بہت رقیق ہے اس سے آسمانوں کو پیدا کیا اور ان کو فضا میں معلق کردیا، اور مٹی جو عناصر اربعہ میں سب سے کثیف، تاریک اور نچلے درجہ میں تھی، اس سے انسان کو پیدا کیا، اور اس کو اپنی معرفت، ہدایت، نورانیت، اور محبت عطا فرمائی، اور اس کو سب پر فائق اور سربلند کردیا، اور تمام مخلوقات میں انسان کو سرخرو اور بلند کیا،

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿الإسراء:۷۰﴾

ترجمہ، اور بے شک ہم نے بنی آدم کو بزرگی عطا فرمائی، اور ہم نے ان کو خشکی اور سمندر میں سوار کیا، اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، اور ہم نے ان کو اپنی مخلوق میں بہت سی چیزوں پر واضح فضیلت دی، (تفسیر تبیان القرآن، آل عمران، ۳، ۶۳، ۵۹)

حضرت عیسیٰ اور آدم کے درمیان مماثلت

فرمایا اللہ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ہے، یہ مماثلت کئی وجہ سے ہے، (۱) یہ دونوں بغیر باپ کے پیدا ہوئے، (۲) دونوں کلمہ، کن، سے پیدا ہوئے، (۳) دونوں نبی ہیں، (۴) دونوں اللہ کے بندے ہیں، (۵) دونوں کی مخالفت کی گئی، حضرت آدم کی ابلیس نے مخالفت کی اور حضرت عیسیٰ کی یہود نے مخالفت کی، (۶) اس مخالفت کی وجہ سے حضرت آدم آسمانوں سے زمین کی طرف آئے، اور حضرت عیسیٰ زمین سے آسمانوں کی طرف گئے، (۷) حضرت آدم پھر کامیاب ہوکر جنت میں جائیں گے، اور حضرت عیسیٰ پھر کامیاب ہوکر زمین پر آئیں گے، (۸) اللہ نے دونوں کے علم کا اظہار فرمایا، اور حضرت آدم کے علم کے متعلق فرمایا، **وعلم ادم الاسماء کلها (البقرہ) ویعلمه الکتاب والحکمة**، (آل عمران، ۴۸) اور حضرت عیسیٰ کے علم کے متعلق فرمایا، ویعلمہ الکتاب والحکمۃ، (آل عمران، ۴۸) (۹) دونوں میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی، حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا، ونفخت فیہ من روحی، (الحجر، ۲۹، ص، ۷۲) اور حضرت عیسیٰ کے متعلق فرمایا، نفخنا فیہ من روحنا (الانبیاء، ۹۱) (۱۰) دونوں اللہ کے محتاج ہیں، دونوں کھاتے پیتے تھے اور دونوں کے لئے موت مقدر ہے، (تفسیر تبیان القرآن، ص، ۱۸۵ تا ۱۸۷)

باب ۵۹

توکل علی اللہ کا بیان

فرمانِ الٰہی

وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿الأنفال: ۴۹﴾

اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے،

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ وَ ﴿الفرقان: ۵۸﴾

اور بھروسہ کرو اس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا اور اسے سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور وہی کافی ہے

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿الأحزاب: ۳﴾

اور اے محبوب! تم اللہ پر بھروسہ رکھو، اور اللہ بس ہے کام بنانے والا۔

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بدفالی شرک ہے اور ہمارے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں لیکن اللہ تعالیٰ اسے توکل کے ذریعہ دور کر دیتا ہے، (جامع ترمذی اردو، کتاب، السیر)

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کیا میں اونٹ باندھوں اور توکل کروں یا کھول کر توکل کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، باندھ کر توکل کرو، (جامع ترمذی اردو، کتاب، صفتہ القیامہ)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن میں (سواری) پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے لڑکے، میں تجھے چند باتیں بتاتا ہوں، اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ وہ تجھے محفوظ رکھے گا، اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ اسے اپنے سامنے پائے گا، جب مانگے تو اللہ تعالیٰ سے مانگ، مدد چاہے تو اسی سے طلب کر اور جان لے کہ اگر تمام امت تجھے کچھ نفع دینے کے لئے جمع ہو جائے تو وہ تجھے صرف اتنا ہی نفع پہونچا

سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا، اور اگر سب لوگ تجھے نقصان پہونچانے پر اتفاق کرلیں، تو ہرگز نقصان نہیں پہونچا سکتے مگر وہ جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا، قلم اٹھا دئے گئے اور صحیفے خشک ہوگئے، (جامع ترمذی اردو، کتاب، صفتہ القیامہ)

(۴) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح بھروسہ کرتے جیسا کہ بھروسہ کرنے کا حق ہے، تو تمہیں اس طرح رزق دیا جاتا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے، وہ صبح کو بھوکا نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں، (جامع ترمذی اردو، کتاب الذہد)

(۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب آدمی اپنے گھر سے نکلا اور اس نے کہا، بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، (اللہ کے نام کے ساتھ، میں نے اللہ پر بھروسہ کیا، نہ طاقت ہے نہ قوت مگر اللہ کے ساتھ) فرمایا کہ اس وقت اس سے کہا جاتا ہے کہ تو ہدایت دیا گیا، تیری طرف سے کفایت کی گئی، اور تجھے بچالیا گیا، پس شیطان اس سے دور ہوجاتا ہے اور دوسرا شیطان کہتا ہے کہ تو اس آدمی کا کیا بگاڑے گا جس کو ہدایت دی گئی، جس کی طرف سے کفایت کی گئی اور جس کو بچالیا گیا، (ابوداؤد، کتاب، الادب)

اقوال

(۱) حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ متوکّل کی تین علامتیں ہیں، (۱) وہ نہ تو کسی سے مانگے (۲) نہ ہی کسی چیز کو روکے (۳) اور نہ اپنے پاس کچھ بچا کر رکھے، (رسالہ قشیریہ، ص، ۱۷۳)

(۲) میں نے ابو موسیٰ دیبلی کو فرماتے سنا کہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز سے سوال کیا گیا کہ توکل کیا ہے، انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تمھاری کیا رائے ہے، فرماتے ہیں میں نے کہا کہ صوفیاء کا قول ہے کہ اگر درندے اور سانپ تمھارے دائیں بائیں ہوں تب بھی اس سے تمھارا باطن متزلزل نہ ہو، خواجہ بایزید نے فرمایا، ٹھیک ہے، قریب قریب یہی بات ہے، مگر اہلِ جنت، جنت سے بہرہ اندوز ہورہے ہوں، اور دوزخی دوزخ میں عذاب میں مبتلاء ہوں، پھر تم ان دونوں میں امتیاز کرنے لگو، تو تم متوکلین کی صف میں سے نکل جاؤ گے، (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۲۷۳)

(۳) سہل بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، توکّل کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ بندہ اللہ کے سامنے اس طرح ہو جس طرح غسل دینے والے کے سامنے مردہ کہ جس طرح چاہتا ہے اسے پلٹتا ہے، نہ وہ حرکت کر سکتا ہے اور نہ کوئی تدبیر، (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۲۷۳/)

(۴) حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یاد رکھیں کہ توکّل کا مقام دل ہے، جب بندے کے دل میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جائے کہ تقدیر اللہ کی طرف سے ہے، تو پھر اگر کوئی چیز مشکل ہو تو اس کی تقدیر سے ہوگی، اور اگر کوئی چیز اتفاقاً مل جائے، یا آسان ہو تو وہ اللہ کے آسان کرنے سے ہوگی، لہٰذا اس صورت میں ظاہری حرکات و (کوشش) توکل کے منافی نہ ہوں گے، (رسالہ قشیریہ، ص، ۳۷۲/)

(۵) حضرت بشر حافی قدس اللہ العزیز فرماتے ہیں بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وہ اللہ پر بھروسہ (توکّل) کرتے ہیں، حالانکہ ان کا یہ دعویٰ غلط ہے، اگر ان لوگوں کو اللہ پر بھروسہ ہوتا تو یہ لوگ ان تمام امور پر رضا مند ہوتے جو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کرتا ہے، (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۳۷۳/)

(۶) کسی نے یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا، انسان کب متوکّل کہلاتا ہے، فرمایا، جب وہ اللہ کو اپنا وکیل بنانے پر راضی ہو، (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۳۷۳/)

(۷) کسی نے حضرت عبد قرشی قدس اللہ العزیز سے توکّل کی نسبت سوال کیا، تو فرمایا، ہر حالت میں اللہ کے ساتھ تعلق ہونے کو توکّل کہتے ہیں، سائل نے عرض کی اور وضاحت کیجئے تو فرمایا، توکّل یہ ہے کہ تو ہر اس سبب کو ترک کر دے جو کسی دوسرے سبب تک پہونچائے، یہاں تک کہ خود حق تعالیٰ اس سبب کا والی بن جائے، (رسالہ قشیریہ، ص، ۳۷۵/)

(۸) حضرت عبد اللہ بن مبارک فرماتے تھے، کسی نے حمدون قصار سے توکّل کی نسبت سوال کیا تو انہوں نے فرمایا، اگر تمھارے پاس دس ہزار درہم ہوں اور تمھارے ذمہ ایک دانق بھی قرض ہو تو تمہیں ڈر رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مر جاؤں اور یہ قرض میرے ذمہ رہ جائے اور برعکس اس کے اگر تمھارے ذمہ دس ہزار درہم کا قرض ہو اور تم اتنی رقم نہ چھوڑ کر مرے جو اس قدر قرض کو پورا ادا کر سکے، پھر بھی تو مایوس نہ ہو، اللہ تعالیٰ تمھاری طرف سے اسے ادا کر دے گا، (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۳۷۵/)

(۹) حضرت شیخ سرّی سقطی قدس اللہ العزیز کا ارشاد ہے کہ قوت و اختیار کو ترک کر دینے کا نام توکّل ہے، (عوارف المعارف، ص، ۶۶۴/)

(۱۰) حضرت شیخ ذوالنون مصری قدس اللہ العزیز فرماتے ہیں کہ نفس کی تدبیر کو ترک کر دینے اور قوت و اختیار سے دستبردار ہو جانے کا نام توکّل ہے، (عوارف المعارف، ص، ۶۶۴/)

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مبارک قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیْز نے فرمایا، جس شخص نے ایک پیسہ حرام کا لے لیا، وہ متوکّل نہیں ہے، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۱۲) ایک شخص ابو بکر شبلی قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیْز کے پاس آیا، اور کثیر العیال ہونے کی شکایت کی، تو آپ نے فرمایا، گھر جاکر ان تمام لوگوں کو گھر سے نکال دو، جن کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہیں، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۱۳) حضرت ابو تراب رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں، کہ اللہ تک پہونچانے والے ستّرہ درجات ہیں، ان میں سے سب سے چھوٹا درجہ اجابت (مان لینا) ہے، اور سب سے اعلیٰ درجہ حقیقتًا اللہ تعالیٰ پر توکل اختیار کرنا ہے، (طبقات الصوفیہ، از ابو عبدالرحمٰن سلمی)

(۱۴) حضرت ابو علی دقاق قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیْز نے فرمایا، توکل مومنین کا خاصہ ہے اور تسلیم اولیاء کا، تفویض موحدین کا، لہٰذا توکل عوام کی صفت ٹھہری، تسلیم خواص کی اور تفویض خواص الخواص کی، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۱۵) حضرت سہل بن عبد اللہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے فرمایا، توکل حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا حال تھا، اور کسب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنت ہے، جو حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حال پر رہے، اسے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنت کو ترک نہیں کرنا چاہئے، (رسالہ قشیریہ اردو)

باب ۶۰

مراقبہ کا بیان

فرمانِ الٰہی

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيبًا ﴿الأحزاب: ۵۲﴾
ترجمہ، ہر چیز اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہے، (رسالہ قشیریہ)

حدیث پاک

(۱) حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی فرماتے ہیں، کہ جبرائیل علیہ السلام ایک آدمی کی شکل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ایمان کیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ پر، اللہ کے فرشتوں، اللہ کے رسولوں پر، اچھی یا بری یا میٹھی یا کڑوی تقدیر پر ایمان لانا ایمان ہے، یہ سن کر اس آدمی (جبرائیل علیہ السلام) نے کہا، آپ سچ فرماتے ہیں، ہمیں تعجب ہوا کہ یہ شخص خود ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر رہا ہے اور خود ہی تصدیق کر رہا ہے، اس نے پھر کہا کہ اسلام کیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، بیت اللہ کا حج کرنا، اسلام ہے، اس پر اس شخص نے پھر کہا، آپ سچ فرماتے ہیں، اس نے پھر پوچھا، احسان کیا ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، احسان یہ ہے، کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا ہے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے، اس نے پھر کہا، آپ نے سچ فرمایا، (رسالہ قشیریہ، ص، ۱۱۴ر) شیخ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا، اگر تو خدا کو نہیں دیکھ رہا ہے، تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے، اس میں مراقبہ کی حالت کی طرف اشارہ ہے، اس لئے کہ مراقبہ یہ ہے کہ بندے کو علم ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے، (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۱۱۴ر)

اقوال

(۱) حضرت امام قشیری قدس اللہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں، بندے کا اس حالت کو ہمیشہ قائم رکھنا مراقبہ ہے، مراقبہ ہر نیکی کی اصل ہے، اور انسان اس مرتبہ تک نہیں پہونچ سکتا، جب تک پہلے اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرلے، جب محاسبہ کر چکے جیسا کہ فرمایا گیا، اور موجودہ وقت میں اپنی حالت کی اصلاح کرے اور اللہ کے راستے پر لگا رہے اور اپنے اور اللہ کے

درمیان اپنے دل کی اچھی طرح سے نگہبانی کرے، اور اپنے سانسوں کو اللہ کے احکام کے ساتھ محفوظ رکھے، تو یہ شخص اپنے اکثر احوال میں اللہ کو دیکھتا رہے گا، اور جان لے گا کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے، اور اس کے دل کے قریب ہے، اس کے حالات کو جانتا ہے، اس کے افعال کو دیکھتا ہے، اور اس کے افعال کو سنتا ہے، اور جس شخص نے ان باتوں سے غفلت کیا وہ وصل کے ابتدائی مدارج تک بھی نہیں پہونچ سکتا، یعنی قربت کی حقیقت تک، (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۱۱/)

(۲) امام ابوالقاسم قشیری فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابو عبد الرحمٰن سلمی سے سنا انہوں نے کہا کہ ابوبکر الرازی فرماتے ہیں میں نے جریری کو فرماتے سنا، کہ جس شخص نے اپنے اور اللہ کے درمیان تقویٰ اور مراقبہ کو مضبوط نہیں کیا وہ شخص کشف اور مشاہدہ تک نہیں پہونچ سکتا، (رسالہ قشیریہ، ص ۴۱۲)

(۳) امام قشیری فرماتے ہیں، ایک صوفی کا قول ہے، کہ کسی حاکم کا ایک غلام تھا جس کی طرف اس کی توجہ اوروں کی نسبت زیادہ تھی، حالانکہ نہ تو اس کی قیمت ان کے مقابلے میں زیادہ تھی، اور نہ ان کے مقابلے میں وہ زیادہ خوبصورت تھا، لوگوں نے اسے اس کے بارے میں کہا تو امیر نے انہیں بتلانا چاہا کہ خدمت گزاری میں وہ اوروں کے مقابلے میں کس طرح افضل ہے، چنانچہ ایک دن وہ اپنے نوکروں سمیت سواری کے لئے نکلا، کچھ فاصلہ پر پہاڑ تھا، جہاں برف پڑی ہوئی تھی، حاکم نے اس برف کی طرف نگاہ کر کے سر کو نیچے جھکا دیا، فوراً اس غلام نے گھوڑا دوڑایا اور کسی کو خبر نہ کی کہ اس نے گھوڑا کیوں دوڑایا ہے، تھوڑی دیر کے بعد وہ برف لیکر حاضر ہوا، حاکم نے اس سے سوال کیا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ میں برف چاہتا ہوں، غلام نے جواب دیا، آپ نے برف کی طرف دیکھا تھا اور بادشاہ کا کسی چیز کی طرف دیکھنا قصد صحیح کے بغیر نہیں ہوسکتا، اس پر حاکم نے کہا کہ میری عنایت اور توجہ اسکی طرف اس لئے زیادہ ہے کہ ہر ایک اپنے کام میں مشغول رہتا ہے، مگر اس کا کام یہ ہے کہ وہ میری نگاہ کو دیکھتا ہے، اور میرے حالات پر نظر رکھتا ہے، (رسالہ قشیریہ، ص، ۴۱۳/)

(۴) حضرت ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں، مراقبہ کی علامت یہ ہے کہ انسان ان چیزوں کو پسند کرے جنہیں اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا، ان چیزوں کی تعظیم کرے جن کی اللہ تعالیٰ نے تعظیم کی اور ان چیزوں کو حقیر جانے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حقیر جانا، (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۱۴/)

(۵) حضرت نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، امید تجھے اطاعت پر اکساتی ہے، اور خوف تجھے معصیت کے کام سے دور لے جاتا ہے اور مراقبہ تجھے حقائق کی راہ تک پہونچا دیتا ہے، (رسالہ قشیریہ، ۴۱۴)

(۶) حضرت ابراہیم خواص قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیْز فرماتے ہیں، احکامِ خداوندی کا لحاظ رکھنے سے مراقبہ پیدا ہوتا ہے اور مراقبہ سے ظاہر و باطن میں خلوص پیدا ہوتا ہے، (رسالہ قشیریہ، ص، ۴۱۵)

(۷) امام قشیری فرماتے ہیں کہ میں شیخ ابو عبد الرحمٰن سلمی سے سنا کہ ابو عثمان مغربی فرماتے تھے، طریقت میں سب سے افضل چیز جس کو انسان اپنے اوپر لازم قرار دے یہ ہے کہ وہ اپنا محاسبہ کرے، اللہ کو نگاہ میں رکھے اور اپنے علم کے ذریعہ سے اپنے اعمال کی سیاست کرے (رسالہ قشیریہ، ۴۱۵)

باب ۶۱

فراست کا بیان

فرمانِ الٰہی

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ﴿الحجر: ۷۵﴾

ترجمہ، ان میں صاحبِ فراست لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں، (رسالہ قشیریہ اردو)

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مومن اپنے بھائی کا آئینہ ہے، جب وہ اس میں کوئی برائی دیکھتا ہے تو اس برائی کی اصلاح کرلیتا ہے، (ادب المفرد، امام بخاری)

(۲) حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں، کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مومن کی فراست سے بچو، کیوں کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، (رسالہ قشیریہ، باب فراست)

اقوال

(۱) استاد ابوعلی دقاق فرماتے ہیں، کہ فراست ایک خیال ہے، جو دل پر طاری ہوتا ہے، اور ہر غلط خیال کو دل سے نکالدیتا ہے، اور دل پر اسی کا حکم ہوتا ہے، فراست کے مقابلے میں نفس کوئی خیال و شبہات تجویز نہیں کرسکتا، فراست ہر شخص کی قوتِ ایمانیہ کے مطابق ہوتی ہے، لہٰذا جس کا جس قدر ایمان قوی ہوگا، اسی قدر زیادہ تیز اس کی فراست ہوگی، (رسالہ قشیریہ اردو، ص، ۴۶۸/)

(۲) حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جس نے نورِ فراست سے دیکھا اس نے نورِ حق سے دیکھا، اور اس کے علم کا مواد حق کی طرف سے ہے، اس میں کسی قسم کا سہو یا غفلت نہیں ہوگی، بلکہ یہ حق تعالیٰ کا فیصلہ ہے جو بندے کی زبان پر جاری ہوتا ہے،

یہاں نورِ حق سے مراد وہ خاص نور ہے جس کے ساتھ اللہ نے اسے مخصوص کیا ہے، (رسالہ قشیریہ، ص،۴۶۸)

(۳) حضرت ابوالحسن دیلمی سے حکایت کی جاتی ہے کہ وہ ایک حبشی سے ملنے کے لئے انطاکیہ گئے، اس شخص کے متعلق انہیں بتایا گیا تھا کہ وہ لوگوں کے راز کی باتیں بتاتا ہے، میں نے کچھ عرصہ وہاں قیام کیا یہاں تک وہ لِکام پہاڑ سے نکل کر آیا، اس کے پاس کچھ جائز اشیاء تھیں جنہیں وہ بیچ رہا تھا، اور اسوقت میں دو دنوں سے بھوکا تھا، میں نے اس سے کہا، یہ کتنے کو بیچتے ہو، اور میں نے یہ ظاہر کیا کہ میں اس کی تمام اشیاء خرید لوں گا، جو اس کے سامنے پڑی تھیں، اس نے کہا وہاں بیٹھ جاؤ، جب ہم انہیں بیچ لیں گے تو تمہیں بھی کچھ پیسے دے دیں گے، جن سے تو کچھ خرید سکے گا، میں اسے چھوڑ کر ایک اور شخص کے پاس چلا گیا، اور یہ ظاہر کیا کہ میں اس سے سودا کر رہا ہوں، میں لوٹ کر پھر اسی کے پاس آگیا، اور کہا اگر بیچتے ہو تو بتاؤ، کتنے میں بیچو گے، کہنے لگا تو تو دو دن کا بھوکا ہے، وہاں بیٹھ جا، جب ہم بیچ لیں گے تو تمہیں کچھ دیں گے، جس سے تم کچھ خرید سکو گے، میں بیٹھ گیا، جب اس نے بیچ دیا، تو اس نے مجھے کچھ دیا اور چلا گیا، میں نے اس کا پیچھا کیا، اس نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا، جب تجھے کوئی ضرورت پیش آئے تو اللہ کے سامنے پیش کرو، ہاں اگر اس میں تیرے حظّ نفس کا دخل ہے، پھر اللہ کے سامنے پیش نہ کرنا ورنہ تم اللہ سے محجوب ہو جاؤ گے، (رسالہ قشیریہ، ص،۴۶۸)

(۴) محمد بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے کتانی کو فرماتے سنا کہ فراست ایک یقین کا مکاشفہ اور غیب کا معائنہ ہے اور یہ ایمان کے مقامات میں سے ہے، (رسالہ قشیریہ، ص،۴۶۹)

(۵) حسین بن منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جب کسی دل پر غلبہ حق ہو جاتا ہے تو اللہ اسے اسرار کا مالک بنا دیتا ہے چنانچہ وہ ان اسرار کا معائنہ کرتا ہے اور ان کی خبر دیتا ہے، (رسالہ قشیریہ، ص۴۷۰)

(۶) کسی صوفی سے فراست کے متعلق سوال کیا گیا، تو فرمایا کہ یہ ارواح ہیں جو عالم ملکوت میں گھومتے رہتے ہیں، اور غیب کے امور سے باخبر ہو جاتے ہیں، چنانچہ مخلوق کے اسرار اس طرح بتاتے ہیں گویا ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں، اور گمان و قیاس سے نہیں بتاتے، (رسالہ قشیریہ، ص،۴۷۰)

(۷) استاد امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ابھی میرا استاد ابوعلی دقاق کے ساتھ تعلق شروع ہی ہوا تھا اور میں مسجد مطرز میں مجلسِ وعظ منعقد کیا کرتا تھا، میں نے آپ سے نیشاپور جانے کی اجازت چاہی، آپ نے مجھے اجازت دے دی، ایک روز میں آپ کے ساتھ آپ کی مجلس کی طرف جارہا تھا کہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا، کہ کاش میری عدم موجودگی میں میری مجلس میں میری نیابت کریں، آپ نے فوراً میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا، میں تمھاری غیر حاضری میں تمھاری مجلس میں تمھاری نیابت کروں گا، میں تھوڑا اور چلا تو میرے دل میں خیال آیا کہ آپ بیمار ہیں، آپ سے ہفتہ میں دوبار نیابت نہ ہو سکے گی، اس لئے آپ ہفتہ میں ایک دن نیابت کریں، تو بہتر ہوگا، آپ پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اگر میں ہفتہ میں دو دن نیابت نہ کر سکوں گا تو ایک ہی دن کرلوں گا، میں آپ کے ساتھ تھوڑا چلا تو ایک تیسرا خیال میرے دل میں آیا، آپ نے پھر میری طرف متوجہ ہوکر صراحتہً اس کا ذکر کر دیا، (رسالہ قشیریہ، ص ۴۷۱)

(۸) حضرت عبداللہ رازی رحمۃ اللہ علیہ جو نیشاپور میں آباد ہوگئے تھے، حکایت ہے، وہ فرماتے ہیں، ابن الابناری نے مجھے صوف پہننے کو دیا اور میں نے اپنے شیخ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر ایک عمدہ ٹوپی دیکھی جسکی مناسبت اس صوف کے ساتھ تھی، میں نے دل میں خواہش کی کہ یہ دونوں چیزیں میرے پاس ہونی چاہئیں، جب حضرت شبلی اپنی مجلس سے اٹھے تو میری طرف متوجہ ہوئے، لہٰذا میں آپ کے پیچھے ہولیا، آپ کی عادت تھی کہ جب آپ کی یہ خواہش ہوتی کہ میں آپ کے پیچھے پیچھے آؤں، تو میری طرف متوجہ ہوتے، جب آپ اپنے گھر میں داخل ہوئے تو میں بھی داخل ہوا، پھر آپنے مجھے صوف اتارنے کو کہا، میں نے اتار لیا، آپ نے اسے لپیٹا اور اس کے اوپر ٹوپی رکھ کر سب کو آگ لگادی، (رسالہ قشیریہ، ص ۴۷۲)

(۹) حضرت امام قشیری فرماتے ہیں کہ ابوالحسین قرافی بیان کرتے ہیں کہ میں الخیر تنیاتی کی زیارت کو گیا، جب میں آپ کے پاس سے رخصت ہونے لگا تو آپ میرے ساتھ مسجد کے دروازے تک نکل آئے، اور فرمایا، مجھے معلوم ہے کہ آپ اپنے ساتھ کوئی چیز نہیں رکھتے، مگر یہ دو سیب اپنے ساتھ لے جائیے، میں نے لیکر انہیں اپنی جیب میں ڈال لیا، اور چل پڑا، جب تین دن تک مجھے کوئی چیز نہ ملی تو میں نے ایک سیب کو نکال کر کھالیا، پھر کچھ دیر بعد دوسرے کو نکالنا چاہا تو دیکھا، دونوں میری جیب میں موجود تھے، موصل کے دروازہ تک پہونچنے تک میں ان دونوں سیبوں میں سے کھاتا اور دونوں ویسے کے ویسے رہتے، اس

پر میں نے دل میں کہا کہ یہ سیب تو میری توکل کی حالت کو خراب کردیں گے، کیوں کہ مجھے ان کا حال معلوم ہوچکا ہے میں نے دونوں کو جیب سے نکال دیا اور ادھر ادھر دیکھا تو ایک فقیر چادر میں لپٹا ہوا دکھائی دیا جو یہ کہہ رہا تھا کہ میں سیب کھانا چاہتا ہوں، چنانچہ میں نے دونوں سیب اسے دے دئے، جب میں آگے نکل گیا تو دل میں خیال آیا کہ شیخ نے یہ سیب تو اسی آدمی کے لئے بھیجے تھے، اس وقت میرے ساتھ اور ساتھی بھی تھے میں جو لوٹ کر اس کی طرف آیا تو اسے نہ پایا، (رسالہ قشیریہ اردو، ص،۴۷۵/)

(۱۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، راستہ میں انہوں نے ایک عورت دیکھی جس کے حسن کو انہوں نے غور سے دیکھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تم میں سے کچھ لوگ میرے پاس آتے ہیں اور زنا کے آثار ان کی آنکھوں سے واضح ہوتے ہیں، میں نے کہا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی نازل ہوئی ہے، فرمایا نہیں، مگر، بصیرت، برہان اور سچّی فراست ہے، (رسالہ قشیریہ، ص،۴۷۶/)

(۱۱) ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں مسجد حرم میں گیا، تو ایک فقیر کو دیکھا، جس نے دو کرتے پہن رکھے تھے، اور لوگوں سے مانگ رہا تھا، میں نے دل میں کہا کہ اس قسم کا آدمی لوگوں پر بوجھ ہوتا ہے، اس نے میری طرف دیکھا، اور کہا، وَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ، یاد رکھو اللہ تمھارے دل کی بات جانتا ہے، لہٰذا اس سے ڈرو، ابوسعید فرماتے ہیں کہ میں نے دل ہی دل میں استغفار کیا تو اسنے مجھے پکار کر کہا، وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ مِنْ عِبَادِهٖ، اور خدا وہ ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے، (رسالہ قشیریہ اردو، ص،۴۷۷/)

باب ۶۲

قناعت کا بیان

فرمانِ الٰہی

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿الحج: ۳۶﴾

تم خود بھی اس میں سے کھاؤ، اور قناعت (صبر) سے بیٹھے رہنے والوں کو اور سوال کرنے والے (محتاجوں) کو (بھی) کھلاؤ، اس طرح ہم نے انہیں تمہارے تابع کر دیا ہے، تاکہ تم شکر بجالاؤ۔

احادیثِ کریمہ

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، بلا شبہ وہ کامیاب ہو گیا جو اسلام لایا، اسے حسبِ ضرورت رزق عطا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو کچھ دیا اسپر قناعت عطا فرمائی۔ (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ)

(۲) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، اسکے لئے بشارت ہے جسے اسلام کی ہدایت نصیب ہوئی اور جسے بقدرِ ضرورت روزی نصیب ہو، اور اس نے اس پر قناعت کی، (جامع ترمذی، کتاب الذھد)

(۳) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، جس شخص پر مفلسی آگئی اور اس نے اپنی مفلسی (کو دور کرنے کے لئے اس) کو لوگوں کے سامنے پیش کیا تو اس کی مفلسی دور نہیں ہو گی، اور جس شخص نے اپنی مفلسی کو اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کیا تو اللہ تعالیٰ اسے جلد یا دیر رزق عطا فرمائے گا، (جامع ترمذی، کتاب الذہد)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے گرد چکر لگاتا رہے، ایک یا دو لقموں یا ایک دو کھجوروں کا لالچ اسے پھراتا، گھماتا رہے، بلکہ مسکین تو وہ ہے جس کے پاس نہ تو اتنا مال ہو کہ اس کی ضرورت

کو پورا کر سکے، نہ وہ مسکین نظر آتا ہو کہ لوگ اسے صدقہ دیں اور نہ وہ کھڑے ہو کر لوگوں سے مانگتا ہے، (صحیح بخاری اردو، کتاب الزکاۃ)

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، امارت کثرتِ مال سے نہیں ہوتی بلکہ اصل امارت دل کا غنی ہونا ہے، (صحیح بخاری، کتاب الرقاق)

اقوال

(۱) حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، قناعت ایک ایسا فرشتہ ہے جو مومن کے دل کے سوا کہیں سکونت اختیار نہیں کرتا، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۲) کسی نے خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا کہ آپ اس مقام پر کیوں کر پہونچے، تو انہوں نے فرمایا، میں نے دنیا کے اسباب کو جمع کر کے قناعت کی رسّی سے باندھ دیا، پھر صدق کی منجنیق میں رکھ کر نا امیدی کے سمندر میں پھینک دیا، لہٰذا میں آرام میں رہا، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۳) حضرت امام قشیری قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ محتاج لوگ مردے ہیں، ماسوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ قناعت کی عزت سے زندہ رکھے، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۴) امام قشیری قدس اللہ سرہ العزیز بیان فرماتے ہیں کہ جن چیزوں سے انسان کو الفت ہے ان کے نہ ہونے پر بھی سکون ہونے کا نام قناعت ہے، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۵) حضرت ابو بکر مراغی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، عقل مند وہ شخص ہے جو دنیاوی امور کی تدبیر قناعت اور بے رغبتی سے کرے اور آخرت کے امور کی تدبیر حرص اور جلد بازی سے کرے اور دین کے معاملات کی تدبیر، علم اور کوشش سے کرے، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۶) حضرت عبد اللہ بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، مفقود چیز کی امید کو ترک کرنے اور موجود چیز کے ساتھ استغناء کرنے کا نام قناعت ہے، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۷) امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ کہا جاتا ہے قناعت یہ ہے کہ تجھے جو چیز مل گئی ہے اس پر اکتفاء کرے اور جو چیز حاصل نہیں ہوئی، اس کا لالچ نہ کرے، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۸) امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کو پانچ جگہوں پر رکھا ہے، عزت کو اطاعت میں، ذلت کو معصیت میں، ہیبت کو قیام اللیل میں، حکمت کو خالی پیٹ میں، اور مالداری کو قناعت میں، (رسالہ قشیریہ اردو)

(۹) امام قشیری بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک دانا کو دیکھا جو پانی پر گری ہوئی سبزی کھا رہا تھا، اس شخص نے دانا سے کہا، اگر تو میری طرح بادشاہ کی نوکری کر لیتا، تو تجھے یہ کھانے کی نوبت نہ آتی، دانا نے جواب دیا، تو بھی اگر قناعت کر لیتا تو تجھے بادشاہ کی نوکری کرنے کی ضرورت نہ پڑتی، (رسالہ قشیریہ)

(۱۰) حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے، جو اپنے رزق پر قانع ہو گیا، وہ آخرت کو حاصل کر لے گا، اور اس کی زندگی (دنیا) بھی اچھی طرح گزرے گی، (عوارف المعارف اردو)

(۱۱) حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہٗ الکریم فرماتے ہیں، قناعت ایسی تلوار ہے، جس کا وار کبھی خالی نہیں جاتا، (عوارف المعارف اردو)

(۱۲) حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں، کہ جس نے قناعت اختیار کی اس کو اہلِ زمانہ سے آرام حاصل ہوا، اور اس نے اپنے عہدوں پر غلبہ پالیا، (عوارف المعارف)

(۱۳) حضرت بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قناعت میں بجز عزت کے اگر اور فائدے بھی نہ ہوتے تو صاحبِ قناعت کے لئے یہی بہت کافی تھا، (عوارف المعارف)

شجرہ طیبہ قادریہ، جہانگیریہ، حسنیہ

الٰہی بحرمت رازونیاز محبوب العارفین صوفی محمد عمار شدؔی	بلرامپوری گوا
الٰہی بحرمت رازونیاز حضور نورالعارفین سیدناخواجہ ڈاکٹر محمد ارشد میاں صاحب قبلہ عظمتی دامت برکاتہم القدسیہ	علی گڑھ یوپی
الٰہی بحرمت رازونیاز حضور شمس العارفین سیدناخواجہ صوفی الحاج محمد عظمت اللہ شاہ صاحب قدس اللہ العزیز	۱۹/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۳ھ سہاور شریف ضلع ایٹہ یوپی انڈیا
الٰہی بحرمت رازونیاز شیخ الواصلین سلطان الاولیاء حضرت الحاج خواجہ صوفی محمد حسن شاہ صاحب قدس اللہ العزیز	۶/ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۹ھ مرشد نگر بھینسوڑی شریف رام پور
الٰہی بحرمت رازونیاز فخر السالکین سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قدس اللہ العزیز	۴/ شوال ۱۳۶۰ھ مرشد نگر بھینسوڑی شریف رام پور
الٰہی بحرمت رازونیاز سراج السالکین سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب قدس اللہ العزیز	۲۴/ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ اسلامیہ قبرستان لکھنؤ
الٰہی بحرمت رازونیاز فخر العارفین سلطان الکاملین حضرت مولانا عبدالحئی شاہ صاحب قدس اللہ العزیز	۱۷/ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ مرزا کھیل چاٹگام بنگال
الٰہی بحرمت رازونیاز سلطان جہانگیر شیخ العارفین حضرت مولانا مخلص الرحمن شاہ صاحب قدس اللہ العزیز	۱۲/ ذی القعدہ ۱۳۰۲ھ مرزا کھیل چاٹگام بنگال
الٰہی بحرمت رازونیاز قطب العارفین سلطان الواصلین حضرت امداد علی شاہ صاحب قدس اللہ العزیز	۶/ ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ محلہ قاضی ولی چک، بھاگلپور، بہار انڈیا
الٰہی بحرمت رازونیاز امام الموحدین محبوب العارفین حضرت محمد مہدی حسن شاہ صاحب قدس اللہ العزیز	۶/ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۷ھ محلہ کریم چک، چھپرا، بہار انڈیا
الٰہی بحرمت رازونیاز عاشق رسول حضرت مظہر حسین شاہ قدس اللہ العزیز	۱۳/ ربیع الثانی محلہ کریم چک، چھپرا، بہار انڈیا
الٰہی بحرمت رازونیاز سلطان المعرفت حضرت فرحت اللہ قدس اللہ العزیز	۹/ شعبان المعظم ۱۲۲۶ھ محلہ کریم چک، چھپرا، بہار انڈیا

الٰہی بحرمت رازونیاز محبوب بارگاہ لم یزلی حضرت حسن علی قدس اللہ العزیز	۲۸/ ربیع الاول ۱۲۲۴ھ خواجہ کلاں گھاٹ پٹنہ سٹی بہار انڈیا
الٰہی بحرمت رازونیاز امام العارفین حضرت محمد منعم پاکباز قدس اللہ العزیز	۱۲/ رجب المرجب ۱۱۸۵ھ تمن گھاٹ پٹنہ سٹی بہار انڈیا
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت میر سید خلیل الدین شاہ قدس اللہ العزیز	۱۹/ ذیقعدہ قصبہ باڑھ بہار انڈیا
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت میر سید جعفر دیوان شاہ قدس اللہ العزیز	۲۴/ ربیع الاول ۱۱۱۲ھ محلہ میر باڑھ بہار انڈیا
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت میر سید اہل اللہ شاہ قدس اللہ العزیز	بارہ دری بہار شریف، نالندہ، بہار
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت میر سید نظام الدین شاہ قدس اللہ العزیز	۴/ محرم الحرام محلہ نئی سرائے موسہ کٹرہ باغ بارہ دری، بہار شریف
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت میر سید تقی الدین شاہ قدس اللہ العزیز	باغ بارہ دری، بہار شریف
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت میر سید نصیر الدین شاہ قدس اللہ العزیز	باغ بارہ دری، بہار شریف
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت میر سید محمود شاہ قدس اللہ العزیز	۵/ جمادی الآخر بارہ دری، بہار شریف
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت میر سید فضل اللہ شاہ قدس اللہ العزیز	۲۵/ شعبان المعظم ۹۲۵ھ محلہ علن پورہ جونپور
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت قطب الدین بینائے دل قدس اللہ العزیز	۲۰/ ذالحجہ مالوہ (ایم پی) قریب گڑھ مانڈو قصبہ ناچھہ
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت شاہ نجم الدین قلندر شاہ قدس اللہ العزیز	۱۳/ ربیع الآخر ۶۲۲ھ حوض شمسی دہلی
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت میر سید مبارک غزنوی قدس اللہ العزیز	وصال ۶۳۲ھ حوض شمسی دہلی
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت میر سید نظام الدین شاہ قدس اللہ العزیز	شب جمعہ چاندرات محرم الحرام ۶۳۲ھ بغداد شریف
الٰہی بحرمت رازونیاز شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی قدس اللہ العزیز	شب جمعہ ۹/ یا ۱۱/ ربیع الثانی ۵۶۱ھ بغداد شریف
الٰہی بحرمت رازونیاز غوث الثقلین محبوب سبحانی حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس اللہ العزیز	۱۷/ ربیع الثانی ۵۱۳ھ بغداد شریف
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت ابوسعید مبارک مخزومی قدس اللہ العزیز	۴/ محرم الحرام ۴۸۶ھ
الٰہی بحرمت رازونیاز ابوالحسن علی الہنکاری الغزنوی قدس اللہ العزیز	۱۵/ ربیع الاول ۴۰۷ھ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت ابو یوسف طرسوسی قدس اللہ العزیز	۴/ یا ۱۰/ ذیقعدہ ۴۴۷ھ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عبد العزیز یمنی قدس اللہ العزیز	۳/ ربیع الاول ۳۸۷ھ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ رحیم الدین عیاض قدس اللہ العزیز	۲۷/ ذی الحجہ ۳۳۴ھ یا ۳۴۲ھ بغداد
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابو بکر شبلی قدس اللہ العزیز	۱۶/ رجب ۲۹۷ھ یا ۲۹۸ھ بغداد
الٰہی بحرمت راز و نیاز سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ العزیز	سہ شنبہ ۳/ رمضان ۲۵۳ھ بغداد
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سری سقطی قدس اللہ العزیز	۲۰/ محرم ۲۰۰ھ بغداد، کرخ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ معروف کرخی قدس اللہ العزیز	جمعہ ۹/ صفر ۲۳۷ھ مشہد مقدس
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سیدنا امام علی بن موسیٰ علیہ السلام	۲۰/ محرم ۲۰۰ھ بغداد، کرخ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سیدنا موسیٰ کاظم علیہ السلام	جمعہ ۹/ صفر ۲۳۷ھ مشہدی مقدس
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام	جمعہ ۱۵/ رجب ۱۸۳ھ کاظمین شریف
الٰہی بحرمت رازں و نیاز حضرت سیدنا محمد باقر علیہ السلام	جمعہ ۱۸/ رجب ۱۸۲ھ
الٰہی بحرمت راز و نیاز سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام	دوشنبہ ۱۰/ ذی الحجہ ۱۱۰ھ جنت البقیع
الٰہی بحرمت راز و نیاز قرۃ العین رسول الثقلین سیدنا امام حسین علیہ السلام	۸/ محرم الحرام ۹۴ھ جنت البقیع
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت اسد اللہ الغالب سیدنا و مولانا علی ابن ابی طالب علیہ السلام	۲۱/ رمضان المبارک ۴۱ھ نجف اشرف
الٰہی بحرمت راز و نیاز سید المرسلین شفیع المذنبین رحمۃ العلمین سید الثقلین نبی الحرمین اوادنیٰ احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم	

شجرہ شریف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ

الٰہی بحرمت رازونیاز حضور محبوب العارفین حضرت صوفی محمد عمر ارشدی بلرامپوری گوا دامت برکاتہم القدسیہ

الٰہی بحرمت رازونیاز حضور نورالعارفین سیدنا خواجہ صوفی ڈاکٹر محمد ارشد میاں صاحب قبلہ عظمتی دامت برکاتہم القدسیہ

الٰہی بحرمت رازونیاز حضور شمس العارفین سیدنا خواجہ الحاج محمد عظمت اللہ شاہ حسنی قدس اللہ سرہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز سلطان الاولیاء حضرت الحاج خواجہ صوفی محمد حسن شاہ قدس اللہ سرہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز سلطان العاشقین حضرت الحاج صوفی محمد عنایت حسن شاہ قدس اللہ سرہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز سلطان العارفین حضرت صوفی محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت فخرالعارفین شاہ جہانگیر مولانا عبدالحئی قدس اللہ سرہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز سلطان العارفین والعاشقین وارث علوم النبیین الفانی فی ذات السبحان حضرت شاہ مخلص الرحمٰن قدس اللہ سرہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز قطب العارفین سلطان الواصلین المسمّٰی باسم المسعود نائب النبی وارث علوم المرتضوی حضرت شاہ امداد علی قدس اللہ سرہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز امام موحدین محبوب ربانی
حضرت شاہ محمد مہدی الفاروقی القادری قدس اللہ سرہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز عاشق رسول الثقلین مقبول کونین وسیلتنا فی الدارین
حضرت مظہر حسین قدس اللہ سرہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز سلطان المعرفت
حضرت مخدوم حسن دوست الملقب بشاہ فرحت اللہ قدس اللہ سرہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز محبوب بارگاہ لم یزلی حضرت مولانا مخدوم شاہ حسن علی قدس اللہ سرہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت مخدوم شاہ محمد منعم صاحب پاکباز قدس اللہ سرہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت سید اسد اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز قطب الوقت محب اللہ مسند آرائے ہدایت وارشاد شیخنا وامامنا
حضرت شاہ فرہاد صاحب قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز عارف کامل واقف اسرار احد حضرت دوست محمد قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت خلاصۂ احفاد صاحب خدمات عالیہ ماہ سپہر ارتضیٰ
حضرت امیر سید ابوالعلا قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز مقبول اللہ حضرت امیر عبداللہ صاحب قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز واقف اسرار کلمات اللہ العلیا حضرت خواجہ محمد یحییٰ قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز ناطق بالحق والصدق حضرت خواجہ عبدالحق قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز سرالابرار والاخیار ناصر الدین حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت قدوۂ مشائخ سمرقندی وبلخی حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز اعرف العرفا تاج الاولیاء الزاہدین
حضرت خواجہ بزرگ بہاء الحق والشرع والدین قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز افضل الخلق معدن محبت ذوالجلال حضرت سید امیر کلال قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز افضل الخلق من الجن والانس حضرت محمد باباسماسی قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز مقبول الحق الغنا حضرت خواجہ علی رامیتنی قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز حضار مجلس مصطفی حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز ہادیٔ آدمی وپری حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز مظہر انور سبحانی مصدر استمرار ربانی
حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز وادع ودائع رحمانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز صاحب مرآت ولی شیخ ابوالعلی فارمدی طوسی قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز کاشف اسرار نہانی حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز مورد انوار ذات صبحانی حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز قدوۃ الاولیاء صاحب الیقین سلطان العارفین عالم حقائق الاشیاء والاسامی حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز مظہر کرامات والخوارق الفارق حضرت امام جعفر صادق قدس اللہ سرہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت خیر التابعین وافضل العالم حضرت محمد قاسم رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت رازونیاز مقبول العربی والفارسی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت رازونیاز افضل الاصحاب اکمل اولی الالباب جانشین حضرت خیر البشر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت رازونیاز ختم المرسلین خاتم النبیین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

نسبت دوم امام ہمام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

موسوم بسلسلۃ الذہب بین الخاص والعام

الٰہی بحرمت رازونیاز مظہر کرامات والخوارق الفارق حضرت امام جعفر صادق قدس اللہ سرہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز عالم الخفیات والظواہر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

الٰہی بحرمت رازونیاز سید الزاہدین والصابرین حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

الٰہی بحرمت رازونیاز ابن بنت رسول اللہ سیدنا امام حسین شہید کربلا علیہ السلام

الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت مولیٰ علی مشکل کشا علیہ السلام

الٰہی بحرمت رازونیاز شفیع المذنبین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

شجرہ شریف سلسلہ عالیہ چشتیہ قلندریہ جہانگیریہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضور محبوب العارفین صوفی محمد عمر ارشدی بلرامپوری گوامد ظلہ العالی

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضور نورالعارفین سیدنا خواجہ صوفی ڈاکٹر محمد ارشد میاں صاحب قبلہ عظمتی دامت برکاتہم القدسیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضور شمس العارفین سیدنا خواجہ الحاج محمد عظمت اللہ شاہ حسنی قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان الاولیاء حضرت الحاج خواجہ صوفی محمد حسن شاہ قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان العاشقین حضرت الحاج صوفی محمد عنایت حسن قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان العارفین حضرت صوفی محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت فخر العارفین شاہ جہانگیر مولانا عبدالحئی قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان العارفین والعاشقین وارث علوم النبیین الفانی فی ذات السبحان حضرت مولانا شاہ مخلص الرحمٰن قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت راز و نیاز قطب العارفین سلطان الواصلین نائب النبی وارث علوم المرتضوی حضرت شاہ امداد علی قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت راز و نیاز امام موحدین محبوب ربانی حضرت شاہ محمد مہدی الفاروقی القادری قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت راز و نیاز عاشق رول الثقلین مقبول کونین وسیلتنا فی الدارین حضرت مظہر حسین قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان المعرفت حضرت مخدوم حسن دوست الملقب بشاہ فرحت اللہ قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت راز و نیاز محبوب بارگاہ لم یزلی حضرت مولانا مخدوم شاہ حسن علی قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت راز و نیاز امام العارفین سلطان الواصلین حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاکباز قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت راز و نیاز میر سید خلیل الدین صاحب قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سید جعفر صاحب قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سید اہل اللہ صاحب قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سید نظام الدین قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سید نصیر الدین قدس اللہ العزیز

الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت میر سید محمود قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت میر سید فضل اللہ عرف سید گسائیں قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت شاہ قطب الدین بینائے دل قلندر قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت شاہ سید نجم الدین قلندر قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت میر سید مبارک غزنوی قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت سید نظام الدین غزنوی قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت خضر رومی قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت خواجہ مودود چشتی قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت خواجہ محمد چشتی قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت خواجہ احمد چشتی قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت ابو اسحاق چشتی قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری چشتی قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت ہبیرہ بصری قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت حذیفہ مرعشی قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت سلطان ابراہیم ادہم قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت خواجہ حسن بصری قدس اللہ العزیز
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

شجرہ مشائخ سلسلۂ عالیہ قادریہ جلالیہ اشریہ

الٰہی بحرمت حضرت سید عالم نور مجسم خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ مدینہ منورہ ۱۲/ ربیع الاول ۱۱ھ

الٰہی بحرمت حضرت سیّدنا مشکل کشا مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نجف اشرف ۲۱/ رمضان ۴۰ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حسن بصری خلیفۂ مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بصرہ ۱۷/ محرم ۱۱۰ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حبیب عجمی قدس اللہ العزیز بغداد شریف ۳/ ربیع الآخر ۱۵۶ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ داؤد طائی قدس اللہ العزیز ۲۷/ ربیع الآخر ۱۶۵ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ معروف کرخی قدس اللہ العزیز کرخ بغداد شریف ۲/ محرم ۲۰۰ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سری سقطی قدس اللہ العزیز بغداد شریف ۳/ رمضان ۲۵۰ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ العزیز بغداد شریف ۲۷/ رجب ۲۹۷ھ یا ۲۹۸ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوبکر شبلی قدس اللہ العزیز ۲۷/ رجب ۳۲۴ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالفضل عبدالواحد تمیمی قدس اللہ العزیز (در مقبرہ امام احمد بن حنبل)، بغداد شریف ۲۲/ جمادی الآخر ۴۲۵ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالفرح طرطوسی قدس اللہ العزیز بغداد شریف ۳/ شعبان ۴۴۷ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن ہنکاری قدس اللہ العزیز بغداد شریف یکم محرم الحرام ۴۸۶ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شیخ ابی سعید مبارک مخزومی قدس اللہ العزیز بغداد شریف ۷/ شعبان ۵۱۲ھ

الٰہی بحرمت حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی قطب ربانی محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ العزیز بغداد شریف ۱۱/ یا ۱۷/ ربیع الآخر ۵۶۱ھ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ علی حدّاد قدس اللہ العزیز یمن

الٰہی بحرمت حضرت شیخ علی افلح قدس اللہ العزیز یمن

الٰہی بحرمت حضرت شیخ قطب الیمن ابی الغیث بن جمیل قدس اللہ العزیز یمن

الٰہی بحرمت حضرت شیخ فاضل بن عیسیٰ قدس اللہ العزیز یمن

الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد عُبید غیثی قدس اللہ العزیز یمن

الٰہی بحرمت حضرت مخدوم سیّد جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت قدس اللہ العزیز اوچہ شریف پنجاب

الٰہی بحرمت حضرت غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان اوحد الدین سیّد اشرف جہانگیر سمنانی قدس اللہ العزیز کچھوچھہ شریف ۲۸/ محرم الحرام ۸۰۸ھ

الٰہی بحرمت حضرت حاجی الحرمین مخدوم الآفاق سیّد عبدالرّزاق نورالعین سجادہ نشین قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز آستانہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف ۷/ ذی الحجہ ۸۷۲ھ

الٰہی بحرمت حضرت احسن الوجوہ واکبرالوقوہ سیّد حسن خلف اکبر سجادہ نشین اول سرکار کلاں قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز کچھوچھہ شریف ۸۸۲ھ

الٰہی بحرمت حضرت سیّد محمد اشرف المعروف بہ شاہ شہید سجادہ نشین قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز ۹۰۹ھ یا ۹۱۰ھ

الٰہی بحرمت حضرت سیّد محمد سجادہ نشین قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز

الٰہی بحرمت حضرت سیّد حسین ثانی سجادہ نشین قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز

الٰہی بحرمت حضرت سیّد عبدالرّسول سجادہ نشین قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز

الٰہی بحرمت حضرت سیّد نوراللہ سجادہ نشین قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز

الٰہی بحرمت حضرت سیّد ہدایت اللہ سجادہ نشین قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز

الٰہی بحرمت حضرت سیّد نذر اشرف سجادہ نشین قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز

الٰہی بحرمت حضرت سیّد محمد نواز اشرف سجادہ نشین قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز

الٰہی بحرمت حضرت سیّد صفت اشرف سجادہ نشین قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز

الٰہی بحرمت حضرت سیّد قلندر بخش سجادہ نشین قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز ۱۲۵۰ھ

الٰہی بحرمت حضرت سیّد منصب علی سجادہ نشین قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز ۱۳۰۷ھ

الٰہی بحرمت حضرت مولانا الحاج سیّد ابو محمد اشرف حسین سجادہ نشین قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز ۲۵/ محرم ۱۳۴۸ھ

الٰہی بحرمت شیخ المشائخ الکرم سید العرفاء والعظام محبوب ربانی فرزند و شبیہ غوث صمدانی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت پیر و مرشد سیّد ابو احمد محمد علی حُسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین سرکار کلاں قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز ۱۲/ رجب ۱۳۵۵ھ

الٰہی بحرمت عظیم البرکت سراپا رحمت حضرت مولانا سیّد احمد اشرف اشرفی الجیلانی قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز ۱۴/ ربیع الآخر ۱۳۴۰ھ

الٰہی بحرمت شیخ طریقت رہنمائے حقیقت دانائے معرفت سیّد مصطفیٰ اشرف اشرفی الجیلانی قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز ۱۷/ ربیع الاول ۱۳ھ

الٰہی بحرمت مخدوم الانام شیخ طریقت حضور اشرف العلماء علامہ الحاج سیّد حامد اشرف اشرفی الجیلانی قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز ۱۸/ صفر المظفر ۱۴۲۵ھ

الٰہی بحرمت بعجز و نیاز خاکسار ذرۂ بے مقدار فقیر محمد عمار رشدی بلرامپوری محمد میاں (خلیفہ حضور اشرف العلماء و خلیفہ حضور نورالعارفین قبلہ) کراسواڑا ماپسہ گوا

شجرہ خواجگان عالیہ چشتیہ نظامیہ سراجیہ اشرفیہ

(بزبان فارسی جائے مدفن و تاریخ وصال)

الٰہی بحرمت حضرت سید عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ۱۲/ ربیع الاول ۱۱ھ

الٰہی بحرمت حضرت مولائے کائنات سیدنا مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم نجف اشرف ۲۱/ رمضان ۴۰ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ بصرہ ۱۱۰ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ بصرہ ۱۷۶ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ ۱۸۷ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سلطان ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ شام ۲۶۷ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سدید الدین حذیفۃ المرعشی قدس اللہ سرہ العزیز شام، حذیفۃ المرعش

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امین الدین ہبیرۃ البصری قدس اللہ سرہ العزیز متصل بصرہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ممشاد علی دینوری قدس اللہ سرہ العزیز ۲۹۹ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابواسحاق شامی قدس اللہ سرہ العزیز عکہ شام

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابواحمد ابدال چشتی قدس اللہ سرہ العزیز ہرات چشت ۳۵۵ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابومحمد چشتی قدس اللہ سرہ العزیز ہرات چشت ۴۱۱ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابویوسف ناصر الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز ہرات چشت ۴۵۱ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس اللہ سرہ العزیز چشت ۵۲۷ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی قدس اللہ سرہ العزیز بخارا زندنی

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز مکہ معظمہ ۶۱۷ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجۂ خواجگان غریب نواز ولیٔ ہند معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز اجمیر شریف ۶۳۳ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ العزیز مہرولی شریف دہلی ۶۳۴ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مسعود بابا فرید الدین گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز پاک پٹن پاکستان ۶۶۹ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ العزیز دہلی ۷۱۵ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عثمان اخی سراج الدین آئینۂ ہند قدس اللہ سرہ العزیز سعد اللہ پور مالدہ بنگال ۷۵۸ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شیخ علاء الحق والدین گنج نبات ابن سعد لاہوری خالدی پنڈوی قدس اللہ سرہ العزیز پنڈوہ مالدہ بنگال ۸۰۰ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ غوث العالم محبوب یزدانی تارک السلطنت سلطان اوحد الدین میر مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس اللہ سرہ العزیز کچھوچھہ شریف ۲۸ر محرم ۸۰۸ھ

الٰہی بحرمت حضرت مخدوم الآفاق سیّدنا حاجی عبدالرزّاق نورالعین سجادہ نشین اشرفی جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کچھوچھہ شریف ۸۷۲ھ

الٰہی بحرمت حضرت سید شاہ حسین قتال سجادہ نشین خلف ثانی حضرت نورالعین قدس اللہ سرہ العزیز کچھوچھہ شریف

الٰہی بحرمت حضرت شیخ تاج الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ اجودھیا، خلیفہ حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت سیّد شاہ جعفر عرف لاڈ رحمۃ اللہ علیہ کچھوچھہ شریف

الٰہی بحرمت حضرت سیّد حاجی چراغ جہاں رحمۃ اللہ علیہ کچھوچھہ شریف

الٰہی بحرمت حضرت سیّد محمود شمس الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ کچھوچھہ شریف

الٰہی بحرمت حضرت سیّد راجو رحمۃ اللہ علیہ کچھوچھہ شریف

الٰہی بحرمت حضرت سید احمد رحمۃ اللہ علیہ کچھوچھہ شریف

الٰہی بحرمت حضرت سیّد فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ کچھوچھہ شریف

الٰہی بحرمت حضرت سیّد محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ کچھوچھہ شریف

الٰہی بحرمت حضرت سیّد بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کچھوچھہ شریف

الٰہی بحرمت حضرت سیّد توکل علی رحمۃ اللہ علیہ کچھوچھہ شریف

الٰہی بحرمت حضرت سیّد داؤد علی رحمۃ اللہ علیہ کچھوچھہ شریف

الٰہی بحرمت حضرت سیّد مخدومی شاہ نیاز اشرف رحمۃ اللہ علیہ کچھوچھہ شریف

الٰہی بحرمت حضرت سیّد مخدومی مولانا الحاج شاہ ابو محمد اشرف حسین صاحب سجادہ نشین اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کچھوچھہ شریف ۲۵/ محرم ۱۳۴۸ھ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ المشائخ محبوب ربانی فرزند و شبیہ غوث صمدانی حضور مولانا الحاج سیّد شاہ ابو احمد محمد علی حسین صاحب سجادہ نشین اشرفی جیلانی سرکار کلاں قدس اللہ سرہ العزیز کچھوچھہ شریف ۱۲/ رجب ۱۳۵۵ھ

الٰہی بحرمت عظیم البرکت سراپائے رحمت حضرت مولانا سیّد شاہ احمد اشرف قدس اللہ سرہ العزیز کچھوچھہ شریف ۱۴/ ربیع الآخر ۱۳۴۰ھ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ طریقت رہنمائے حقیقت دانائے معرفت سیّد مصطفیٰ اشرف قدس اللہ سرہ العزیز کچھوچھہ شریف ۱۷/ ربیع الاول ۱۳ھ

الٰہی بحرمت حضور اشرف العلماء مخدوم ملت علامہ الحاج سیّد حامد اشرف اشرفی الجیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کچھوچھہ شریف ۱۸/ صفر ۱۴۲۵ھ

الٰہی بعجز و نیاز خاکسار ذرہ بے مقدار الفقیر محمد عمار رشدی محمد میاں بلرامپوری (خلیفہ حضور اشرف العلماء و حضور نور العارفین) کراسواڑہ ماپسہ گوا

شجرۂ سلسلۂ عالیہ قادریہ منوریہ معمّریہ اشرفیہ

الٰہی بحرمت سرکار دوعالم نور مجسم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ مدینہ منورہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ

الٰہی بحرمت مولائے کائنات حلّ المشکلات سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم نجف اشرف ۲۱ رمضان ۴۰ھ

الٰہی بحرمت سیّد الشہداء حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ کربلائے معلّیٰ یوم عاشورہ ۶۱ھ

الٰہی بحرمت سید الساجدین سیّدنا امام زین العابدین اسیر کربلا رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ ۸ محرم ۹۴ھ

الٰہی بحرمت حضرت سیّدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ

الٰہی بحرمت حضرت سیّدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ۱۵ رجب ۱۴۸ھ

الٰہی بحرمت حضرت سیّدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ بغداد شریف ار جب ۱۸۳ھ

الٰہی بحرمت حضرت سیّدنا امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ مشہد مقدس ۲۱ رمضان ۲۰۳ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کرخ بغداد شریف ۲ محرم ۲۰۰ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف ۳ رمضان ۲۵۰ھ

الٰہی بحرمت حضرت سیّدنا خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف ۲۷ رجب ۲۹۷ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف ۲۷ رجب ۳۲۴ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ
در مقبرہ امام احمد بن حنبل بغداد شریف ۲۲ رجمادی الآخر ۴۲۵ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف ۳ شعبان ۵۱۲ھ

الٰہی بحرمت خضرت خواجہ ابوالحسن ہنکاری رحمۃ اللہ علیہ یکم محرم ۴۸۶ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوسعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ ۷ شعبان ۵۱۲ھ

الٰہی بحرمت حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی قطب ربانی معشوق یزدانی خواجہ ابومحمد محی الدین سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف ۱۱ یا ۱۷ ربیع الآخر ۵۶۱ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شاہ دولہ گجراتی پنجابی رحمۃ اللہ علیہ گجرات

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سیّد شاہ منوّر الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ الہ آباد یوپی الھند
(عمر شریف پانچ سو پچاس ۵۵۰ سال)

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شاہ عبدالکریم المعروف ملاّ اخون فقیر رام پوری
رام پور یوپی الھند رحمۃ اللہ علیہ عمر شریف (۱۲۰ ایک سو بیس سال)

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شاہ محمد امیر کابلی رحمۃ اللہ علیہ کابل عمر شریف (ایک سو تیس ۱۳۰ سال)

الٰہی بحرمت حضرت شیخ المشائخ سیّد العُرفاء محبوب ربّانی فرزند و شبیہ غوث اعظم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الحاج سیّد شاہ ابو احمد محمد علی حسین اشرفی الجیلانی سجّادہ نشین سرکار کلاں کچھوچھہ شریف ۱۲۔ رجب ۱۳۵۵ھ

الٰہی بحرمت عظیم البرکت سراپا رحمت مولانا سیّد شاہ احمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۴۰ھ

الٰہی بحرمت شیخ طریقت رہنمائے حقیقت دانائے معرفت حضرت سیّد مصطفٰے اشرف اشرفی جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کچھوچھہ شریف ۱۷؛ ربیع الاول ۱۳ھ

الٰہی بحرمت مخدوم الانام شیخ طریقت حضور اشرف العلماء علامہ سیّد حامد اشرف اشرفی جیلانی صاحبِ ولایت بمبئی کچھوچھہ مقدّسہ ۱۸؛ صفر ۱۴۲۵ھ

الٰہی بعجز و نیاز خاکسار ذرہ بے مقدار فقیر محمد عمار شدّی اشرفی بلرام پوری
(خلیفۂ حضور اشرف العلماء و خلیفۂ حضور نور العارفین) گوا

عرض مؤلف

جس کتاب کے منظر عام پر آنے کا تذکرہ برسوں سے ہورہا تھا اور اہلِ عقیدت جس کے لئے فرطِ محبت میں دل و نظر فرش راہ کئے ہوئے تھے، اب انتظار کی صبر آزما گھڑیاں ختم ہوئیں اور: منہاج الاصفیاء: اپنے صوری و معنوی حسن و خوبی کے ساتھ اہلِ بصیرت و عقیدت کے دل و نظر، فکر و عمل کی تسکین کے لئے شائع کر کے پیش کرنیکی سعادت حاصل کر رہے ہیں، کسی کتاب کو منظر عام پر لانے کے سلسلے میں کتابت و طباعت اور اس کی صحت میں کتنی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کتنے تکلیف دہ مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اس کا اندازہ صحیح معنوں میں انہیں حضرات کو ہوگا جو ان پر خار وادیوں سے گزرے ہوں گے، ساحل سمندر پر کھڑے رہ کر طوفان کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے۔

حتی الامکان کتاب کی تصحیح، کتابت کا معیار، حروف کی دل کشی، کاغذ کی پائداری، طباعت کی نفاست وغیرہ کا بے حد خیال رکھا گیا ہے، جس کی عوام الناس کو اکثر شکایات رہا کرتی ہیں، باوجود ان کاوشوں کے اگر اہلِ کرم کی نظر میں کوئی غلطی نظر آجائے تو مطلع فرمائیں، پوری سنجیدگی سے غور و فکر کے بعد انشاء اللہ الرحمن دوسرے ایڈیشن میں شکریہ کے ساتھ تصحیح کر دی جائے گی۔

میں اپنے تمام مریدین محبین کا شکر گزار ہوں جنہوں نے ہر ہر قدم پر میرا ساتھ دیا اور جانی و مالی خدمات پیش کیں۔ خصوصاً ہر دل عزیز حافظ و قاری محمد ارشاد ارشدی صاحب سلمہٗ جو کہ ہمارے مرید و خلیفہ بھی ہیں۔ مولائے کریم ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ان مخیر حضرات میں ایک عظیم ہستی ایسی بھی ہے، جنہوں نے بچپن سے آج تک ہر حال میں میری رہنمائی فرمائی اور ہمیشہ اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہے، جو کہ ہمارے ماموں جان، اور استاد ہیں، اور بہترین عالمِ باعمل، داعی و مبلغ، عاشقِ رسول ہیں، جسے دنیا (حضور اعجاز العلماء حضرت علامہ و مولانا اعجاز احمد خانصاحب قبلہ نعیمی دامت برکاتہم القدسیہ صدر المدرسین مدرسہ غوث العلوم پروا بازار تلشی پور ضلع بلرامپور یوپی انڈیا) کے نام سے جانتی پہچانتی ہے، مولائے کریم کی بارگاہ بیکس پناہ میں دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کے صدقہ و طفیل ہمیں اور آپ کو یہ کتاب پڑھ کر اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور میرے لئے باعثِ مغفرت بنائے۔ آمین

سگِ بارگاہِ پیر و مرشد

محمد عمار ارشدی اشرفی (محمد میاں) غفرلہ

گرام و پوسٹ بتھنیاں پچپڑوا ضلع بلرامپور یوپی، و خانقاہِ ارشدیہ اشرفیہ جہانگیریہ گوا

۱۷/ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ بروز جمعہ مطابق ۹/ جنوری ۲۰۱۵ء

ملتمس

صوفی محمد عمر ارشدی کی تصنیفات

(۱) تحفۂ ابوالعلاء	یہ کتاب، سلسلۂ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کی سیرت پاک پر لکھی گئی ہے،
(۲) منہاج الاصفیاء	یہ کتاب تصوف پر لکھی گئی، صوفیاء کرام کے ملفوظات اور ان کے احکامات و کمالات اور ان کے طرز عمل پر لکھی گئی،
(۳) نکہتِ ارشدی	ارشدی بلرامپوری کے قلم کا شاہکار، نعت و منقبت کا مجموعہ
(۴) گلشنِ ارشدی	ارشدی بلرامپوری کے قلم کا شاہکار، حمد، نعت و منقبت کا مجموعہ
(۵) انوار العارفین	سلسلۂ نقشبندیہ کے شجرہ کے مطابق آقائے کریم ﷺ سے ہمارے پیر و شد تک تمام بزرگانِ سلسلہ کی سیرتِ مبارکہ
(۶) انوارِ اشرف	حضور غوث العالم حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس اللہ العزیز کی سیرت، کرامات، کمالات
(۷) سیرتِ حضور اشرف العلماء	حضور اشرف العلماء حضرت علامہ سید حامد اشرف اشرفی کچھوچھوی قدس اللہ العزیز کی سیرتِ پاک
(۸) سیرتِ سید المشائخ	حضور سید المشائخ حضرت سید مشتاق اشرف اشرفی کچھوچھوی قدس اللہ العزیز کی سیرتِ مبارکہ
(۹) ہفت جہانگیر	سلسلۂ جہانگیریہ کے سات مشائخ عظام کی مختصر سیرتِ پاک
(۱۰) یادِ عظمت	بزرگانِ سلسلۂ قادریہ چشتیہ کے ملفوظات
(۱۱) دیوانِ ارشدی	حمد و نعت و منقبت و سلام کا مجموعہ

MINHAJ-UL-ASFIYA

by Muhammad Umar Arshadi

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

صوفیاء کرام کی زندگی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی راہ میں ہمیشہ وقف دیکھی جاتی رہی ہے۔ دین اسلام کی اصل بنیاد کی شناخت فروغ دین و خدمت خلق خدا صوفیاء کرام کا تاحیات واحد مقصد رہا ہے۔ تعلیمات صوفیاء مشن صوفیاء کرام کے پیغام رشد و ہدایت و مخلوق خدا کی مدد اور دین و سنیت کی خدمت کے لئے وجود میں لائی گئی۔ تعلیم جوہر قوم کے لئے کامیابی کا راستہ اور بنیاد ہوا کرتی ہے۔ بلخصوص قوم مسلم کے لئے فرض ہے کہ تعلیم سے آراستہ ہو کر اپنی آخرت اور دنیا روشن کرے اسی تعلق سے تعلیمات صوفیاء مشن کی شب و روز کی جدوجہد ہے کہ دینی اور عصری تعلیم کے ذریعہ قوم و ملت میں بیداری پیدا کی جائے اور نوجوانوں کو اس کے ذریعہ تعلیم یافتہ بنا کر معاشرہ کی اصلاح اور مضبوط کیا جا سکے اسی تعلق سے۔

عزیزی مخلصی صوفی محمد عمر ارشدی اشرفی بلرامپوری کی کاوش کردہ کتاب۔ منہاج الاصفیا۔ جو 62 ابواب اور تقریباتین سو صفحات پر مشتمل ہے تعلیمات صوفیاء مشن کی جانب سے منظر عام پر لائی جا رہی ہے تاکہ صوفیاء کرام کی حیات و خدمات و ملفوظات کے ذریعہ عاشقان صوفیائے کرام کی کاوشوں کے زریعے ملت اسلامیہ میں بیداری پیدا کی جا سکے۔ اور صوفیاء کرام کے مشن کو عام کیا جا سکے۔

اللہ اپنے محبوب پاک ﷺ کے صدقہ و طفیل عزیز القدر صوفی محمد عمر صاحب کی اس بے پناہ محنت کو قبول فرمائے۔ اور تعلیمات صوفیاء مشن کی خدمات کو قبول فرمائے اور ہم سبکو اپنے حبیب مکرم ﷺ اور اہلبیت اطہار و صوفیاء کرام کے صدقے دو جہانوں کی سعادت عطا فرمائے آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

تعلیمات صوفیاء مشن کے اغراض و مقاصد

① صوفیاء کرام کی تعلیمات کو عام کرنا۔ ② نوجوانوں میں دینی تعلیم کا جذبہ پیدا کرنا۔ ③ گھر گھر میں تعلیمات صوفیاء مشن کے ذریعہ دینی کتابیں پہونچانا۔ ④ ذہین بچوں کو ان کی خواہش کے مطابق میڈکل انجینئرنگ وغیرہ کی تعلیم کا انتظام کرنا۔ ⑤ نوجوان بچے اور بچیوں کو دینی و دنیاوی تعلیم دینے کا انتظام کرنا تاکہ اصلاح معاشرہ ہو سکے۔ ⑥ قوم کے دیندار غریب بچیوں کی شادی کا ہر طریقے سے ممکن انتظام کرنا۔ ⑦ ناگہانی آفتوں سے متاثرہ علاقہ کو ضروریات زندگی کا سامان فراہم کرتا۔ ⑧ صوفیاء کرام کے پیغامات کو عمل میں لانے کی ہر جائز کوشش کرنا۔ ⑨ غریب و نادر علاقوں میں پانی کے لئے بورویل کنواں وغیرہ کا انتظام کرنا۔ ⑩ موسم سرما میں غریب علاقوں میں کمبل وغیرہ تقسیم کرنا۔ ⑪ غریب نادر و بے سہارا مریضوں کے لئے ممکن انتظام کرنا۔ ⑫ قیدیوں، مسافروں اور کمزوروں کو مناسب مدد فراہم کرتا۔ ⑬ ملک میں یکجہتی، وطن پرستی، بھائی چارگی کا ماحول استوار کرنا۔ ⑭ صوفیاء کرام کی تعلیمات کے مطابق ملک گنگا جمنی تہذیب کو فروغ دینا۔ ⑮ مشن کی جانب سے دینی تعلیم کا جذبہ بیدار کرنے کے لئے علاقے میں بچوں کے لئے مکتب اور اسکول قائم کرنا۔ ⑯ ایسا علاقہ جہاں پر تعلیمات صوفیاء مشن کے پانچ سو سے زائد ممبران ہوں دینی و دنیاوی تعلیم کے لئے ادارہ قائم کرنا۔ ⑰ دینی جذبہ بیدار کرنے کے لئے ہر علاقے میں خواتین کے اجتماع کے لئے معلمات کے ذریعے دینی محفل منعقد کرنا۔

فقیر اشرفی و گدائے جیلانی **سید محمد حسن اشرف اشرفی الجیلانی** سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سید المشائخ

بانی و صدر تعلیمات صوفیاء مشن درگاہ کچھوچھہ شریف ضلع امبیڈکر نگر۔ یوپی۔

TALIMAT-E-SUFIYA MISSION

Khanquahe Ashrafiya Hasania Sayedul Mashaikh, Kichhauchha Sharif, Dist. Ambedkar Nagar (U.P.)